جلد سوم

جلد سوم

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عاشق
- محبت کی اہمیت اور غالب کرنے کا طریقہ
- تقدیر اور توکل کے فوائد
- اسباب کی قسمیں
- اللہ تعالیٰ کے پانچ فیصلے
- مشورہ اور استخارہ کی اہمیت
- تدبیر اور تقویٰ کی اہمیت
- دعا کی اہمیت اور آداب
- دعا مؤثر ہتھیار ہے
- صحبت کے اثرات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

درسِ حیاتُ المسلمینؒ

﴿جلد سوم﴾

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

ضبط و ترتیب

مولانا خلیل الرحمٰن ڈیروی صاحب مدظلہم

اُستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبۃ الاسلام کراچی

پیشِ لفظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہٖ الکریم و علٰی آلہٖ و

أصحابہٖ أجمعین

امّا بعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی توفیق سے منگل کے دن عصر کی نماز کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں کچھ احباب اور عزیز طلباء جمع ہو جاتے ہیں، اور انکی خدمت میں عمل کرنے اور کرانے کی نیت سے دین کی کچھ باتیں عرض کرنیکا معمول ہے، بعض احباب کا کہنا ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین۔

ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ میں سیدی وسندی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے مشورہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حیاتُ المسلمین'' پڑھنا اور بقدرِ ضرورت اسکی تشریح کرنا شروع کی، احباب کو اس کتاب کا درس بہت پسند آیا، اور اسکی ضرورت بھی تھی، کیونکہ یہ کتاب حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کی خستہ حالی اور بدحالی دور کرنے کے لئے لکھی تھی، اور آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔

بہرحال! جناب مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب ڈیروی مدظلہ کے دل میں شدّت سے داعیہ پیدا ہوا کہ ''حیاتُ المسلمین'' کی اس تشریح وتوضیح کو باقاعدہ محفوظ کیا جائے اور پھر مرتب کر کے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے شائع کیا جائے، تاکہ دیگر مسلمان بھی اس سے فائدہ اُٹھاسکیں، انہوں نے بندہ سے اسکا ذکر کیا، بندہ کو

بھی اِن کی رائے مفید معلوم ہوئی، پھر اس کام کی ذمہ داری بھی موصوف نے قبول کرلی، اس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اس کا انتظام فرمادیا، چنانچہ ایک ایک، دو دو، بیان وہ محفوظ کر کے کمپوز کرواتے رہے، اور احقر کو دکھلاتے رہے، جب تقریباً پندرہ بیان ہوگئے اور ایک جلد کے برابر مواد جمع ہوگیا تو مشورہ سے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے اسکی پہلی جلد شائع کی گئی، پہلی جلد کی طباعت کے بعد، عزیز موصوف نے مزید کام جاری رکھا، اور سترہ بیانات پر مشتمل دوسری جلد طبع ہوئی اور اب بحمد للہ تعالیٰ تیسری جلد تیار ہوگئی جو آپکے سامنے ہے، **فللّٰہ الحمد و الشکر**۔

اس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ ''حیاتُ المسلمین'' کی احادیث و مضامین کی اپنی بساط کے مطابق تشریح و توضیح ہے، جو کیسٹوں اور سیڈیوں کے ذریعے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں، بلکہ خطابی ہے، اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہو تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

لیکن **الحمدللہ!** اس تشریح و توضیح کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں ہے، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپکو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے، اسی جذبہ سے اسکو پڑھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ''حیاتُ المسلمین'' کی اس ادنیٰ تشریح و توضیح کو بندہ اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور جن جن احباب نے اسکی تیاری میں حصہ لیا ہے، بالخصوص مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں،

میرے اوران کیلئے اسکوصدقۂ جاریہ بنائیں، اور ناشر کوبھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطافرمائیں۔

آمین بحرمة سیّد المرسلین و شفیع المذنبین

صلّی اللہ علیه وسلّم الٰی یوم الدّین.

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۲۷/رجب ۱۴۳۶ھ

بروز ہفتہ بعد مغرب

عرضِ مرتّب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین و آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

أمّا بعد!

حق تعالیٰ شانہ نے ماضی قریب میں حکیم الاُمّت، مجدّد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّہ سے جو تجدیدی کام لیا، وہ اپنی مثال آپ ہے، اعمال واخلاق کی اصلاح کے سلسلے میں حضرت والا رحمہ اللہ کی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں، آپ نے ایسے ایسے اہم اور باریک اُمور کی طرف بھی توجہ دلائی، جس کی طرف عموماً ذہن نہیں جاتا، خصوصاً معاملات کی صفائی اور ادائیگی حقوق کے سلسلے میں ایسے ایسے گوشے نمایاں کئے، جن میں کوتاہیوں کی وجہ سے اسلامی معاشرت برباد ہوکر رہ جاتی ہے، جبکہ ان میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے صحیح اسلامی معاشرہ کا حسن نکھر کے سامنے آجاتا ہے اور دنیا سکون وراحت کے لحاظ سے جنّت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

مجدّد الملّت ہونے کی وجہ سے امّت کا درد، دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر کُڑھتے رہتے، اور مسلمانوں کی پستی اور بدحالی کے اسباب پر غور فرماتے رہتے، اور حق تعالیٰ جلّ شانہٗ اصلاحِ امّت کے سلسلے میں آپ کے دل پر جو اِلقاء فرماتے، آپ تحریر اور خطاب کی صورت میں امّت کے

سامنے پیش فرماتے رہتے۔

مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کیسے واپس آئے؟ اور مسلمانوں کی پستی اور زَبوں حالی کیسے دور ہو؟ مسلمانوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کیسے ہو؟ اس سلسلے میں حکیم الامّت حضرت تھانویؒ کی دوسری متعدّد تصنیفات کے علاوہ، ایک اہم تصنیف ''حیاتُ المسلمین'' ہے، جو آپ کی تعلیمات کا نچوڑ اور طویل غور وفکر کا نتیجہ ہے، جسے آسان تر بنانے میں حضرت تھانویؒ نے سعیِ بلیغ فرمائی، جس میں حضرت تھانویؒ نے قرآن وسنّت کی روشنی میں مسلمانوں کی دنیا وآخرت میں صلاح وفلاح کے وہ عظیم گُر تحریر فرمائے ہیں، جن پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی بدحالی، خوشحالی میں تبدیل ہوسکتی ہے، مسلمانوں کی ذلّت عزّت میں، جبکہ پریشانیاں اور ناکامیاں خوشیوں اور کامیابیوں میں بدل سکتی ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہ نے اس کتاب پر اپنا ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس سے کتاب کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوجاتی ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ امّت کو اس کتاب کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جائے، اور اس میں ذکر کردہ قرآن و سنّت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کرکے اجتماعی اور انفرادی زندگی کو خوشگوار بنایا جاسکے۔

حق تعالیٰ شانہ سیدی وسندی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدّظلہم کو جزاءِ خیر عطا فرمائے (آمین)، جنہوں نے اپنے ہفتہ واری اصلاحی بیان میں جو ہر منگل کو جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی میں بعد نمازِ عصر پابندی سے ہوتا ہے ''حیاتُ المسلمین'' کا باقاعدہ درس شروع فرمایا، اور مسلمانوں کے موجودہ

حالات کے تناظر میں ''حیاتُ المسلمین'' میں ذکر کردہ تعلیمات کی تشریح بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان کرنی شروع کی، جس کا سلسلہ حسبِ معمول ہر منگل کو جاری ہے، حاضرین نے اس کی افادیت اور نافعیت بہت زیادہ محسوس کی، اور حضرت والا سے یہ درخواست کی کہ اگر ان بیانات کو تحریری شکل میں لا کر ان حضرات تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے جو مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے، تا کہ وہ بھی ان قیمتی تشریحات سے مستفید ہو سکیں تو یہ مناسب ہوگا، حضرت والا نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ان بیانات کی ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے جمع وترتیب اور اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمادی، چنانچہ دوسری جلد کی طباعت کے بعد؛ بحمدہٖ تعالیٰ تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، جبکہ اگلی جلدوں پر کام جاری ہے، باقی جلدیں بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ جیسے جیسے تیار ہوتی جائیں گی، آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی۔ اللہ پاک ان مضامین کو مسلمانوں میں عام فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دیں، آمین،

یکے از خدام حضرت والا مدظلہم
خلیل الرحمٰن غفر اللہ لہ
اُستاذ و مدرّس جامعہ دار العلوم کراچی
۲۶/۷/۱۴۳۶ھ

اجمالی فہرستِ بیانات

فہرستِ مضامین

(۲) محبت کی اہمیت

(۴) ساری پریشانیوں کا علاج، تقدیر اور توکل

(۵) تقدیر اور توکل کے فائدے

(۶) ایک غلط فہمی کا ازالہ

(۷) اسباب کی قسمیں

(۸) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

(۹) حق تعالیٰ کے پانچ فیصلے

(۱۰) مشورہ اور استخارہ کی اہمیت

(۱۱) توکل اور دعا کا حکم

(۱۲) تدبیر اور تقویٰ کی اہمیت

(۱۳) دعا ذکر بھی اور عبادت بھی

(۱۴) دعا مانگنے کے آداب

(۱۵) دعا مؤثر ہتھیار ہے

(۱۶) خوب کثرت سے دعا کریں

(۱۷) صحبت کے اثرات

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

حضور کے دو عاشق

(۱)

شرحِ مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۳۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۱ دسمبر ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نماز عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

إِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَإِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَ إِن تَغْفِرْ لَھُمْ فَإِنَّکَ أَنتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (المآئدۃ: آیت:۱۱۸)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے خاطر تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔

محبتِ حق کیسے حاصل ہو؟

میرے قابلِ احترام بزرگو!

ہم سب یہ پختہ ارادہ رکھیں کہ ان شاء اللہ جن اعمال کا ذکر سنیں گے، ان کو اپنے عمل میں لیں گے، جب ان پر عمل کریں گے، تو اُسی وقت ہم کو صحیح اور پورا فائدہ ہوگا، ورنہ محض سُننے کا تو فائدہ ہوگا، سُننے سے عمل کا فائدہ نہیں ہوگا۔

آج مجھے سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سچے عاشقوں کے قصے یاد آرہے ہیں، پہلے وہ سنا دیتا ہوں، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب ''حیاتُ المسلمین'' پڑھیں گے، اللہ جل شانہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں اور محبت کرنے والوں کے واقعات پڑھنے اور سننے سے بھی دل میں محبت پیدا ہوتی ہے، اور اللہ جلّ شانہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

بزرگوں کے مختلف حالات

بزرگوں کی مختلف شانیں ہوتی ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ کوئی حال عطا فرماتے ہیں، کسی کو کوئی مقام عطا فرماتے ہیں، کسی کو کوئی درجہ عطا فرماتے ہیں، تو جس طرح پھول کے مختلف رنگ، اس کی مختلف بناوٹ، اور خوشبو ہوتی ہے، اسی طرح اللہ والوں کے مقامات بھی مختلف ہوتے ہیں، لیکن وہ سارے ہی پھول ہوتے ہیں، ایسے ہی اللہ والے تو سارے ہی اللہ والے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی نے بڑا پیارا شعر کہا ہے ؎

گلاب، جیسے ہیں سارے پھولوں میں
حضور ایسے ہیں، سب رسولوں میں
(صلی اللہ علیہ وسلم)

جیسے تمام پھولوں کا سردار گلاب کا پھول ہے، ایسے ہی تمام رسولوں کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو بعض بزرگوں کا کچھ حال ہوتا ہے، بعض کا کچھ حال ہوتا ہے، ہمیں ان کے حال پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں ان کی صحبت سے اور ان کے واقعات سے سبق حاصل کر کے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اُن پر غالب تھی، لیکن ان کو کبھی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی تھی، اس کے لئے وہ بے چین اور تڑپتے رہتے تھے، اور آرزو کرتے تھے کہ کاش! کبھی ایک ہی مرتبہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔

ایک مرتبہ زیارت ہوگئی، اور وہ اس طرح کہ کسی نے ان سے خواب میں کہا کہ تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں! میں اس غرض سے جی رہا ہوں کہ کسی طرح ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، اس شخص نے کہا کہ یہ جو سامنے عمارت ہے، اس میں سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، جاؤ! زیارت کرلو!

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں زیارت کے لئے چلا، جیسے ہی میں دروازے سے اندر داخل ہوا، تو دیکھا کہ اس مکان کے صحن کے بیچ و بیچ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف آپ کے صحابہ کرامؓ تشریف فرما ہیں، اور درمیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا راستہ خالی ہے، جیسے ہی میں اس مکان کے اندر داخل ہوا، اور میں نے سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو میں سیدھا اُسی درمیانی راستے سے ہوتا ہوا بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گیا، کیونکہ مجھ کو میری زندگی کا مقصود حاصل ہو گیا، میں عرصے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بے چین تھا، آج اللہ پاک نے اس بے چینی کو دور کرنے کا انتظام فرمایا، اور اس عظیم دولت سے اللہ پاک نے مجھے مالا مال فرمایا۔

اب کسی اور کو نہیں دیکھوں گا

اسی لئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گیا، اور ٹکٹکی باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگا، میں مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگا، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء کے نور کو میں اپنی آنکھوں میں بسا لوں، اپنے دل میں اُتار لوں، اپنی رگ رگ میں بسا لوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب فرمانے لگے، کہ یہ کیسا عاشق ہے کہ بس! دیکھتا ہے اور بولتا نہیں ہے، جب میں نے خوب جی بھر کر زیارت کر لی، اور زیارت کی نعمت سے مالا مال ہو گیا، تب میں نے یہ درخواست کی کہ حضور! آپ مستجابُ الدعوات ہیں، آپ اللہ جل شانہ سے میرے لئے

یہ دعا فرما دیجئے کہ اب اللہ تعالیٰ مجھ سے میری آنکھیں واپس لے لیں، کیونکہ میں نے اپنی ان آنکھوں کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نظر جلوہ دیکھنے کے لئے بچا کر رکھا ہوا تھا، اب زندگی کا وہ مقصد پورا ہو گیا، اب میں اس آنکھ سے کسی اور کو دیکھنا نہیں چاہتا، لہٰذا آپ دعا فرما دیجئے کہ اللہ پاک مجھ سے میری بینائی واپس لے لیں۔

انہوں نے یہ درخواست ایسے محبت بھرے انداز میں پیش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتے ہی دعا کے لئے دستِ مبارک اٹھا دیئے، اور جو دعا انہوں نے کرائی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی، جب یہ بزرگ نیند سے بیدار ہوئے، تو نابینا ہو چکے تھے، عشق و محبت کی کوئی انتہاء ہے؟ جن آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دیکھ لیا، اب ان آنکھوں سے کسی اور کو دیکھنا گوارا نہیں کیا، جب کسی میں عشق و محبت حد سے زیادہ ہو جاتی ہے، تو بعض مرتبہ ایسے بھی ہو جاتا ہے، لیکن ہر ایک کے لئے ایسا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، نہ یہ لازم ہے، نہ یہ ضروری ہے یہ تو ان کا غلبۂ حال ہے، اس حالت میں انہوں نے یہ دعا کی، اور غلبۂ حال میں آدمی جو کرتا ہے، وہ دوسروں کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہوتا، کیونکہ دوسروں میں وہ حال نہیں ہوتا، ان کے حق میں ایسا کرنا صحیح ہوتا ہے، چنانچہ ان کا دعا کی درخواست کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا فرمانا، سب درست تھا۔

پُر حکمت شعر

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے جناب زکی کیفی رحمۃ اللہ

علیہ گزرے ہیں، انہوں نے اس واقعہ پر ایک شعر کہا ہے، جو واقعی عجیب وغریب ہے، فرماتے ہیں۔

چھین لے مجھ سے نظر ! اے جلوۂ خوش روئے دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

جب ایک مرتبہ آپ کو دیکھ لیا، تو اب کسی اور کو دیکھنا نہیں چاہتا، اس لئے مجھ سے میری نظر واپس لے لیجئے، دیکھو! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر اپنی آنکھیں قربان کر دیں، تو ہم کم از کم یہ تو کر سکتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر، آپ کی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے پر، ہمارے جو جذبات اور خواہشات آڑے آتی ہیں، ان کو قربان کر دیں۔

ہمیں کیا قربان کرنا چاہیے؟

اصل قربانی یہ ہے کہ ہم قدم قدم پر، اور زندگی کے ہر موڑ پر یہ دیکھیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ اپنی رائے چلانا چھوڑ دیں، اپنی خواہشات پر عمل کرنا ترک کر دیں، سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اور اللہ جل شانہ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کو ترجیح دیں، یہ بزرگ ایسے ہی تھے، صرف آنکھیں قربان کرنے والے نہیں تھے، وہ سب کچھ قربان کرنے والے تھے، ایسے بزرگوں کی زندگی بالکل سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے، ان کا چلنا، ان کا پھرنا، ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا، ان کا بولنا چالنا، ان

کا سونا جاگنا، کھانا پینا، سب سنت کے مطابق ہوتا ہے، اور ان کے لئے گناہ کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے، جیسے ہاتھ میں انگارہ رکھنا مشکل ہوتا ہے، یہ چیز ہم سب کے بھی اختیار میں ہے کہ ہم بھی اُن کی ان باتوں کو اختیار کریں، آنکھیں قربان کرنا تو ان کے غلبۂ حال کی بات ہے، لیکن یہ ساری باتیں اپنے جذبات کو قربان کرنا، سنتوں کو اختیار کرنا، گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا، یہ قربانی ہم سب دے سکتے ہیں، ہم سب کو یہ قربانی دینی چاہیے، تو ایک بزرگ یہ ہیں کہ جن کو زندگی میں ایک مرتبہ زیارت ہوئی اور انہوں نے اپنی آنکھیں قربان کر دیں۔

بعض علماء کرام کا معمول

اب دوسرے بزرگ کا واقعہ سنو! اور یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے، پہلے زمانہ میں بعض علماء بچپن میں علمِ دین حاصل کرتے تھے، اور جوانی میں علمِ دین پھیلاتے تھے، اور اس کو پڑھتے پڑھاتے تھے، لیکن جب ان کی عمر چالیس سال ہو جاتی تو وہ پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جاتے تھے، اور پھر وہاں جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے، اور پھر وہیں ان کا انتقال ہو جاتا، تو وہیں جنت البقیع میں دفن ہو جاتے تھے، کیونکہ مدینہ منورہ میں مرنے اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی خاص فضیلت ہے، اسی لئے جنت البقیع میں دس ہزار صحابۂ کرامؓ مدفون ہیں، کیونکہ جس کو موقع ملتا ہے، وہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر اس کا انتقال ہو جاتا ہے، اور پھر وہ جنتُ البقیع میں دفن ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے، آمین، تو اس معمول کے مطابق حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وطن سے چالیس سال کی عمر میں پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ہندوستان میں دورۂ حدیث کی ابتداء

اس زمانے میں ہندوستان میں حدیث شریف پڑھنے پڑھانے کا رواج نہیں تھا، بس کچھ علوم الٰہیہ اور کچھ معقولات پڑھانے کا دستور تھا، حدیث شریف کی صرف ایک کتاب تھی، مشکوۃ شریف، صرف اسے پڑھ کر آدمی عالم بن جاتا تھا، دورۂ حدیث کی کتابیں جن میں چھ کتابیں صحاح ستہ مشہور ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، سنن ابن ماجہ، نسائی شریف، ان کتابوں کو پڑھانے کا کہیں نام ونشان نہیں تھا، وہ جو پرانا اور پہلا ہندوستان تھا، جس میں پاکستان اور بنگلہ دیش اور برما وافغانستان کا بھی بہت بڑا حصہ شامل تھا، اتنا بڑا ہندوستان تھا، اور اس میں سینکڑوں مدارس تھے، لیکن ان مدرسوں میں کہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کا باقاعدہ درس نہیں ہوتا تھا، اس کے بغیر آدمی عالم بن جاتا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حکم

تو ایک مرتبہ خواب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبدالحق! کیا تم میری حدیث ہندوستان نہیں پہنچاتے؟ تو انہوں عرض کیا کہ حضور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر، میں حدیث پہنچانے کے لئے حاضر ہوں، لیکن میں مدینہ منورہ

میں دفن ہونے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں، اب اگر میں ہندوستان جاؤں گا، تو اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا، کیونکہ پھر میرا انتقال ہندوستان میں ہوگا، اور وہیں پر میں دفن ہو جاؤں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر میری حدیث پھیلاؤ، وہاں روزانہ تمہیں رات کو خواب میں میری زیارت ہو جایا کرے گی، **اللہ اکبر** !عاشق کو اور کیا چاہئے؟ **سبحان اللہ**! چنانچہ اب وہ مدینہ منورہ سے سفر کر کے ہندوستان کے شہر دہلی تشریف لائے، اور وہاں آ کر انہوں نے حدیث شریف کا درس دینا شروع کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہیں روزانہ خواب میں حضور کی زیارت ہو جایا کرتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا معمول

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ جب آپ کو معلوم ہوتا کہ دہلی میں کوئی بزرگ آئے ہیں، تو آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ جا کر ان سے ملاقات کرتے تھے، اور دعا لیتے تھے، ہمیں بھی اس پر عمل کرنا چاہیے، اگر کوئی متبعِ سنت اور متبعِ شریعت بزرگ ہو تو اس سے ملنا چاہئے، اور اس سے دعا لینی چاہیے، بزرگوں سے ملنا نفع سے خالی نہیں ہے، ایک مرتبہ حضرت کو اطلاع ملی کہ دہلی کے باہر کوئی بزرگ تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے شاگرد بھی ان کے ساتھ ہیں، جب آپ کو اطلاع ملی، تو اپنے معمول کے مطابق اپنے شاگردوں کو لے کر فجر کی نماز کے بعد ان سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے گئے، اور یہ اطلاع غلط تھی۔

گمراہ پیر سے ملاقات

وہاں پہنچے، تو وہاں کوئی بزرگ وزرگ نہیں تھے، وہاں ایک جھونپڑے کے باہر چند اوباش قسم کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے، ان سے پوچھا کہ بھئی! سنا ہے کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ تو وہ کہنے لگے: وہ بزرگ اس جھونپڑے کے اندر ہیں، حضرت اندر تشریف لے گئے، تو یہ منظر دیکھ کر بڑے پچھتائے کہ ایک آدمی لنگوٹ باندھے ہوئے بیٹھا ہے، اُس کی داڑھی مونچھ صاف ہے، اُس نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا، اب ایک دم سے واپس ہونا بھی مشکل تھا، اُس نے اپنے شاگردوں کو اشارہ کیا کہ بھنگ کا پیالہ لاؤ، اور شیخ کو بھی پیش کرو، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھاتے تھے، فوراً انہوں نے حدیث پڑھی کہ کُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، یہ میں کیسے پی سکتا ہوں؟ اُس نے کہا پی لو، ورنہ پچھتاؤ گے، حضرت نے کہا کہ بھئی! اس میں پچھتانا کیسا؟ بھنگ تو نشہ لانے والی چیز ہے، میں اسے نہیں پی سکتا، چاہے کچھ بھی ہو جائے، اُس نے دو مرتبہ پھر یہی بات دہرائی، حضرت انکار کرتے رہے، اور وہاں سے اٹھ کر اپنے شاگردوں سمیت لاحول پڑھتے ہوئے واپس تشریف لائے، پتہ نہیں کس نے یہ خبر دے دی کہ یہ بزرگ ہے، یہ تو شرابی کبابی آدمی ہے۔

زیارت میں رکاوٹ کیسے دور ہوئی؟

دن گزارا اور رات آئی، رات حضرت شیخ رحمہ اللہ کو خواب میں ایک مکان میں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوا کرتی تھی، وہ معمول کے مطابق اپنے خواب میں جب اس مکان کے دروازے پر پہنچے، تو وہاں وہی شرابی آدمی لاٹھی لیے ہوئے کھڑا ہوا تھا، اور جب یہ اندر جانے لگے، تو اس نے ان کا راستہ روک لیا، اور کہا کہ آپ اندر نہیں جاسکتے، میں نے کہا نہیں تھا کہ بھنگ کا پیالہ پی لو، ورنہ پچھتاؤ گے، اب تم اندر جا کر دکھاؤ، اللہ والے کسی سے لڑتے، جھگڑتے نہیں ہیں، وہ صبر کا نمونہ ہوتے ہیں، صبر کا پہاڑ ہوتے ہیں، ایک، دو مرتبہ انہوں نے اس سے کہا کہ تم مجھے جانے دو، تم میرا راستہ کیوں روک رہے ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ اس نے اس بات کا حوالہ دیا کہ میں نے کہا تھا کہ بھنگ کا پیالہ پی لو، ورنہ پچھتاؤ گے، اب میں تم کو اندر جانے نہیں دوں گا، آخر وہ مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

تین رات تک یہی ہوتا رہا، دوسری رات بھی اس نے راستہ روک لیا، تیسری رات میں بھی اس نے راستہ روکا، تیسری رات میں یہ معاملہ ہوا کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اندر جانے کے لئے زور لگایا، اور کوشش کی، تو دونوں کی آپس میں تُو تُو میں میں ہوئی، اس نے کہا کہ میں جانے نہیں دوں گا، انہوں نے کہا کہ مجھے جانے کیوں نہیں دیتے؟ تو اسی دوران اندر سے سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک آئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ او کتے! ان کو اندر آنے کیوں نہیں دیتا؟ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ فوراً دروازے سے ہٹ گیا، اور شیخ کہتے ہیں کہ میں الحمدللہ! اندر داخل ہوا، اور مجھ کو حسبِ معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی۔

اللہ والے کو ستانے کا انجام

جب میں نیند سے بیدار ہوا، تو میں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ چلو بھئی! اس شخص کو دیکھنے چلیں، جس نے میرا راستہ روکا تھا، کہ وہ کس حال میں ہے؟ حضرت شیخ اپنے شاگردوں کے ساتھ دہلی کے باہر وہاں پہنچے، جہاں وہ مقیم تھا، دیکھا کہ اس کے شاگرد باہر بیٹھے ہوئے بھنگ گھوٹ رہے تھے، حضرت شیخ نے ان سے جا کر پوچھا کہ تمہارا پیر کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ آج اندر سے باہر نہیں آئے، کافی دیر ہوگئی، روزانہ تو سویرے نکل آتے ہیں، لیکن آج ابھی تک نہیں آئے، تو حضرت نے کہا کہ تم نے یہاں سے کسی اور کو جاتے ہوئے بھی دیکھا ہے؟ تو انہوں کہ ہاں! ہم نے یہاں سے ایک کالے کتے کو جاتے ہوئے دیکھا ہے، اور آپ نے کہا چلو! تم جھونپڑے میں جا کر دیکھو تمہارا پیر نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ رات کو ہمارے سامنے اندر گئے تھے۔

حضرت نے کہا چلو! دیکھتے ہیں، شیخ شاگردوں کو لے کر اندر گئے، تو اندر کوئی بھی نہیں تھا، تب شیخ نے اُن سب کو جمع کیا، اور اُن کے سامنے اپنا سارا واقعہ بیان کیا، اور فرمایا کہ دیکھو! تمہارا پیر گمراہ تھا، اُس نے تمہیں غلط راستے پر لگایا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے کتے! یہاں سے ہٹ جا! تو میں سمجھ گیا تھا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے کی وجہ سے وہ کتا بن جائے گا، اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لگ گئی، کتے کہہ کر خطاب کرنا بددعا تھی، تم نے یہاں سے کتے ہی کو نکلتے ہوئے

دیکھا ہے، لہٰذا تم ان حرکتوں سے توبہ کرو، دیکھو! تمہارے پیر کا کیا انجام ہوا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا انجام بھی خراب ہو، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی بات میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر ڈالا کہ وہ سارے تائب ہوگئے، اور حضرت شیخ اُن کو توبہ کروا کر واپس تشریف لائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقۂ جاریہ

ان ایک بزرگ کی وجہ سے آج پورے ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش حدیث سے جگمگا رہا ہے، جتنے بڑے بڑے مدرسے ہیں، ان میں دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، اور دورۂ حدیث کے اندر حدیث کی ساری بڑی کتابیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، یہ ان کا کتنا بڑا صدقۂ جاریہ ہے! ان میں لاکھوں طلبہ ہر سال دورۂ حدیث شریف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتیں پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں، وہ **قال اللّٰہ وقال الرّسول** پڑھ کر عالم بنتے ہیں، ان میں بہت سے پھر اسی خدمت میں لگ جاتے ہیں، اور نسل در نسل اور عرصہ دراز سے **الحمدللّٰہ**! یہ سلسلہ چل رہا ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

واقعات سے سبق لیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق ہونے کا انعام دیکھو! کتنے بڑے انعام سے مالا مال ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی خوش اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے حدیث پھیلائی اور یہ عمل ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنا، یہ بزرگوں کے واقعات ہمارے لئے باعثِ سبق ہیں، اس میں

ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں اور ان کے حالات کو دیکھیں، ہم تو بس! دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں، بس! رات دن ہمارے پاس ایک ہی کام ہے کہ دنیا جمع کریں، دنیا اکٹھی کریں، دنیا کھائیں، دنیا پئیں، دنیا اوڑھیں، ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ہماری منزل کونسی ہے؟ اسی وجہ سے ہم اس دنیا کے اندر ذلیل وخوار اور پست ہیں، اور یہ بزرگ دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی فلاح یاب ہو گئے۔

ساری رات ایک آیت کی تلاوت

دیکھئے! سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے کتنی محبت اور اس کی کتنی فکر تھی! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تحریر فرمائی، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ایک ہی آیت کی تلاوت میں پوری رات گزاری، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کو بار بار دُہراتے رہے، دُہراتے رہے، یہاں تک کہ رات گزر گئی، وہ آیت یہ تھی کہ:

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ O (المائدہ: آیت ۱۱۸)

ترجمہ

اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں ہی، اور اگر آپ انہیں معاف فرما دیں تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل"

(آسان ترجمۂ قرآن)

گنہگاروں کی مغفرت کرنا بھی حکمت سے ہوگا، یہ آیت قرآن شریف میں اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقولے کے طور پر بیان فرمائی ہے، اس آیت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی قوم کے حق میں دعا مانگی تھی، چونکہ یہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے عین مطابق ہے، اس لئے سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر کے مغفرت کی دعا مانگی اور درخواست کی، اب سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت دیکھو! اپنی امت سے محبت دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو اپنی امت کے حق میں مانگ رہے ہیں، اس دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست فرما رہے ہیں، اور ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، بار بار، یہاں تک کہ ساری رات اسی میں گزار دی، اور کون سا ایسا مسلمان ہے، جو سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت سُنے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عاشق نہ ہو؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر اس قدر شفیق اور مہربان ہیں اور آپ کو اپنی امت کی اس قدر فکر ہے، تو پھر ہمیں بھی ان کے قدموں کو چومنا چاہئے، ان کی سنتوں کو تھامنا چاہئے۔

امت کو جہنّم سے بچانے کی مثال

دوسری حدیث سے آپ امت کو جہنم سے بچانے کی فکر کا اندازہ لگائیے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے، جیسے کسی آدمی نے آگ روشن کی،

اور جب آگ روشن ہوتی ہے، تو آپ کو معلوم ہے کہ پروانے اس میں گرنے لگتے ہیں، اور جل کر مرنے لگتے ہیں، تو پروانے آگ کے اندر گرنے لگے، اور میں ان پروانوں کو آگ سے ہٹاتا ہوں، لیکن وہ زبردستی ان میں گھس جاتے ہیں، گر گر کر مرتے جاتے ہیں، فرمایا: یہی میرا حال ہے کہ میں تم کو پکڑ پکڑ کر دوزخ سے نکالتا ہوں، لیکن تم زبردستی بداعمالیاں کر کے اس میں گھسے جاتے ہو، یعنی میں تم کو دوزخ والے اعمال سے روکتا ہوں، اور تم انہیں کئے جاتے ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ زبردستی دوزخ میں گھسے جاتے ہو۔

محبت کا اصل تقاضا

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی کتنی فکر تھی کہ میری امت کسی طرح دوزخ سے بچ جائے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا کتنا اہتمام تھا! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت سے محبت کی دلیل ہے، اگر ہمیں ایسی مہربان ذات سے محبت نہ ہو، اور سنت کو عمل میں لانے کی فکر نہ ہو، تو اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

اب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بنائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قربان ہونے والا بنائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنانے والا بنائے، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

محبت کی اہمیت

(۲)

شرحِ مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۳۶)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۸ دسمبر ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمِنُ به ونتوكّل عليه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا مَن يّهدِهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن يُضللهُ فلا هَادِیَ لَهٗ وأشهد أن لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدهٗ لاشريك لهٗ وأشهد أنّ سيّدنا ونَبِيَّنَا ومولانَا محمداً عبدهٗو رسولهٗ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وعلٰى آلِهٖ و أَصحَابِهٖ و بارك وسَلَّمَ تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم
بسم اللّٰه الرحمٰن الرّحيم
قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ . (آل عمران: آیت نمبر:۳۱)

ترجمہ

کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے خاطر تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔

میرے قابلِ احترام بزرگو!

غالب اور مغلوب محبت

اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، یوں تو ہر

مسلمان کو حاصل ہے، لیکن اس کا اعلیٰ درجہ کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اور اس درجے کو حاصل کرنا چاہئے، اور وہ درجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں، ہمارے اور آپ کے دل میں، اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ساری چیزوں سے زیادہ ہو جائے، اللہ شانہ اور سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے علاوہ عام طور پر جن جن لوگوں کی محبت دلوں میں ہوتی ہے، جیسے ماں باپ کی محبت، میاں بیوی کی محبت، بہن بھائیوں کی محبت، دوست احباب کی محبت، عزیز واقارب کی محبت، اپنے محسنین کی محبت، مال ودولت کی محبت، سونے چاندی کی محبت، زمین ومکان کی محبت، ان تمام کی محبت مغلوب ہو، اللہ جلّ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب ہو۔ یہ بہت بڑی دولت اور بہت بڑی نعمت ہے۔

ہمارا ایک عام مرض

یہ اللہ جلّ شانہ کی تابعداری اور فرمانبرداری کرنے کا، ظاہر اور باطن کو سنوارنے کا عجیب وغریب نسخہ ہے، یہ ہمارا ایک عام مرض ہے کہ ہمارے اندر کاہلی اور غفلت پائی جاتی ہے، نیک کام کے انجام دینے میں، شریعت پر چلنے میں، اور ہر موقع پر شریعت کو مقدم کرنے کے سلسلے میں سستی پائی جاتی ہے، اسی طرح جب کوئی گناہ کا موقع آجاتا ہے، تو عام طور پر ہم لوگ فیل ہو جاتے ہیں، نفس وشیطان ہم پر غالب آجاتے ہیں، ہم ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں، اور گناہ کر بیٹھتے ہیں، بعد میں بعض لوگ توبہ بھی کر لیتے ہیں، اور بعض توبہ بھی نہیں کرتے، چنانچہ رات دن ہم سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، غیبت کا

موقع آئے گا، وہ کر بیٹھیں گے، فضول اور لایعنی گفتگو اور بے مقصد کام کرتے رہیں گے، بے فائدہ مجلس جمانے کا موقع آئے گا، وہ کر بیٹھیں گے، زبان درازی کا موقع آئے گا، تو زبان کھول بیٹھیں گے، جو چاہیں گے بول دیں گے، چاہے بعد میں شرمندگی ہو، لیکن اس وقت جو ہوسکتا ہے، وہ کر گزرتے ہیں، لڑائی کا موقع ہو، لڑ پڑیں گے وغیرہ۔

کوتاہی سے بچنے کا نسخہ

بہرحال جب گناہوں کا موقع آتا ہے تو ہم بہت کم بچتے ہیں، زیادہ تر گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتے ہیں، یہ ہماری ایک عام اور بڑی زبردست کوتاہی ہے، اس کا بھی علاج اسی دولت اور نعمت میں ہے، کہ اگر ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے ماسوا کی محبتوں پر غالب آجائے، تو گناہوں سے بچنا بہت آسان ہو جائے گا، کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی، خود ہی اس کو گناہ سے بچنا آسان معلوم ہوگا، فرائض وواجبات اور اعمالِ صالحہ کی انجام دہی پھول کی طرح آسان معلوم ہوگی، یہ کتنی بڑی دولت، کتنی بڑی نعمت اور کتنی اہم بات ہے۔

شکوک وشبہات کا علاج

اس کا ایک اور بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو پڑھے لکھے اور جدید تعلیم یافتہ لوگ ہوتے ہیں، ان کو اکثر اسلام کے احکام میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں، اس بناء پر وہ طرح طرح کے سوالات کرتے رہتے ہیں، شبہات نکالتے رہتے ہیں جس کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی اور دین کی عظمت ومحبت کا دل میں نہ ہونا ہے،

اس بناء پر پھر وہ آکر علمائے کرام سے پوچھتے رہتے ہیں، اور ان پوچھنے والوں میں سے بعض کو تسلی بھی نہیں ہوتی، یہ شکوک وشبہات کا پیدا ہونا بہت خطرناک بیماری ہے، اور انتہائی خطرناک مرض ہے، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ ایمان کا طوطا اُڑ جاتا ہے، اللہ بچائے! اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جن سے انسان کو طبعی محبت ہوتی ہے، وہاں کہیں بھی شکوک وشبہات پیدا نہیں ہوتے۔

ماں باپ بُرا کیوں نہیں مانتے؟

جیسے ماں باپ کی محبت، کسی کے ماں باپ کتنے ہی بُرے ہوں! پھر بھی اس کو ان سے محبت ہوتی ہے، اور وہ اپنے ماں باپ کی غلط سلط باتوں کی بھی تاویل کر لیتا ہے، اس طرح اولاد کی محبت ہے کہ انسان اولاد کو پالنے میں کتنی تکلیفیں جھیلتا ہے، اولاد کی الٹی سیدھی حرکتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں، کوئی اور کرے، تو اس سے لڑ پڑیں، اس کو ماریں، لیکن اگر وہی حرکتیں اولاد کرے، تو ماں باپ کو مزہ آتا ہے، جیسے داڑھی نوچنا، لات مارنا، اچانک سر پر بیٹھ جانا، کھاتے کھاتے لُقمہ چھین لینا، یا اپنا لُقمہ زبردستی ماں باپ کے منہ میں دے دینا، ان کے سامنے سے پلیٹ اٹھا لینا، رات دن یہ سب کچھ ہوتا ہے، مگر نہ کوئی ماں اور باپ اس پر اعتراض کرتا ہے، اور نہ کوئی دوسرا کہتا ہے کہ کیسی بدتمیز اولاد ہے! اس کو کوئی تہذیب نہیں ہے، سب کہتے ہیں بھئی! بچہ ہے، اگر یہ ایسی حرکتیں نہ کرے، تو انہیں بچہ کون کہے؟ دیکھا! کیسی شاندار تاویل کر لی!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور بچے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آیا، حضرتؒ کی اولاد نہیں تھی، حضرتؒ نے دو شادیاں کیں، لیکن اللہ کی شان! کسی سے بھی اولاد نہیں تھی، اور حضرتؒ کے شیخ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اولاد نہیں تھی، اور جس کی اولاد نہیں ہوتی، اس کو اولاد کا بہت شوق ہوتا ہے، اور حضرت کی طبیعت میں بڑی ظرافت تھی، لطافت تھی، وہ بچوں کو آتے جاتے چھیڑتے بھی تھے، اور پھر بچے جو حرکتیں کرتے، ان سے سبق لیتے تھے۔

ایک دن کسی مرید سے کہا کہ ذرا اپنے بچے کو لے کر آنا، اب اس نے کہا کہ حکیم الامت، مجدّد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچے کو طلب کیا ہے، اپنے بچے تو کبھی ٹوپی کھینچیں، کبھی داڑھی نوچیں، کبھی آگے بھاگیں، کبھی پیچھے بھاگیں، اب کیا کروں؟ ایک ہفتے تک بچے کو سکھایا کہ ادب سے سلام کر کے بیٹھ جانا، ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم پر عمل کرنا، خبردار! وہاں پر اچھلنا کودنا نہیں، بھاگنا دوڑنا نہیں، چلاّنا نہیں، حضرت کے سامنے سیدھے اور باادب بیٹھے رہنا، اب ایک ہفتے تک اس کو خوب مشق کروائی، اور اس کی خوب تربیت کی۔

بچے کو لیکر چلے، پہنچے تو یہ کہا کہ حضرت! یہ میرا بچہ ہے اور بٹھا دیا، اب جیسا باپ نے سکھایا تھا، بچہ ویسا ہی کرتا رہا، گردن جھکائے بیٹھا رہا، اور بچوں کی سی جو حرکتیں تھیں، وہ اس نے نہ کیں، کیونکہ ابا نے منع کیا ہوا تھا، کچھ دیر کے بعد حضرت نے فرمایا

کہ میں نے کہا تھا کہ اپنے بچے کو لیکر آنا، آپ لائے نہیں؟ حضرت! یہ بیٹھا تو ہے، حضرتؒ نے فرمایا: یہ تو تمہارا بھی باوا ہے، تم سے بھی زیادہ باادب بیٹھا ہوا ہے، بچے ایسے تھوڑا ہی ہوتے ہیں، بچے تو وہ ہوتے ہیں، جو کبھی چیخیں، کبھی چلاّئیں، کبھی ٹوپی اتاریں، کبھی رومال کھینچیں، کبھی یہ کریں، کبھی وہ کریں، اسے بچہ کہتے ہیں۔

کڑواہٹ کو مٹھاس بنانے کا طریقہ

چونکہ انسان کو اولاد سے محبت ہوتی ہے، اس لئے ان کی یہ ساری حرکتیں بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح انسان کو جس سے محبت ہو جاتی ہے، پھر اس کی کڑوی کڑوی باتیں بھی میٹھی معلوم ہوتی ہیں، فارسی کا مقولہ ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں شود

ترجمہ

محبت سے کڑوی چیزیں بھی میٹھی ہو جاتی ہیں۔

ناگوار باتیں بھی خوشگوار ہو جاتی ہیں، آدمی کے لئے کڑوی باتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور اس کی باتوں میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے قلب کے اندر غالب ہو جائے اور ان کی محبت سما جائے۔

محبت سے شبہات دور ہوتے ہیں

بہر حال! یہ محبت اور عشق ایسی دولت ہے کہ اس کی وجہ سے سارے شکوک

وشبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے، دل کے اندر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا، کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا، ایمان نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے، یہ محبت کا کتنا بڑا فائدہ ہے! اس لئے اس محبت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور اپنے اندر اس کو پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ اور اس کی دل وجان سے دعا بھی کرنی چاہئے۔

محبت مانگنے کی مسنون دعا

اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنے کی ایک مسنون اور عجیب دعا کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

یا اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں، اور جو شخص آپ سے محبت رکھتا ہو، اس کی محبت مانگتا ہوں، اور (اس) عمل (کی) محبت مانگتا ہوں جو آپ کی محبت نصیب کرے، الٰہی! میرے دل میں اپنی محبت، اپنی جان، اپنے گھر والے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ پیاری بنادے، (آمین)

یا اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما، اور اس شخص کی محبت عطا فرما جس کے ساتھ محبت کرنا میرے لئے آپ کے دربار میں کارآمد ہو، الٰہی! جس طرح آپ نے مجھے میری پسندیدہ نعمتیں عطا فرمائیں، تو اب ان کو آپ ایسے کاموں کی ادائیگی میں قوت کا ذریعہ بھی بنادیں جو آپ کو پسند ہوں ___ یا اللہ! میری جن پسندیدہ نعمتوں کو آپ نے مجھ سے روک لیا ہے، تو اب آپ ان کے خیال سے بھی میرے دل کو خالی کر کے، ایسے کاموں میں لگادیں جو آپ کو پسند ہوں۔ (آمین)

میدانِ عرفات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفقت اور محبت کو جگہ جگہ بیان فرمایا گیا ہے، ایک

جگہ فرمایا:

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ.

(التوبۃ: آیت نمبر ۱۲۸)

ترجمہ

جسے تمہاری بھلائی کی دُھن لگی ہوتی ہے، جو مؤمنوں کے لئے

انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے! (آسان ترجمۂ قرآن: ۱/۶۱۹)

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کی شام، یعنی جب میدانِ عرفات میں نو تاریخ کو وہاں حج ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر شام کو اپنی امت کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، کیونکہ وہ دعا کی قبولیت کا خاص موقع ہے، اس وقت اللہ تعالی کی خاص رحمت بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، تو اللہ تعالی کی طرف سے جواب آیا کہ حقوق العباد کے علاوہ بقیہ گناہوں کی مغفرت کردی، یعنی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حقوق العباد کے علاوہ سارے گناہ معاف کردیئے، لیکن ظالم سے مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا، اور عذاب دیئے بغیر مغفرت نہ ہوگی۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا طریقہ

اس سے اندازہ کرو کہ حقوق العباد کی کتنی اہمیت ہے! حقوق العباد میں کوتاہی، غفلت اور لاپرواہی کس قدر سنگین ہے کہ اللہ تعالی رب العلمین، غفور رحیم، اور رحمٰن

ورحیم ہیں، مانگنے والے رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور میدان عرفات کا ہے، اور عرفہ کی شام ہے، تب بھی اللہ تعالیٰ یہ فرمار ہے ہیں کہ اور دوسرے گناہ معاف ہیں، لیکن حقوق العباد کی معافی نہیں ہوگی۔

''حقوق العباد'' نامی کتاب کا تعارف

بیچ میں ایک بات عرض کردوں کہ ایک کتاب کا نام ہے''حقوق العباد'' اور وہ صوفی محمد اقبال قریشی صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمائی ہے، جس میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات اور ان کی دیگر تصنیفات میں سے، انہیں حقوق العباد سے متعلق جو باتیں ملیں ہیں، وہ انہوں نے جمع کردی ہیں، یہ کتاب ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہونی چاہئے، اور ہمیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئے، کبھی کبھی بیان کے دوران کسی کتاب کا ذکر کردیا کرتا ہوں، جو میرے علم میں ہوتی ہے، اس کو نوٹ کرلیا کریں، وہ کتابیں بہت اہم ہوتی ہیں، اور ان کے پڑھنے سے بہت زیادہ ان شاء اللہ تعالیٰ نفع کی امید ہے، یہ موقع نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے حقوق العباد کی تفصیل بیان کروں۔

حقوق کے علم کی اہمیت

حقوق العباد کے علم کی ہم میں سے ہر ایک کو بے حد ضرورت ہے، اس کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ کتاب بتادی جائے، اور ہم اس کا مطالعہ کرلیں، اور ہمیں پتہ چل جائے کہ حقوق العباد کیا ہیں؟ بندوں کے حقوق کیا ہیں؟ ان کو کس طرح

ادا کرنا چاہئے؟ اس طرح ہمارے علم میں اضافہ ہوتا رہے گا، عمل کی اصلاح ہوتی رہے گی، اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ جب تک ہم جانیں گے نہیں، عمل کیسے کریں گے؟ عمل کرنے کے لئے جاننا ضروری ہے، اور جاننا علم سے آئے گا، اور علم عام طور سے کتابوں سے آتا ہے، اور اس کے اور بھی ذریعے ہیں، لیکن اس کا اہم ذریعہ کتابیں ہیں، آدمی کو کتابیں پڑھنے سے علم آتا ہے، اس لئے ہمیں علم حاصل کرنے کی طرف پیہم متوجہ رہنا چاہئے، اس کے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح معنی میں حاصل نہیں ہوسکتی۔

حقوق العباد سے درگزر کی دعا

حق تعالیٰ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، لیکن حقوق العباد کو مستثنیٰ فرمادیا کہ میں حقوق العباد معاف نہیں کروں گا، جس نے جس پر ظلم کیا ہوگا، جس نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، جس نے کسی کو ستایا ہوگا، جس نے کسی کو پریشان کیا ہوگا، جس نے کسی کا جانی، مالی نقصان کیا ہوگا، اس کو جب تک میں بدلہ نہیں دلواؤں گا، معاف نہیں کروں گا، اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ یا اللہ! اگر آپ چاہیں، تو مظلوم کو جس پر ظلم کیا گیا ہے، اس کے حق کے عوض جنت کی نعمتیں دے دیں، اور اس کو راضی کردیں، اور ظالم کی مغفرت فرماسکتے ہیں، آپ ایسا کرلیں، دیکھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کا کتنا خیال فرمارہے ہیں! کہ جس نے کسی کے اوپر

زیادتی کی ہے، اس کو آپ جنت کی نعمتیں دے دیں، ظاہر ہے کہ وہ جنت کی نعمتیں لے کر راضی ہو جائے گا، دوسری طرف جو ظالم ہے، یا اللہ! آپ اس کو معاف فرما دیں، مگر اس شام یہ دعا قبول نہیں ہوئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی کوشش فرما رہے ہیں۔

مزدلفہ میں دعا قبول ہوگئی

پھر عام طور پر عرفات سے سارے حاجی شام کو مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہو جاتے ہیں، اور پھر رات مزدلفہ میں گزارتے ہیں، اور یہ رات بھی بڑی فضیلت کی رات ہے، اور دعا کی رات ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ پہنچے، وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ دعا مانگی، اندازہ کرو! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے کتنے فکرمند ہیں! پھر کیوں نہ ہم ان سے سب سے زیادہ محبت کریں، جو ہمارے لئے اتنی فکر فرما رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں یہ دعا کی، یا اللہ! میری امت کی حقوق العباد کی کوتاہیاں بھی معاف فرما دیجئے، آپ مظلوم کو جنت کی نعمتیں دے دیجئے گا، اور اس کو راضی کر دیجئے گا، ظالم کو اپنی رحمت سے معاف کر دیجئے گا، مغفرت فرما دیجئے گا، تو مزدلفہ میں دعا قبول ہوگئی۔

شیطان کی ہائے ہائے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے قبول ہونے کے بعد ہنسے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنسی کی وجہ دریافت کی کہ حضور! آپ کو کیوں

ہنسی آئی؟ اس پر ارشاد فرمایا! کہ جب ابلیس کو یعنی شیطان کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے، اور میری امت کی مغفرت فرمادی ہے، تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالنے لگا، اور ہائے ہائے کرنے لگا کہ ہائے مرگیا! ہائے مرگیا! یہ کیا ہوگیا؟ یہ کیا ہوگیا؟ تو مجھے شیطان کے اضطراب اور بے چینی کو دیکھ کر ہنسی آگئی، اندازہ لگاؤ! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے اللہ تعالی کی بارگاہ میں اصرار فرمارہے ہیں، بار بار دعا فرمارہے ہیں، لیکن اس دعا کی قبولیت کا مطلب بھی سمجھ لیں۔

حقوق سے درگزر کا صحیح مطلب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب خوب چوری کرو، خوب ڈاکہ ڈالو، خوب گھونسے مارو، خوب زبان درازی کرو، اور جو چاہے کرو، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کر رکھی ہے، مغفرت کی دعا ہوگئی، تو جو چاہے کرو، یہ مطلب نہیں ہے۔

اس حدیث میں دعا کے قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی کے ساتھ زیادتی کریں گے، کسی پر ظلم کریں گے، کسی کو تکلیف دیں گے، کسی کا ناحق مال کھائیں گے، ناجائز طریقے سے مال بٹوریں گے، یا شوہر بیوی پر اور بیوی شوہر پر ظلم کرے گی، عزیز واقارب ایک دوسرے کو ستائیں گے، اور پریشان کریں گے، یا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مارے گا، پیٹے گا، اس کی زمین، مکان، دوکان غصب کرے گا، تو شاید ان سب کاموں کی وجہ سے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا پڑے،

اور کبھی بھی اس کی بخشش نہ ہو، دعا قبول ہونے سے پہلے یہ احتمال تھا۔

حقوق کا بدلہ نیکیاں

اب یہ احتمال نہ رہا کہ اب کوئی حقوق العباد میں کوتاہی کرے گا، کسی کی حق تلفی کرے گا، تو اس کوتاہی کے گناہ کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، بلکہ دوزخ میں جانا پڑے گا، اور اپنے کئے کی سزا پانی پڑے گی، یا تو دنیا ہی میں اپنی معافی تلافی کرلے، دنیا ہی میں معافی مانگ لے، یا اس کا حق ادا کردے، اور اگر دنیا میں حق ادا نہیں کرسکا، اور آخرت میں مظلوم نے اس پر رحم کھا کر معاف کردیا، تو معافی ہوجائے گی، ورنہ اپنے کئے کی سزا پانے کے لئے دوزخ میں جانا پڑے گا، اور بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ مظلوم کو ظالم کے ظلم کے بقدر نیکیاں دلوائی جائیں گی، حساب برابر کیا جائے گا، تب جا کر جان چھوٹے گی، اور بخشش ہوگی، ورنہ دوزخ میں جانا پڑے گا، لیکن دوزخ سے بالآخر ایمان کی بدولت ان شاء اللہ نکل ہی جائے گا، اس حدیث کا ایک مطلب یہ ہے۔

حقوق سے درگزر کی شرط

اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ "کسی کسی کے ساتھ یہ معاملہ بھی ہوگا"، اور یہ کسی کسی کے ساتھ" کا جملہ یاد رکھنا، کہیں قطعی طور پر اپنے ساتھ بھی سمجھنے لگو، کہ مظلوم کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے جنت کی نعمتیں دے کر راضی فرمادیں گے، اور اس سے اس کو معافی کا پروانہ دلوادیں گے، چنانچہ حضرات علماء کرامؒ نے لکھا.... ذرا کان کھول

کر لیں..... کہ یہ خاص معاملہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جو دنیا میں کسی پر زیادتی کرنا نہیں چاہتے تھے، کسی کو ستانا نہیں چاہتے تھے، کسی کو پریشان نہیں کرتے تھے، اتفاق سے کوتاہی ہوگئی، ایسے لوگ اسی وقت معافی مانگ لیتے ہیں، ورنہ مرنے سے پہلے معافی وتلافی کا اہتمام کر لیتے ہیں، اتفاق سے اس کا بھی موقع نہیں ملا، اور اس مظلوم نے بھی معاف نہ کیا، اور اس حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ یہ خصوصی کرم فرمائیں گے کہ ان کے مظلوم کو اپنے پاس سے دیکر راضی فرمادیں گے، پھر اس سے کہیں گے کہ اب تم راضی ہوگئے ہو، تو اس کو بھی چھوڑ دو اور معاف کر دو!۔

ایک عجیب حدیث

ایک حدیث میں ہے کہ بعض موقعوں پر اللہ پاک ایسی مہربانی کا معاملہ فرمائیں گے کہ اہلِ محشر کے سامنے جنت کی نعمتیں کر دیں گے، انہیں جنت کے حالات اور باغات دکھادیں گے، انہیں وہاں کی بہاریں دکھلائیں گے، تو بعض لوگ انہیں دیکھیں گے، تو دل میں کہیں گے کہ ارے! کیسی بڑھیا بڑھیا نعمتیں ہیں! ایسے اونچے اونچے اور شاندار محل ہیں! ایسے ایسے خوبصورت مکان، ایسے ایسے عمدہ باغات تو کسی اللہ کے نبی یا اللہ والے کو ملیں گے، ہم اور آپ کہاں ان نعمتوں کے لائق ہو سکتے ہیں!

اس کے بغل میں کھڑا ہوا ایک فرشتہ کہے گا کہ یہ نعمتیں تمہیں بھی مل سکتی ہیں، وہ کہیں گے کہ یہ نعمتیں ہمیں کہاں مل سکتی ہیں؟ ہم اس قابل کہاں ہیں! وہ فرشتہ کہے

گا کہ فلاں شخص نے تمہارے ساتھ جو زیادتی کی تھی، وہ معاف کر دو، یہ نعمتیں تمہیں مل جائیں گی، اللہ اکبر! وہ کہے گا کہ میں نے معاف کر دیا، تو اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں اس کو دے دیں گے، اور اس طریقے سے اس کو راضی کر لیں گے، اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں، اور سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رحمۃ للعٰلمین ہیں، اس لئے ضرور ان سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

محبت کو غالب کرنے کا طریقہ

(۳)

شرحِ مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۳۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۴ جنوری ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلِہٖ و أَصحَابِہٖ و بارکَ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

قُلْ إِن کُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (آل عمران: آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ

کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے خاطر تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، (اور) بڑے مہربان ہیں۔

مسلمانوں کی پانچ قسمیں

میرے قابلِ احترام بزرگو!

اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بیان

چل رہا ہے، آج امید ہے کہ ان شاء اللّٰہ یہ پورا ہو جائے گا، اللہ جلّ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وہ عظیم دولت ہے، جس کو بھی حاصل ہو جائے، اس کو دونوں جہاں کی کامیابی حاصل ہو جائے گی، لہٰذا اس محبت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس محبت کو حاصل کرنے میں نہ بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے، نہ مشقت کی ضرورت ہے، یہ بہت ہی آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے، اس کے لئے کچھ بھی کرنا نہیں پڑتا، یعنی مال و دولت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، مال و دولت خرچ کئے بغیر یہ عظیم دولت حاصل ہو سکتی ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی پانچ قسمیں ہیں، اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور عشق رکھنے والے مسلمانوں کی قسم، ان پانچ قسموں میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

پہلی اور دوسری قسم کے مسلمان

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک قسم وہ ہے، جو دین پر بالکل عمل نہیں کرتی، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں، نہ ذکر کرتے ہیں، نہ تلاوت کرتے ہیں، نہ گناہوں سے بچتے ہیں، رات دن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، یہ نام کے مسلمان ہیں، ان کا دین اور شریعت پر کوئی عمل نہیں ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی دین پر عمل کی توفیق دیں۔

دوسری قسم مسلمانوں کی وہ ہے، جو دین پر چلتے ہیں، اور شریعت پر عمل کرتے ہیں،

لیکن ریاکاری اور دکھاوے کی نیت سے کرتے ہیں، نام ونمود کی غرض سے کرتے ہیں، شہرت حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، تاکہ لوگ ان کو عابد اور زاہد سمجھیں، نیک سمجھیں، حاجی نمازی سمجھیں، دیندار اور اللہ والا سمجھیں، یہ مسلمانوں کی قسم ایسی ہے، جو محنت تو کرتے ہیں، لیکن ان کی محنت اکارت جاتی ہے، یعنی اگر وہ ساری عمر اس طرح ریاکاری کی غرض سے عمل کرتے رہیں گے، تو زندگی بھر کی محنت بے کار جائے گی، اس لئے کہ دکھاوا اور ریاکاری حرام ہے، اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اس پر ثواب ملنے کی بجائے اُلٹا عذاب ہوگا، اور وہ عذاب بھی حدیث سے ثابت ہے۔

ریاکاروں کا انجام

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین آدمی پیش ہوں گے، ایک شہید، ایک سخی، اور ایک عالم۔ اللہ پاک اُن سے فرمائیں گے کہ ہم نے تم کو جو نعمتیں عطا کی تھیں، وہ تم نے کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دیں گے، شہید کہے گا کہ یا اللہ! میں نے سب کچھ یہاں تک کہ جان کو بھی آپ کی بارگاہ میں قربان کردیا تھا۔ سخی کہے گا کہ یا اللہ! میں نے سارا مال و دولت آپ کے راستے میں خرچ کردیا تھا۔ عالم کہے گا کہ میں نے پڑھا، اور زندگی بھر پڑھایا، اور اس طرح اپنی عمر کو ختم کردیا۔

اللہ پاک فرمائیں گے کہ تم تینوں نے جھوٹ کہا، جو کچھ تم نے کیا تھا، ہمارے واسطے نہیں کیا تھا، بلکہ شہرت اور ناموری کے لئے کیا تھا فقد قیل، وہ تم کو دنیا میں کہہ

دیا گیا، شہید کو شہید کہہ دیا گیا، سخی کو حاتم طائی کہہ دیا گیا، عالم کو استاد العلماء کہہ دیا گیا، لہٰذا ہمارے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ ان کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ العیاذ باللّٰہ!

دوسری قسم کے مسلمانوں کی مثال

اس دوسری قسم کے مسلمانوں کی مثال بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے، کہ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے بعض دفعہ گاڑی دلدل میں پھنس جاتی ہے، جتنا چلاؤ، اتنا ہی دھنستی چلی جاتی ہے، جتنا بھی اسٹارٹ کرو، جتنا بھی انجن تیز چلاؤ، اتنا ہی وہ اور اندر گھستی چلی جاتی ہے، آگے نہیں بڑھتی، اسی طرح اس قسم کے مسلمانوں کی محنت رائیگاں اور بے کار ہے۔ اس لئے ریاکاری اور دکھاوے سے بہت زیادہ بچنا چاہئے، جو عمل بھی کریں، خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کریں۔

تیسری قسم کے مسلمان

تیسری قسم ان مسلمانوں کی ہے، جو اخلاص سے دین اور شریعت پر چلتے ہیں، لیکن صرف ظاہری احکام پر عمل کرتے ہیں، باطنی احکام پر عمل کرنے سے غافل ہیں،

شریعت میں دو قسم کے احکام ہیں، کچھ ظاہری احکام ہیں، کچھ باطنی احکام ہیں۔ ظاہری احکام تو سب ہی جانتے ہیں، جیسے نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، صدقہ ہے، خیرات ہے، حلال کمانا ہے، اچھی عادات واطوار کو اپنانا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ

احکامِ ظاہرہ کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ ان احکام پر عمل کرتے ہیں، لیکن باطنی احکام پر نہیں چلتے، شریعت نے کچھ احکامِ باطنہ بھی دیئے ہیں، یعنی ایسے کچھ احکام بھی دیئے ہیں، جو ہمارے باطن سے متعلق ہیں، جن کی طرف بہت کم لوگوں کو توجہ ہوتی ہے، جیسے صبر ہے، شکر ہے، زُہد ہے، ورع ہے، تقویٰ ہے، اسی طرح باطن کے گناہ بھی ہوتے ہیں، جن سے بچنے کا حکم ہے، اور ان سے بچنا ضروری ہے، جیسے بغض، کینہ، حسد، نخوت، کبر وغیرہ، یہ احکامِ باطنہ ہیں، جن کا تعلق ہمارے باطن اور دل سے ہے، ان کی طرف ان لوگوں کی کوئی توجہ نہیں ہے، ان پر عمل نہیں ہے، انہوں نے صرف ظاہری احکام کو اختیار کرلیا، اور اخلاص سے اختیار کیا، لیکن باطنی احکام کو پسِ پشت ڈال دیا۔

یہ تیسری قسم کے مسلمان ہیں، اور ایسے مسلمان معاشرہ میں بہت ہیں، وہ بھی ناقص اور ناتمام ہیں، ایسے افراد جس طرح عوام میں بکثرت ہیں، اسی طرح مساجد اور مدارس اور دینی حلقوں میں بھی بکثرت ہیں، کیونکہ مدارس میں بھی احکامِ باطنہ اور باطن کی اصلاح وتربیت کی طرف توجہ بہت کم ہے، جس کی وجہ سے ظاہری احکام پر عمل بھی ناقص ہے، باطن کے احکام پر تو عمل ہے ہی نہیں۔

تیسری قسم کے مسلمانوں کی مثال

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے مسلمانوں کی یہ مثال دی ہے کہ جیسے بعض مرتبہ گاڑی کی بیٹری کمزور ہو جاتی ہے، تو اس کو دھکیلنے کے لئے دھکّا دینا پڑتا ہے، کیونکہ دھکّا دینے سے ذرا سا چلتی ہے، پھر ٹھہر جاتی ہے، ذرا سی چلتی ہے، پھر ٹھہر جاتی ہے، اگر اسٹارٹ نہ ہو، تو تھوڑی دور جا کر دھکّا دینے والے تھک جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں

کہ ایسی گاڑی بھئی! اسکی بیٹری بالکل ڈاؤن ہوگئی، اب نئی ڈلوالو، وہ اسٹارٹ نہیں ہورہی، منزل پر پہنچانا تو دور کی بات ہے، اس کا چند قدم بھی چلنا مشکل ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تیسری قسم والے مسلمان دین پر برائے نام چل رہے ہیں، کیونکہ مطلوبِ شرعی یہ ہے کہ شریعت کے ظاہری احکام کو بھی اختیار کیا جائے، اور باطنی احکام کو بھی اختیار کیا جائے۔ اور ہمارے مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے احکام سیکھیں، اور پھر ان پر عمل کرنے کا اہتمام کریں۔

چوتھی قسم کے مسلمان

چوتھی قسم ان بعض مسلمانوں کی ہے، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم باطن سے مالا مال ہیں، اور باطن کے احکام پر پوری طرح عمل پیرا ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں، لیکن وہ ظاہری احکام میں بالکل صفر ہیں، اُن کا احکامِ ظاہرہ کے اوپر کوئی عمل نہیں ہے، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں، نہ حج کرتے ہیں، نہ زکوٰۃ دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بس! ہم پہنچ گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ حضرت! بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ پہنچ گئے، لہٰذا ہمیں ظاہری احکام پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، فرمایا: ہاں! جہنّم تک پہنچ گئے، **العیاذ باللہ**۔ اس لئے کہ جس طرح باطن کے احکام ہیں، اُن میں فرائض و واجبات ہیں، اور ممنوعات و کبائر ہیں، ایسے ہی احکامِ ظاہرہ میں بھی فرائض و واجبات ہیں، اور بہت سے ممنوعات ہیں جو کبائر ہیں۔

مرتے دم تک شریعت کا اتباع

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ اگر میری ایک ہزار سال عمر ہو، تب بھی فرض و واجب تو دور کی بات ہے، میں نفلی وظیفہ بھی ترک نہ کروں، کیونکہ شریعت میں جو اعمال کے درجات ہیں جیسے فرض ہے، واجب ہے، سنّت ہے، مستحب ہے، یہ سب کام درجہ بدرجہ کرنے کیلئے ہیں۔ اس طرح جو ممنوعات میں درجات ہیں جیسے حرام ہے، ناجائز ہے، مکروہِ تحریمی ہے، مکروہِ تنزیہی ہے، خلافِ اولی ہے، یہ درجہ بدرجہ بچنے کے لئے ہیں، تو کوئی بھی عمل چھوڑنے کے لئے نہیں ہے، جب تک جان میں جان ہے، اور ہوش وحواس بجا ہیں، شریعت کا اتباع ضروری ہے۔

کرامت محمود ہے، مطلوب نہیں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا، اور دس سال خدمت میں رہا، ایک دن کہنے لگا کہ حضرت! آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے، لیکن آج تک کوئی کرامت نہیں دیکھی؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہ بتاؤ کہ دس سال میں تم نے میرا کوئی عمل خلافِ سنّت بھی دیکھا؟ اس نے کہا کہ نہیں! حضرت نے فرمایا کہ اس سے بڑی کرامت کیا دیکھو گے؟ وجہ یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنا مقصود ہے، اور مطلوب ہے، کرامت مطلوب نہیں، ہاں محمود اور پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، (آمین)

پانچویں قسم کے مسلمان

پھر حضرت نے پانچویں قسم بیان فرمائی کہ پانچویں قسم ان مسلمانوں کی ہے، جو شریعت کے ظاہری احکام پر بھی عمل پیرا ہیں، اور باطنی احکام پر بھی عمل پیرا ہیں، ان کے ظاہر اور باطن دونوں شریعت کے مطابق ہیں، ظاہری احکام پر بھی اخلاص سے عمل کررہے ہیں، باطنی احکام پر بھی اخلاص سے عمل کررہے ہیں، اور ان کی علامت یہ ہے کہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہ ان پانچ قسموں میں سب سے اعلیٰ قسم کے مسلمان ہیں، اور ان پانچ قسموں میں یہی قسم مطلوب اور مقصود ہے، اس قسم میں اپنے آپ کو داخل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

سچا اور پکا مسلمان بننے کا طریقہ

اس قسم میں داخل ہونے کے لئے شریعت پر پورے طور پر عمل کرنا ضروری ہے، اور اس قسم میں داخل ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ جلّ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے ماسوا کی محبت پر غالب ہوگی، یہ اس کی علامت ہے، اور یہی اس کے حصول کا ذریعہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو باقاعدہ حاصل کیا جائے، اور اس کو اپنے دل میں رچایا جائے، رگ رگ میں اللہ جلّ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بسایا جائے، اور

اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر مٹایا جائے، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین۔

اللہ جلّ شانہ بھی اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے، اور سرکارِ دو عالم، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے امتیوں پر بہت ہی شفیق ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔

میری امّت! میری امّت!

اب آپ کے سامنے ''حیاتُ المسلمین'' سے ایک حدیث پڑھی جاتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی وہ آیتیں پڑھیں، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی اپنی امت کے لئے دعائیں مذکور ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اور بارگاہِ الٰہی میں اپنی امت کے لئے عرض کیا کہ یا اللہ! میری امت! میری امت! حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے کہ وہ کیوں ''میری امت! میری امت'' فرمارہے ہیں؟ لیکن تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور ان سے رونے کا سبب دریافت کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو رو کر فرمایا کہ یا اللہ! میری امت کی مغفرت فرما، میری امت کی مغفرت فرما۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب راضی ہوں گے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی نجات اور اس کی مغفرت کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا: کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہہ دو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، غمگین نہیں کریں گے، اللہ اکبر!

اس حدیث کی تشریح میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد بھی جہنم میں جلتا رہے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خوش نہ ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک خوش اور راضی نہیں ہوں گے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک امتی دوزخ سے نکل کر جنت میں نہیں جائے گا۔

جب اللہ جلّ شانہ نے اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی دوزخ میں باقی نہیں رہے گا،

اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! اس ذات کی برکت سے اتنی بڑی دولت اور سعادت حاصل ہوئی ہے، اگر ان سے محبت نہیں کرو گے، تو کس سے محبت کرو گے؟ اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہو، یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہو، اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہو۔

گنہگار کے دل میں محبت

دوسری حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ نامی ایک شخص تھا، جس کا لقب حمار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب نوشی پر ایک مرتبہ سزا دی، پھر دوبارہ شراب نوشی پر گرفتار کر کے لایا گیا، اور ان کو سزا دی گئی، حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو! کہ کس کثرت سے اس کو سزا دی جاتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو، واللہ! میں جانتا ہوں، یہ شخص اللہ جلّ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اور اس کے حبیب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کتنا بڑا فائدہ ہے! کہ اتنا بڑا گناہ کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوپر لعنت کرنے سے منع فرما دیا، تو بھئی! اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے شفیق ہیں، ان دونوں حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ہی شفقت بیان کی گئی ہے، لہٰذا جب وہ اتنے شفیق اور اتنے مہربان ہیں، تو پھر ہمارے دل میں بھی اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑھ کر محبت ہونی چاہئے۔

محبتِ حق پیدا کرنے کا طریقہ

اس محبت کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ محبت کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی حکیم الامت، مجدد الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کیا ہوا ہے، دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت کو بڑھانے اور زیادہ کرنے کے لئے چند کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱) علم حاصل کریں

ان میں سے پہلا کام یہ ہے کہ دین کا ضروری علم حاصل کیا جائے، مقصودِ اصلی تو عمل ہے، لیکن عمل بغیر علم کے حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے علمِ دین حاصل کرنا ناگزیر ہے، جب علم آئے گا، تو ان شاء اللّٰہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق ہوگی، جب علم ہی نہ ہوگا، اور دین سے ناواقف ہوگا، تو عمل کیسے صحیح ہوگا؟ اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ آدمی بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کرے، چاہے علماء کی صحبت سے علم حاصل کرے اور چاہے معتبر علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ضروری علم حاصل کرے۔

(۲) عمل کریں

احکامِ شرعیہ پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کریں، ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے احکام پر عمل کرنے کا اہتمام کریں، یہ سب سے اہم بات ہے۔

(۳) ذکر اللہ کا معمول بنائیں

تھوڑا سا وقت نکال کر تنہائی میں بیٹھ کر ذکر کیا کریں، ہر آدمی اپنی اپنی مصروفیات کے مطابق، اپنے شیخ کے مشورے سے کچھ ذکر مقرر کر لے، سبحان اللّٰہ کی تسبیح،

الحمدللہ کی تسبیح، اللہ اکبر کی تسبیح، لاالہ الا اللہ کی تسبیح، درود شریف کی تسبیح، استغفار کی تسبیح، کچھ تلاوت اور مناجاتِ مقبول کی ایک منزل۔

اپنی اپنی مصروفیات اور اپنے اپنے حالات کے مطابق، کسی شیخ کی رہنمائی میں ذکر مقرر کرلیں، اور پھر تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوگی، اس لئے شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ، ذکر کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔

(۴) محبت کے حصول کی نیت

جو بھی نیک عمل کرے، اس میں یہ نیت کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنے ماسوا کی محبت کو مغلوب کردیں، اور اپنی محبت کو سب سے زیادہ کردیں۔ اللہ پاک نے نیت میں عجیب وغریب تاثیر رکھی ہے، جیسی نیت ہوتی ہے، ویسا ہی اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے، جب نماز میں، روزے میں، تسبیح میں، تلاوت میں، دعا میں، صبر میں، شکر میں یہ نیت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر پیدا ہو، تو دل میں محبت ہی پیدا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۵) نعمتوں کو سوچا کریں

پانچواں عمل بھی تنہائی کا ہے، یہ ہر وقت اور ہر جگہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن اس کے لئے تنہائی بہتر ہے، تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنے کی عادت ڈالیں،

جوں جوں، جس جس کو، جو جو نعمتیں ملی ہیں، ان کو سوچا کریں، کچھ عرصے تک تو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا، لیکن نعمتوں کو سوچنا نہ چھوڑیں، سوچنے سے سوچنا آجائے گا، پھر آہستہ آہستہ خود بخود اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد آنا شروع ہوں گی، اس سے شکر پیدا ہوگا، شکر سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

(۶) نیک صحبت کا اہتمام

چھٹا عمل یہ ہے کہ اہلِ محبت اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں، یہ بھی بہت اہم اور ضروری ہے، اللہ پاک نے نیک صحبت میں نیک اثر رکھا ہے، جیسے بُری صحبت میں برا اثر رکھا ہے، یہ صحبت بڑی عجیب وغریب چیز ہے، جیسے علم، علماء کی صحبت سے آتا ہے، اسی طرح عمل، اولیاء اللہ کی صحبت سے آتا ہے، اسی سے ہم سمجھ لیں کہ، ارس میں لوگ اپنے دیہات سے، گاؤں سے، جنگل سے، اور پہاڑوں سے آکر علماء کی صحبت میں رہتے رہتے عالم بن جاتے ہیں، بالکل اسی طریقے سے اگر کسی اللہ والے کی صحبت میں رہیں گے، تو اللہ والے بن جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق اور محبت کرنے والے بن جائیں گے۔

اگر کسی کو نیک لوگوں کی صحبت میسر ہے، تو بہت ہی شکر ادا کریں، اور قدر کریں، اور اگر دور رہتے ہیں، تو خط وکتابت کریں، خط وکتابت اس صحبت کا بدل ہے، اور کبھی کبھی اپنے شیخ کی خدمت میں، یا کسی اللہ والے کی خدمت میں جانا چاہئے، اور اس کی صحبت میں رہنا چاہئے، اور اس کے ساتھ ساتھ برے لوگوں کی صحبت سے اپنے

آپ کو بچائیں، برے لوگوں کی صحبت سے اپنے آپ کو دور رکھیں، یہ پرہیز ہے، جب پرہیز کریں گے، تو دوا اثر کرے گی، ورنہ دوا اثر نہیں کرے گی۔

(۷) محبت کے لئے دعا

ساتواں عمل یہ ہے کہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اس کی محبت مانگا کریں؛ کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں، عمل کی توفیق بھی وہی دینے والے ہیں، گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی وہی دینے والے ہیں، ذکر کی توفیق بھی وہی دینے والے ہیں، سب کچھ عطا ان کی طرف سے ہوتی ہے، سب کچھ انہی کی طرف سے ملتا ہے، لہٰذا ان سے محبت بھی مانگو گے، وہ بھی ملے گی، اور احادیثِ طیبہ میں ایسی دعائیں موجود ہیں، جیسے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ
وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ.

ترجمہ

''اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں، اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں، جو آپ سے محبت کرتے ہیں، اور ایسے عمل کی محبت مانگتا ہوں، جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کر دے۔''

اس طرح کی اور بھی دعائیں ہیں، عربی میں دعائیں یاد نہ ہوں، تو کوئی حرج نہیں، اردو میں گڑگڑا کے اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت مانگیں، اور مانگتے ہی رہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجائے گی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسی بات نہیں کہ

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہے، محبت ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ دل میں اتنی محبت ہو کہ وہ محبت اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی محبت پر غالب آجائے۔

مفت کی دولت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس روح کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

"اے مسلمانو! ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عظیم دولت ہے، اور مفت کی دولت ہے کہ اس میں نہ محنت ہے، اور نہ مشقت ہے، جب یہ دولت نصیب ہو جائے، تو سمجھ لو دونوں جہاں کی کامیابی حاصل ہوگئی، اس لئے ہر حال میں اس دولت کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اپنی رگ رگ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو سمالینا اور بسالینا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے گردن جھکا دی جائے اور ہر سنت پر آنکھیں نچھاور کر دی جائیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

ساری پریشانیوں کا علاج

(۴)

شرح مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۳۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وأَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. (الحدید: آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ

یہ اس لئے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اُس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تمہیں عطا فرمادے، اُس پر تم اِتراؤ نہیں، اور اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اِتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگھارنے والا ہو، (آسان ترجمۂ قرآن)

تقدیر اور توکل

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیمُ الامت، مجدد الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''حیاتُ المسلمین'' کی روح پنجم کا عنوان ہے، ''تقدیر پر یقین کرنا، اور توکل پر عمل کرنا''۔ شروع میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر اور توکل کے فائدے بیان فرمائے ہیں، اس کے بعد احادیثِ طیبہ سے ان دونوں باتوں کو ثابت فرمایا ہے، اور ان کو اختیار کرنے کی تاکید اور ترغیب ارشاد فرمائی ہے، اسلامی احکام میں ان دونوں باتوں کی بڑی اہمیت ہے، ان میں سے پہلی بات تقدیر پر ایمان لانا، اور تقدیر کا یقین کرنا یہ عقیدہ سے متعلق ہے۔ اور دوسرا عمل اللہ جلّ شانہ پر بھروسہ کرنا، اور توکل کرنا یہ دل کا ایک عمل ہے بہترین خصلت ہے۔

پریشانی میں انتہائی مؤثر

یہ دونوں باتیں انسان کی مصیبتوں، تکلیفوں اور پریشانیوں کے کم کرنے میں بہت ہی زیادہ مؤثر اور نافع ہیں، اگر کوئی شخص صحیح معنی میں تقدیر پر یقین رکھے، اور توکل پر عمل کرے، تو ان شاء اللّٰہ تعالیٰ وہ پریشان نہیں رہ سکتا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر پریشانیاں نہیں آئیں گی، بیماریاں نہیں آئیں گی، مصیبتیں نہیں آئیں گی، حادثات اور سانحات پیش نہیں آئیں گے، رنج وغم اور صدمے پیش نہیں آئیں گے، یہ چیزیں تو دنیا میں ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گی، لیکن تقدیر پر یقین کرنے کی

وجہ سے اور توکل کو اختیار کر لینے کی وجہ سے یہ ساری پریشانیاں، مصیبتیں، تکلیفیں، بیماریاں، ہموم وغموم ہلکے ہوجائیں گے، پھران سے اتنی زیادہ تکلیف نہیں ہوگی، ان دو باتوں پر عمل پیرا ہوکر راحت حاصل ہوجائے گی۔

صبر کو آسان کرنے والے عمل

آدمی کو جب کوئی نعمت ملے گی، تو شکر کرے گا، اور شکر کرتا رہے گا، اس طرح نعمت میں اضافہ ہوتا رہے گا، اور شکر کرنے کا اجر وثواب بھی پائے گا، اور اگر کوئی تکلیف آئے گی، کوئی مصیبت آئے گی، کوئی پریشانی پیش آئے گی، تو صبر کرے گا، اور اس کو اپنی تقدیر کے مطابق سمجھے گا، من جانب اللہ سمجھے گا، اس کے نتیجے میں اس کو صبر کرنا آسان ہوگا، اس طرح وہ صبر کرنے کی وجہ سے اجر وثواب پائے گا، دونوں صورتوں میں وہ اجر وثواب کمانے والا ہوگا۔ دنیا کے اندر عافیت وسکون پانے والا ہوگا۔ اور مزید جو تقدیر اور توکل کے فائدے ہیں، ان سے مالا مال ہوگا۔

تقدیر کسے کہتے ہیں؟

پہلے اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ تقدیر کسے کہتے ہیں؟ اور توکل کسے کہتے ہیں؟ تقدیر کے لفظی معنی ''اندازہ کرنے کے آتے ہیں''۔ شریعت میں تقدیر سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی اچھا یا برا ہوتا ہے، اور اس دنیا کے اندر جو بھی زیر وزبر ہوتا ہے، حادثات، سانحات، واقعات رونما ہوتے ہیں، آفات وبلیات اور مصائب آتے ہیں، آرام یا راحت نصیب ہوتی ہے، سکون یا چین نصیب ہوتا ہے، کسی کو بہت زیادہ روزی ملتی ہے، کسی کو درمیانے درجے میں ملتی ہے، کسی کو کم ملتی ہے، کسی

کو نہیں ملتی، وہ بیچارہ پیسے پیسے کا محتاج ہوتا ہے، کسی کو عزت ملتی ہے، کسی کو علم ملتا ہے، کسی کو صحت ملتی ہے، کسی کو بیماری ملتی ہے، کوئی ہمیشہ صحت مند رہتا ہے، کوئی ہمیشہ بیمار رہتا ہے، بعض لوگوں کو قسم قسم کے رنج وغم اور صدمے لاحق ہوتے ہیں، بعض لوگوں کو خوشیاں ہی خوشیاں ملتی رہتی ہیں، ان سب باتوں کا پہلے سے اللہ جلّ شانہ کو علم ہے، اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے کہ اس دنیا کے اندر یہ یہ ہوگا۔ اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے

کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اور جو کچھ اس دنیا میں ہو رہا ہے، ہمارے ساتھ بھی ہو رہا ہے، آپ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے، سب کے ساتھ ہو رہا ہے، اور ہوتا رہا ہے، اور ہوتا ہی رہے گا، اس کو اللہ جلّ شانہ نے لوحِ محفوظ میں لکھوا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا، اور پھر فرمایا: اُکْتُبْ، لکھ، اس نے پوچھا: کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جو کچھ ہونے والا ہے، سب لکھ دے۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جو کچھ ہونا تھا، سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا، اب جو کچھ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ہو رہا ہے، لوحِ محفوظ کے مطابق ہو رہا ہے۔

تقدیر برحق ہے

یہ تقدیر بالکل برحق ہے، جن چیزوں پر ایمان لایا جاتا ہے، ان میں وَالْقَدْرِ

خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ بھی ہے، کہ میں ایمان لایا تقدیر پر، اچھی ہو یا بری، یعنی تقدیر کے مطابق اچھا ہو یا بُرا، میں اس پر ایمان لایا، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لایا، جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، جنت برحق ہے، دوزخ برحق ہے، اسی طرح تقدیر بھی برحق ہے، تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے، اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

تقدیر میں زیادہ غور وفکر نہ کریں

لیکن اس میں زیادہ غور وفکر نہیں کرنا چاہئے، اس میں زیادہ غور وفکر کرنے سے آدمی کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، جن لوگوں نے اس میں زیادہ غور وفکر کیا، ان میں سے بعض لوگ گمراہ ہوگئے، اور یہ بات کہنے لگے کہ جب ہماری تقدیر میں سب کچھ لکھا ہے، تو ہم مجبور ہیں، لہٰذا ہمیں عمل کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر میں یہ لکھا ہوا کہ فلاں اپنے اختیار سے ایمان لائے گا، فلاں اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائے گا، فلاں اپنے اختیار سے نماز پڑھے گا، فلاں اپنے اختیار سے نماز نہیں پڑھے گا، فلاں اپنے اختیار سے فلاں کام کرے گا، تو اس کو اتنا نفع ہوگا، وہ کام نہیں کرے گا، تو نفع نہیں ہوگا، جب اچھا یا برا، اور نفع یا نقصان جو کچھ بھی ہوگا، وہ بندے کے اپنے اختیار کے مطابق ہوگا، تو بندہ تقدیر کی وجہ سے مجبور کہاں ہوا؟

ہر شخص میں نیکی و بدی کا اختیار ہے

تقدیر کے مسئلے سے یہ پتہ چلا کہ بندوں کو کسی قدر اختیار ہے، اُسی اختیار کی وجہ

سے اگر وہ اچھا کام کرتے ہیں، تو کوئی ان کو روکنے والا نہیں، بُرا کام کرتے ہیں، تو کوئی ان کو منع کرنے والا نہیں جب چاہیں اچھا کام کرلیں، جب چاہیں بُرے کام سے اپنے آپ کو بچالیں، کھانا اپنے اختیار میں ہے، پینا اپنے اختیار میں ہے، سونا جاگنا اپنے اختیار میں ہے، چلنا پھرنا اپنے اختیار میں ہے، اس اختیار کو استعمال کر کے آدمی سارا کام کرتا ہے، اسی سے ملازمت کرتا ہے، اسی سے کاروبار کرتا ہے، اسی سے علاج کرتا ہے، اسی سے علم حاصل کرتا ہے، اسی سے عمل کرتا ہے، اسی سے بُرے بُرے کام بھی کرتا ہے، اور جب کوئی گناہ سے بچنا چاہتا ہے، تو سارے گناہوں سے توبہ کر کے پاک وصاف زندگی اپنالیتا ہے، انسان یہ سب کچھ اپنے اختیار سے کرتا ہے، اور اس کو توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اور عمل بندہ کرتا ہے۔

عمل کے مطابق انجام

کوئی آدمی تقدیر کی وجہ سے مجبور نہیں ہے، اسی لیے جب صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا: کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہے، تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرتے رہو، تقدیر کی وجہ سے آدمی مجبورِ محض نہیں ہے، تقدیر کے پہلے سے لکھے جانے کے باوجود بھی ہر ایک کے پاس اختیار موجود ہے، لہذا عمل کرو، اب اچھے اعمال کرو گے، تو انجام اچھا ہوگا۔ برے اعمال کرو گے، تو برا انجام ہوگا۔ تقدیر اٹل ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کا علم

پکا اور سچا ہے، اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، البتہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیرِ مُبرَم، اور ایک تقدیرِ مُعلّق۔

تقدیرِ مبرم

تقدیرِ مبرم اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے، تقدیرِ مبرم کے معنی ہیں، قطعی اور پکی تقدیر، جس میں کوئی تبدیلی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ پکا اور قطعی ہے، اس لئے اس میں جو کچھ ہے، وہ حتمی اور آخری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے پتہ ہے کہ کون بندہ اپنے اختیار سے کیا کرے گا؟ اور کیا نہیں کرے گا؟، دنیا میں کیا ہوگا اور کیا نہیں ہوگا؟ اس لئے یہ تقدیر اٹل، ازلی اور ابدی ہے، اس کو تقدیرِ مبرم کہتے ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

تقدیرِ معلق

تقدیر کی دوسری قسم تقدیرِ معلق کہلاتی ہے، تقدیرِ معلق میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں بندہ جو فلاں مصیبت و پریشانی اور بیماری میں مبتلا ہے، اگر وہ دعا کرے گا، تو اس کی مصیبت دور کردی جائے گی، اور اگر وہ دعا نہیں کرے گا، تو مصیبت برقرار رہے گی، بیماری کا علاج کرے گا، تو صحت ہوجائے گی، علاج نہیں کرے گا، تو مرجائے گا۔ تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص پر مقدمہ ہوگا، اگر وہ مقدمہ لڑے گا، تو کیس جیت جائے گا، مقدمہ نہیں لڑے گا، تو ہار جائے گا، اور اس کے خلاف فیصلہ ہوجائے گا، یہی اس کا ہارنا ہے۔ تقدیر میں لکھا ہے کہ کاروبار میں محنت کرے گا، اور توجہ دے گا، تو کاروبار کو

چار چاند لگ جائیں گے، اگر کاروبار میں غفلت کرے گا، لاپروائی کرے گا، اور بے توجہی کرے گا، تو کاروبار فیل ہو جائے گا، اس طرح کی باتیں اس تقدیر میں معلّق ہوتی ہیں، یہ تقدیر دعا کرنے سے بدل جاتی ہے۔

تدبیر کے ساتھ دعا

حدیث میں آتا ہے کہ دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے، اس تقدیر سے مراد تقدیرِ معلّق ہے، کہ تقدیر میں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ وہ دعا کرے گا، تو اس کی مصیبت دور کر دیں گے، بیماری دور کر دیں گے، پریشانی دور کر دیں گے، اور دعا نہیں کرے گا، تو دور نہیں کریں گے، لہذا خوب دعا کرتے رہنا چاہئے، امتحان ہو، تو امتحان میں کامیابی کی کوشش کرے، اور دعا بھی کرتا رہے، بیمار ہو جائے، تو علاج بھی کرے، اور دعا بھی کرے، مقدمہ ہو جائے، تو مقدمہ بھی لڑے، اور دعا بھی کرے، اس کے بعد جو نتیجہ سامنے آئے گا، تو سمجھ لو کہ وہ مقدّر ہے اس پر راضی رہے۔

توّکل کسے کہتے ہیں؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دوسری چیز بیان فرمائی ہے، وہ توکل ہے، یہ باطن کا ایک عمل ہے، جس کا تعلق ہمارے دل سے ہے، جس کے لفظی معنی آتے ہیں، ''کسی پر بھروسہ اور اعتماد کر کے اپنا کام اسی کے حوالے کر کے بے فکر ہو جانا''، جیسے آدمی اپنے کسی مقدمے میں اپنا مقدمہ اپنے وکیل کے حوالے کر کے اس پر بھروسہ کر لیتا ہے، خود اپنے گھر بیٹھ جاتا ہے، عدالت میں وکیل کھڑا ہوتا ہے،

اور وہ اس کی طرف سے اُس کے مقدمے کی پوری پیروی کرتا ہے، اس طرح یہ سمجھ لیں کہ کسی کام کو انجام دینے کے جو ظاہری اسباب ہیں، آدمی ان کو اعتدال کے ساتھ اختیار کرے، اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے، مثلاً بیمار ہو جائے، تو علاج کرے، لیکن صحت اور شفاء کی امید محض اللہ تعالیٰ سے رکھے کہ میرے خالق، میرے مالک کو منظور ہوگا، تو اس دوا سے فائدہ ہوگا، ورنہ نہیں ہوگا۔ اس کا سو فیصد بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، چونکہ ہم عالَمِ اسباب کے اندر رہتے ہیں، اس لئے اس کے لئے جو جائز سبب ہو، اس کو بھی اعتدال کے ساتھ اختیار کرے، اس کو شریعت کی زبان میں توکل کہتے ہیں۔

بچہ ماں کو کیوں پکارتا ہے؟

یہ ہمارے اور آپ کے لئے نہ صرف قابل عمل ہے، بلکہ مسنون ہے، کیونکہ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیماری میں علاج کرنا بھی ثابت ہے، اور دعا کرنا بھی ثابت ہے، لیکن بھروسہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی پر بھی نہیں کرنا چاہئے، اس کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اپنی ضروریات کے سلسلے میں اپنے ماں باپ پر بھروسہ کرتا ہے، وہ راحت میں ہو تو بھی، تکلیف میں ہو تو بھی اپنی ماں کو پکارتا ہے، بلکہ ماں مارے، تب بھی ماں کو پکارتا ہے، امّاں امّاں کہتا ہے، ہائے امّاں! ہائے امّاں! کہتا ہے، اس کو اپنی ذات پر کوئی بھروسہ نہیں، اس کے نزدیک ہر مرض کا علاج اس کی ماں ہے، اچھا ہو تو ماں، برا ہو تو ماں، ہر چیز میں اس کا ذہن سوائے

ماں کے اور کہیں نہیں جاتا، بس! ایسے ہی ہر مؤمن کے دل میں ہر آن ہر لمحہ اس کی نظر اور اس کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، وہ ان اسباب کو بھی اختیار کرے، جو جائز ہوں، اور شریعت کے مطابق ہوں۔

حاصل یہ کہ اسباب کو اعتدال کے ساتھ اختیار کرے، لیکن ان اسباب پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہ کرے، مثلاً کسی نے اپنے روزگار کے لئے دوکان کھولی، تو اس کا بھروسہ دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو کہ روزی صرف اللہ تعالیٰ دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی رائی کے دانے کے برابر دینے کی قدرت نہیں رکھتا، انہی کا حکم ہے کہ اگر تمہیں دنیا میں روزی لینی ہے، تو کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرو، اس کا ایک ذریعہ دوکان بھی ہے، دوکان کھول لی، اب بیچنے کے لئے سامان لے کر بیٹھ جاؤ لیکن بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو کہ وہ اپنے فضل سے اگر چاہیں گے تو اس دوکان کے ذریعے مجھ کو رزق سے مالا مال فرمادیں گے، وہ نہیں چاہیں گے تو میری دوکان کرنا فضول ہوگا اور فائدے کی بجائے نقصان ہوگا یا میں الٹا مقروض ہو جاؤں گا، دوکان پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہ ہو کہ دوکان مجھے ازخود روزی فراہم کرے گی، قطعاً نہیں؟ دکان ازخود روزی فراہم نہیں کرسکتی۔

کیا نوکری سے رزق ملتا ہے؟

اسی طرح نوکری کو سمجھ لو، اسی طرح زراعت کو سمجھ لو، اس دنیا میں آدمی جتنے بھی کام کرتا ہے یا کرواتا ہے اس کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کرتا ہے بس! کوئی ناجائز

ذریعہ اختیار نہ کرے، جائز ذریعہ اختیار کرے اور جائز ذریعہ اختیار کرنے کے بعد بھروسہ ذریعہ پر نہ رکھے، بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرے، اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے، میری دوکان، میری نوکری، میری زراعت روزی نہیں دے سکتی، جیسے صحت اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں، دوا صحت نہیں دے سکتی، اسے کہتے ہیں: "توکّل"۔

توکل کا فائدہ

تقدیر پر ایمان لانا، اور یقین کرنا، اور توکل کو صحیح معنیٰ میں اختیار کرنا، اور اسے عمل میں لانے کا فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوگا، یا کسی کے ساتھ کوئی حادثہ، کوئی سانحہ، کوئی واقعہ پیش آئے گا، تو فوراً اس کے دل میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، میری تقدیر میں لکھا تھا، اس طرح ہونا ہی تھا، جس سے اس کا غم ہلکا ہو جائے گا۔

ایک ہندو کا عجیب وغریب واقعہ

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں نظر سے گزرا ہے کہ ایک مرتبہ کسی ریل گاڑی میں ایک مسلمان اور ایک ہندو بیٹھے ہوئے تھے، تھوڑی دیر میں ہندو کو پتہ چلا کہ اس کو جس شہر میں جانا تھا، یہ گاڑی وہاں نہیں جائے گی، وہ غلطی سے اس گاڑی میں بیٹھ گیا، جو اس کے مخالف سمت میں جانے والی تھی، مثلاً روہڑی سے گاڑی میں بیٹھ گیا، اور اس کو لاہور جانا تھا، اور بیٹھ گیا کراچی کی گاڑی میں، دو چار اسٹیشن جانے کے بعد جب لوگوں سے بات چیت ہوئی، تو پتہ

چلا کہ غلطی ہوگئی، مجھے لاہور کی گاڑی میں بیٹھنا تھا، غلطی سے کراچی کی گاڑی میں بیٹھ گیا، اور لاہور میں اس کو ضروری کام درپیش تھا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی پریشانی کسی سے دیکھی نہیں جارہی تھی، وہ ہائے! ہائے! کررہا تھا، جتنی گاڑی کراچی کی طرف جاتی تھی، اتنی اس کی پریشانی بڑھتی تھی، اور کسی کروٹ اُسے سکون نہیں ہوتا تھا، ہائے! میرا پیسہ بھی ضائع ہورہا ہے، ہائے! میرا وقت بھی ضائع ہورہا ہے، میری منزل بھی کھوٹی ہورہی ہے، وہ اتنا پریشان، اتنا پریشان کہ اس کی پریشانی کا ہم میں سے کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا، وہ اتنی بات سے بہت زیادہ حواس باختہ ہوگیا۔

مسلمان کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے؟

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ کسی مسلمان کے ساتھ پیش آتا، تو وہ اتنا کہتا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا، اگلے اسٹیشن پر اُتر جاؤں گا، وہاں سے گاڑی پکڑ کر دوبارہ لاہور چلا جاؤں گا، تو تقدیر کی وجہ سے مسلمان کی پریشانی نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے، اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا ہے کہ تقدیر برحق ہے، میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا، جو ہورہا ہے، اور جہاں تک میرا جانا مقدّر ہے، مجھے جانا پڑے گا، پھر وہاں سے میں اپنے لئے سیدھے راستے کی گاڑی پکڑوں گا، اور اپنی منزل پر پہنچوں گا، وہ بھی مقدّر ہے، اگر منظور ہوگا، تو میں لاہور پہنچوں گا، ورنہ نہیں پہنچوں گا۔

حاکم اور حکیم ذات

اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کچھ کررہے ہیں، صحیح کررہے ہیں، کیونکہ وہ حاکم بھی ہیں، اور حکیم بھی ہیں، وہ جو چاہیں، کریں، ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ وہ خالق اور مالک ہیں، اور وہ بندہ کے حق میں جو کچھ کرتے ہیں، مفید ہی کرتے ہیں، چاہے بندہ کو اس کا ایک فیصد بھی فائدہ نظر نہ آرہا ہو، مگر اس کا بندہ کے حق میں فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے، وہ ظاہراً اچھا ہورہا ہو، یا برا ہورہا ہو، جس شخص کے ذہن میں یہ باتیں ہوں گی، وہ اگر مخالف سمت والی گاڑی میں بھی بیٹھے گا، تو پریشان نہیں ہوگا، یہ فائدہ ہے توکل اختیار کرنے کا، اور تقدیر پر یقین کرنے کا۔

رجوع اور دعا کی توفیق

اس کے ساتھ اس کو اس بات کا یقین بھی ہوگا کہ میرے کرنے سے کچھ نہیں ہوگا، جو کچھ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہوگا، ہوسکتا ہے کہ راستے میں گاڑی کہیں ٹھہرے ہی نہیں، کراچی جاکر ہی دم لے، اور اگر میں درمیان میں اسٹیشن پر کہیں اُتر گیا، تو پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ مجھے لاہور کی گاڑی مل جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا، جس کے نتیجے میں اس کو دعا کی توفیق ہوگی، دعا خود عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز ہے، یہ نقد فائدہ اس کو ہوگا۔

دعا کے بعد صبر

دعا کرنے کے بعد اس کی قسمت میں کام ہونا لکھا ہوگا، تو ہوجائے گا، کام ہونا

نہیں لکھا ہوگا، تو نہیں ہوگا، اگر کام ہو جائے گا، تو الحمدللہ کہے گا، اس پر اُسے اجر ملے گا، کام نہیں ہوگا، تو اناللہ الخ کہے گا، اس پر بھی اجر ملے گا، اس طرح مؤمن کا ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ ہے، تو یہ تقدیر پر ایمان لانا اور توکل پر عمل کرنا ایسا نافع اور مفید عمل ہے کہ اس سے مسلمانوں کی مصیبتوں کا قلع قمع ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

تقدیر اور توکل کے فائدے

(۵)

شرحِ مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۳۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۸ جنوری ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سَلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَ مَن یَّتَوَکَّلُ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ أَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْراً. (الطلاق: آیت نمبر:۳)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہیں۔ یقین رکھو اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتے ہیں۔ (البتہ) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن بتصرف)

تقدیر اور توکل کے فائدے

میرے قابلِ احترام بزرگو!

"حیاتُ المسلمین" کی پانچویں روح میں حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں: نمبر ایک تقدیر پر، ایمان لانا، اس پر الحمدللہ ہمارا ایمان ہے، تاہم اس کا استحضار کرنا، اس کو یاد رکھنا، اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، نمبر دو، توکل کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں ان دونوں چیزوں کے چند فائدے بیان فرمائے ہیں، یعنی اگر ہم اپنی تقدیر کو یاد رکھیں گے، اور توکل پر عمل کریں گے، تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ آج ان شاء اللہ تعالیٰ انہی کا بیان ہوگا۔

مصیبت میں دل کا مضبوط رہنا

حضرت نے ان کا پہلا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی مصیبت اور پریشانی کا واقعہ پیش آئے گا، تو دل مضبوط رہے گا، اور یوں سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا، اور اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے، اس مصیبت کو دور فرمادیں گے، تقدیر پر توکل کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے، دنیا میں پریشانیاں ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گی، یہ نہ کبھی ختم ہوئی ہیں، نہ ختم ہوں گی، بلکہ روز بروز بڑھ رہی ہیں، ختم نہیں ہو رہیں، غیر مسلم کا تقدیر اور توکل پر ایمان نہیں ہوتا، مسلمانوں کا تقدیر

اور توکل پر ایمان تو ہوتا ہے، لیکن اکثر ان کے مطابق عمل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ایسے مسلمان مصیبتوں میں، پریشانیوں میں، تکالیف میں، ہموم وغموم میں، صدمات میں، حادثات اور سانحات کی صورت میں بہت ہی زیادہ حواس باختہ ہوجاتے ہیں ایسے موقعہ پر ان کی طبیعت بالکل بے قابو ہوجائے گی، اور وہ بہت زیادہ پریشان ہوں گے، کسی پہلو انہیں سکون اور قرار نہیں ہوگا، اور ان سے وہ غم برداشت نہیں ہوگا، اگر ان کو تسلی دیں گے، تو تسلی نہیں ہوگی، اور کسی طرح ان کی طبیعت میں اطمینان نہیں آئے گا۔

مصیبت فائدے سے خالی نہیں

لیکن جس مسلمان کا تقدیر پر ایمان ہے، اور وہ اس کا استحضار کرتا رہتا ہے، کہ جو کچھ بھی اچھا، برا ہو رہا ہے، سب مقدّر ہے، اور مقدر اٹل ہے، جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے، وہ ہوکر رہتا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے، سب تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، اور میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، صحیح کر رہے ہیں، چاہے اس کا بہتر ہونا میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، میری عقل میں آئے، یا نہ آئے، جو کچھ اللہ پاک کر رہے ہیں، میرے حق میں سو فیصد بہتر ہے، تو وہ غم اور صدمے میں، پریشانی اور بیماری میں، تکلیف اور نقصان میں حواس باختہ نہیں ہوگا، حد سے زیادہ پریشان نہیں ہوگا، اس کی پریشانی قابلِ برداشت ہوگی، من جانب اللہ اس کا دل مضبوط ہوجائے گا، اور وہ صاف صاف یوں کہہ دے گا کہ یہ تو ایسا ہی لکھا تھا، ہوگیا، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا، ہوگیا، اور اب اس تکلیف، پریشانی اور غم کو اللہ تعالیٰ دور کرنے والے ہیں، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوگا، اللہ تعالیٰ کی

طرف متوجہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ تقدیر اور توکل پر عمل کرنا غم کو ہلکا کردے گا، اور مزید اللہ تعالیٰ سے رجوع کا ذریعہ بن جائے گا جو بہت بڑا فائدہ ہے۔

اللہ والوں پر مصائب کا اثر

جو اللہ کے نیک اور خاص بندے ہوتے ہیں، جن کو تقدیر اور توکل پر پورا پورا بھروسہ ہوتا ہے، ان کو تھوڑی سی بھی پریشانی نہیں ہوتی، کیونکہ پریشانی کی دو قسمیں ہیں: ایک عقلی اور ایک طبعی، عقلاً تو اہلُ اللہ کو پریشانی ہوتی ہی نہیں، کیونکہ ان کا تقدیر و توکل پر عمل ہوتا ہے، تو ان کو کیا پریشانی اور کیوں ہو؟ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب من جانبِ اللہ ہے، البتہ ان کو طبعی طور پر تھوڑی سی پریشانی ہوتی ہے، اور وہ ہونی چاہئے، لیکن دوسروں کو حد سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے، جو بعض مرتبہ ناقابلِ برداشت ہو کر انسان کے ہارٹ فیل ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے، آپ نہیں پڑھتے اور نہیں دیکھتے کہ کتنے لوگ معاشی پریشانیوں سے تنگ آکر، یا دیگر پریشانیوں میں مبتلا ہو کر خودکشی کرلیتے ہیں، اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ فلاں نے خودکشی کرلی، فلاں نے خودکشی کرلی، خودکشی کرنے کی وجہ یہی ہے کہ تقدیر پر یقین نہیں، یا عمل نہیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں، ورنہ بڑی سے بڑی پریشانی بھی انسان کے لئے قابلِ برداشت ہوجاتی ہے۔

مصیبت کی ایک عجیب مثال

علماءِ کرام نے اس کو سمجھانے کے لئے ایک بہت اچھی مثال دی ہے، مثلاً ایک ہے سچ مچ کا سانپ، سچ مچ کا بچھو، اور سچ مچ کا انگارہ، کوئی یہاں پھینک دے، تو ابھی

کھلبلی مچ جائے، سارا مجمع اُکھڑ جائے، کیوں؟ جانتے ہیں کہ سانپ ڈس لے گا، بچھو کاٹ کھائے گا، جسم جل جائے گا، کپڑے جل جائیں گے۔

تو جن کا تقدیر، اور توکل پر عمل اور یقین نہیں ہوتا، ان کی مصیبتیں حقیقی سانپ، بچھو اور انگارہ کی طرح ہیں، اس لئے اُن کے لئے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں بھی بہت بڑی اور ناقابلِ برداشت ہیں، اور پاگل کرنے والی ہیں، اور اگر سانپ وبچھو کاغذ کا سانپ ہو، پلاسٹک کا بچھو ہو، اور پلاسٹک کا انگارہ ہو، جو بیڑی سیل سے جل رہا ہو، اور وہ انگارہ روشن ہو، اسے پھینک دو، تو ہر ایک لپک لے گا، کہ مجھے دے دو، میں اپنے بچوں کو دے دوں گا، وہ کھیل لیں گے، اب ڈر کیوں نہیں لگ رہا؟ اب پریشانی کیوں نہیں ہو رہی؟ اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ یہ کاغذ اور پلاسٹک کی چیزیں ہیں جو بے ضرر ہیں، جیسے کاغذ اور پلاسٹک کا انگارہ بے ضرر معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اس کی شکل بعض مرتبہ اصل سے بھی زیادہ خوفناک ہوتی ہے، اصل سے بھی زیادہ ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے، لیکن پھر بھی ڈر نہیں لگتا، اسی طرح سمجھ لو، تقدیر اور توکل پر عمل کرنے سے ساری مصیبتیں، ساری بیماریاں، ساری پریشانیاں مصنوعی سانپ وبچھو اور انگارہ بن جاتی ہیں، لہٰذا تقدیر کو یاد رکھنا چاہئے، اور اس کا استحضار رکھنا چاہئے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اور تکلیفیں آسان اور ہلکی ہوں۔

تقدیر کو یاد کریں

جب کوئی صدمہ پیش آجائے، جب کوئی غم پیش آجائے، جب کوئی مصیبت پیش آجائے، تقدیر کو یاد کرو، کسی کا انتقال ہو جائے، تو تقدیر کو یاد کرو، دوکان فیل ہو جائے،

تو تقدیر کو یاد کرو، بچہ معذور ہو جائے، تو تقدیر کو یاد کرو، بچہ بیمار ہو جائے، تو تقدیر کو یاد کرو، کوئی گھاٹا اور نقصان ہو جائے، تو تقدیر کو یاد کرو، اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کہ جو کچھ بھی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت کے تحت ہوا ہے، جو خیر سے خالی نہیں، چاہے مجھے خیر سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، اس میں میرے لئے بہتری ہے، یہ تقدیر اور توکل کا ایک بہت بڑا فائدہ ہے۔

اللہ جلّ شانہ سے آس لگانا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرا فائدہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا یہ اعتقاد مضبوط ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہو، اچھا ہو یا برا، سب تقدیر کے مطابق ہے، اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت سے ہو رہا ہے، تو دل مضبوط ہو جائے گا، اور اس کا ایک اثر یہ ہوگا کہ اگر مصیبت اور پریشانی کے دور ہونے میں، اور تکلیف کے رفع ہونے میں دیر لگے گی، تو زیادہ پریشان اور مایوس نہیں ہوگا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے آس لگائے رکھے گا، کیونکہ مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جائے گی، جب تک یہ مصیبت میری تقدیر میں لکھی ہے، اُسی وقت تک رہے گی، جب وہاں اس کا ٹائم ختم ہو جائے گا، تو یہاں سے بھی وہ ختم ہو جائے گی، ہائے ہائے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی کتنا بڑا فائدہ ہے!

مصائب میں بھی پُر امید رہنا

بعض مرتبہ تکلیف لمبی بھی ہو جاتی ہے، اللہ بچائے! بعض معاملات میں مقدمات

کی نوبت آجاتی ہے، بعض بیماریاں بھی طویل ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، بعض صدمات اور غم طویل اور دراز ہو جاتے ہیں، بعض آدمیوں کا پِتّہ پانی ہو جاتا ہے، اور ان سے مصیبتیں برداشت نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ اس میں گُھل گُھل کر مر جاتے ہیں، لیکن جس شخص کا تقدیر پر ایمان اور عمل ہوگا، تو اگر اس کی بیماری، اس کی پریشانی، اس کی تکلیف طویل بھی ہوگی، تو وہ ہمت اور حوصلہ نہیں ہارے گا، اس کا دل مضبوط رہے گا، وہ کبھی مایوس نہیں ہوگا، بزرگانِ دین کے جو صبر آزما واقعات ہیں، وہ اس کی مثال اور نمونہ ہیں۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، ان کو کوئی ایسی بیماری ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے وہ صاحبِ فراش ہو گئے تھے، اور صاحبِ فراش بھی ایسے کہ تقریباً بتیس سال تک بستر پر لیٹے رہے، لیٹے لیٹے کھانا پینا، لیٹے لیٹے نماز پڑھنا، وہ لیٹے لیٹے سارے کام کرتے تھے، وہ بیٹھ نہیں سکتے تھے، انہیں ایسی ناقابلِ برداشت تکلیف ہوگئی تھی، گھنٹے دو گھنٹے تو آدمی لیٹ جاتا ہے، لیکن برسہا برس لیٹ کر گزار دینا، یہ معمولی تکلیف نہیں ہے، لیکن حضرت کا حال یہ تھا کہ ان کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف ہی نہیں ہے۔

ان کے چہرے پر مسکراہٹ اور صحت مندی کے آثار ہوتے تھے کہ حضرت کا کوئی چہرہ دیکھے، تو یہ سمجھے کہ انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں ہے، ویسے ہی آرام فرما ہیں، اور

حضرت کی کوئی تکلیف سن لے کہ یہ ۳۲ سال سے صاحبِ فراش ہیں، تو کان پکڑ لے، کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے؟ کہ آپ کی تکلیف ایسی طویل اور نا قابلِ برداشت ہے، اور آپ کا چہرہ ایسا صحت مند، تندرست اور توانا ہے کہ جسے دیکھ کر آدمی اپنی بیماری بھول جائے، آپ کا چہرہ دیکھ کر بیمار تندرست ہو جائے، اور بیماری کو سن کر صحت مند بیمار ہو جائے، یہ کیا معاملہ ہے؟

صبح وشام فرشتوں سے ملاقات

حضرت نے فرمایا کہ جب مجھے یہ بیماری لاحق ہوئی، تو میں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ سب مِن جانبِ اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم وحکمت سے آئی ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کر لیا، کہ اللہ تعالیٰ کو لِٹانا منظور ہے، تو میں لیٹنے کے لئے تیار ہوں، ان کی یہ حکمت ہے کہ میں لیٹا رہوں، تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا یہ تصرف منظور ہے، میرا یہ صبر قبول ہو گیا، اس کے نتیجے میں میرا حال یہ ہے کہ روزانہ صبح وشام ملائکہ میری عیادت کے لئے تشریف لاتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے، تو فرشتے آجاتے ہیں، اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟ کیسی طبیعت ہے؟ تو ان کی عیادت میں وہ سرور اور مزہ ہوتا ہے کہ مجھے شام تک تکلیف کا احساس نہیں رہتا، اور شام ہوتی ہے، تو پھر وہ فرشتے آجاتے ہیں، تو شام آرام سے گزر جاتی ہے، اس لئے تم میرا چہرہ دمکتا ہوا دیکھتے ہو، ان کی عیادت کے اثر سے مجھے نہ صبح کا پتہ چلتا ہے، اور نہ شام کا پتہ چلتا ہے، یعنی ملائکہ کے آنے کی خوشی کی وجہ سے مجھے تکلیف کا احساس نہیں رہتا، اس

لئے جب تم میرا چہرہ دیکھتے ہو، تو نہایت صحت مند نظر آتا ہے، ورنہ حقیقت میں تکلیف بہت بڑی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

ایسے ہی حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بھی بہت سخت بیمار ہو گئے تھے، پھر اللہ پاک نے ان کی یہ تکلیف دور فرمادی، پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اچھی صحت عطا فرمائی، اہل وعیال بھی عطا فرمائے، مال ومنال بھی عطا فرمائے، وہ ایک امتحان تھا، جس میں وہ کامیاب ہو گئے، ان کے صحت یاب ہو جانے کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ کو اپنی بیماری کا زمانہ یاد آتا ہے؟ فرمایا: اب وہ زمانہ تو یاد نہیں آتا، لیکن ایک چیز یاد آتی ہے کہ بیماری کے زمانے میں صبح شام اللہ رب العٰلمین میری عیادت فرماتے تھے، جب رات ہوتی تھی، تو اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے کہ اے ہمارے ایوب! تمہارا کیا حال ہے، اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ میں وہ مٹھاس اور شیرینی ہوتی تھی کہ اس کے سرور میں صبح ہو جاتی تھی، اور مجھے تکلیف کا پتہ نہیں چلتا تھا، جب صبح ہوتی، تو پھر اللہ رب العٰلمین پوچھتے تھے کہ بتاؤ! اے ہمارے ایوب! تمہارا کیا حال ہے؟ تو دن آرام سے گزر جاتا تھا۔

ہم نے اپنے زمانے کے جن بزرگوں کو تکالیف میں دیکھا، ان کو ہمیشہ صابر پایا، اور ایک دفعہ بھی ان کی زبان پر تکلیف کا ذکر نہیں آتا تھا کہ بہت بڑی تکلیف ہو رہی

ہے، یہ ہے اور وہ ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تقدیر پر یقین حاصل ہونے کے بعد مصیبت کو دفع کرنے کے لئے مصیبت زدہ کوئی ایسی تدبیر اختیار نہیں کرے گا، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں، بلکہ یوں سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ مشیت اور چاہت کے بغیر یہ مصیبت ٹل نہیں سکتی، پھر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کا کیا فائدہ؟

جائز اسباب اختیار کرنے کا حکم

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ تقدیر پر ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی مصیبت کے دور کرنے کا کوئی جائز سبب بھی اختیار مت کرو، بیمار ہو گئے، تو علاج مت کرو، فقیر ہو گئے، تو حلال روزگار کے اسباب و ذرائع اختیار نہ کرو، اللہ پاک نے کسی بھی کام کو انجام دینے کے جو جائز ذرائع پیدا فرمائے ہیں، ان کو اختیار کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے، اور توکل کے بھی خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملازمت مت کرو، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزی پہنچانے والے ہیں، پہنچا دیں گے، لیکن روزی حاصل کرنے کے ذرائع اختیار نہیں کرتے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ روزی پہنچانے والے ہیں، پہنچائیں گے، لیکن انہی کا حکم ہے کہ ملازمت کرو، تجارت کرو، زراعت کرو، جائز اسبابِ معاش اختیار کرو، لیکن ان اسباب پر نظر مت رکھو، اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو۔

جس شخص کا تقدیر پر یقین ہو گا، اور توکل پر عمل ہو گا، وہ جائز اسباب اختیار کرے

گا، ناجائز اسباب اختیار نہیں کرے گا، کیونکہ وہ یہ سمجھے گا کہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہے، اگر کوئی نعمت ملے گی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملے گی، اگر مصیبت دور ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دور ہوگی، تو کیوں نہ جائز طریقہ اختیار کروں، اور ناجائز طریقے سے بچوں، لہذا وہ جائز طریقہ اختیار کرے گا، ناجائز طریقہ اختیار نہیں کرے گا، یہ بھی بہت بڑا فائدہ ہے، اس لئے تقدیر وتوکل کا حاصل یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے، اللہ تعالیٰ کا تابعدار بندہ بن جائے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو، اس پر راضی ہونا سیکھ لے، اس پر راضی رہنا شروع کردے۔

ناراض کر کے کہاں جاؤ گے؟

جس کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہوگا، اور اس کا تقدیر پر یقین نہیں ہوگا، تو جائز و ناجائز سب کام کرے گا، ناجائز طریقے بھی اختیار کرے گا، اور پرواہ نہیں کرے گا، جائز موقع آئے گا، تو جائز کرے گا، اور ناجائز کا موقع آئے گا، تو ناجائز کام بھی کر لے گا، یہ زندگی کوئی زندگی ہے؟ یہ نافرمانی کی زندگی ہے، اور جو نافرمان آدمی ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہوجاتا ہے، لہٰذا کسی بھی کام کو انجام دینے کے لئے ناجائز اسباب سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اگر ان کو اختیار کرلیا، تو اللہ پاک ناراض ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے ہم کہاں جائیں گے؟ نہ دنیا ہماری صحیح رہے گی، اور نہ آخرت، دنیا اور آخرت تباہ ہوجائیں گی۔

تدبیر اور دعا ساتھ ساتھ

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ تقدیر پر یقین کرنے کے بعد یہ شخص تمام تدبیروں کے ساتھ

دعا میں بھی مشغول ہوگا، کیونکہ وہ یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے، اُسی سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ امید ہے، اس لئے وہ مصیبت کو دور کرنے کے لئے، پریشانی کے رفع کرنے کے لئے، روزی حاصل کرنے کے لئے، علم کو حاصل کرنے کے لئے جائز تدبیریں اور جائز طریقے اختیار کرے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرے گا، کیونکہ اس کو اس بات کا یقین ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، من جانب اللہ ہو رہا ہے، جو کچھ مصیبت پیش آرہی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور تقدیر کے مطابق ہے، تقدیر لکھنے والے اللہ پاک ہیں۔

دعا سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے

تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیرِ مُبرَم، اور ایک تقدیرِ مُعلَّق، دعا سے تقدیرِ معلق بدل جاتی ہے، کیونکہ بعض مرتبہ اس تقدیر میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر دعا کرے گا، تو یہ مصیبت ٹل جائے گی، دعا نہیں کرے گا، تو مصیبت نہیں ٹلے گی یا بیماری میں علاج کرے گا، تو صحت ہو جائے گی، علاج نہیں کرے گا، تو مر جائے گا، اس طرح سے تقدیرِ معلق میں مختلف باتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں، دعا سے ایسی تقدیر تبدیل ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ اللہ پاک کی لکھی ہوئی ہے، اور اللہ پاک جس طرح تقدیر لکھنے والے ہیں، اسی طرح اس کے بدلنے پر بھی قادر ہیں، اس لئے تقدیر و توکل اختیار کرنے والا شخص خوب گڑگڑا کر دعا بھی کرے گا، اور دعا کرنے میں ایک خود دعا کرنے کا فائدہ

حاصل ہوگا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ،دعا خود عبادت ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ،دعا عبادت کا مغز ہے،تو کوئی مصیبت اور پریشانی دور ہو یا نہ ہو، جو نعمت مانگ رہا ہے، وہ ملے، یا نہ ملے دعا کرنے سے دعا کی عبادت کا ثواب مل گیا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دعا میں عاجزی، انکساری اور خاکساری ہے، اپنے آپ کو مٹانا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جتنا آدمی اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اتنی ہی محبت بڑھ جاتی ہے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق بڑھ جاتا ہے، اس لئے خوب دعا مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق ساری راحتوں کی جڑ ہے۔اور ساری مصیبتوں کے خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

محبت کرنے والے کا حال

جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے، اس کا کوئی غم، غم نہیں رہتا، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا شعر ہے ؎

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
ایک تیرا غم ہے تیرے ناساز کو

کسی کا شعر ہے ؎

خون کی موجیں گزر جائیں نہ کیوں
آستانہ میں نہ چھوڑوں گا مگر

اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنے کے نتیجے میں یہ نعمتیں ملتی ہیں۔

مصیبتوں میں حکمت اور فائدہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مصیبتوں میں، پریشانیوں میں اور تکلیفوں میں اس لئے مبتلا فرماتے ہیں، اور اس میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ بندے میری طرف رجوع کریں، تو تقدیر پر یقین کرنے اور توکل پر عمل کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو دعا کی توفیق ہوگی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں گے، تو سب کچھ دور کردیں گے، جب وہ دور کرنے پر قادر ہیں، تو انہی سے مانگیں گے، وہی مصیبت دور کرنے والا ہے، وہی پریشانی دور کرنے والا ہے، وہی بیماری دور کرنے والا ہے، وہی کاروبار چلانے والا ہے، وہی روزی عطا کرنے والا ہے، وہی صحت عطا کرنے والا ہے، سب کچھ عطا کرنے والا وہی ہے، لہٰذا کیوں نہ اس سے مانگیں۔

اکبر بادشاہ کا عجیب واقعہ

ایک دفعہ اکبر بادشاہ شکار کرنے کے لئے جنگل میں گیا، اور شکار ہاتھ سے نکل گیا، لیکن شکار کے پیچھے بھاگنے کی وجہ سے وہ سر سے پیر تک پسینے میں شرابور ہوگیا، اور پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے پڑنے لگے، اب پانی کی تلاش شروع ہوئی، اِدھر اُدھر گیا، ایک باغ میں ایک مالی دیکھا، اُسے کہا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! ہے، اس نے ایک مٹی کے پیالہ میں مٹکے سے پانی نکال کر دیا، وہ پانی

نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا، پیا تو اس کا دل باغ باغ ہوگیا، وہ بڑا خوش ہوا کہ تم نے اتنا اچھا پانی پلایا کہ پیاس بھی بُجھ گئی، منہ بھی میٹھا ہوگیا، طبیعت بھی ٹھنڈی ہوگئی، اس نے ایک پرچہ لکھ دیا کہ کبھی دلّی آنا ہو، تو ہم سے ضرور ملنا، اس مالی نے پرچہ سنبھال کر رکھا، جب اس کا دلّی جانا ہوا، تو ملنے کے لیے قلعے میں گیا۔

میں اس فقیر سے کیوں مانگوں؟

دربانوں نے جب اکبر کا خط دیکھا، تو فوراً اس کو اندر بلایا، اور اندر در اندر، جہاں بادشاہ رہتا تھا، وہاں پر پہنچا دیا، اور کہا کہ تم انتظار کرو، ابھی بادشاہ سلامت نماز پڑھ رہے ہیں، اور اسے خلوت میں بٹھا دیا، وہ خلوت کیا تھی؟ درمیان میں ایک آبِ رواں کا پردہ پڑا ہوا تھا، جس سے اندر کا حصہ بھی نظر آرہا تھا، تو اس دیہاتی نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ اکبر مصلّٰی پر بیٹھے ہوئے دعا مانگ رہا ہے، اس نے سوچا کہ یہ اتنا بڑا بادشاہ ہے، پورے ہندوستان پر اس کی حکومت ہے، اس کے پاس بے تحاشہ خزانے ہیں، پھر یہ کس سے مانگ رہا ہے؟ تو اکبر کے نوکروں سے پوچھا کہ اکبر کس سے مانگ رہے ہیں؟ کیا یہ بھی منگتے ہیں اور کیا یہ بھی فقیر ہیں؟ کہا! ہاں بھئی! یہ بھی منگتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں، اس مالی نے کہا کہ جس سے یہ مانگ رہے ہیں، میں بھی اس سے کیوں نہ مانگوں؟ جو خود منگتا ہو، اس سے کیا مانگنا؟ اور بغیر ملے وہ وہیں سے واپس چلا گیا۔

بیان کا خلاصہ

بھائی! سب کچھ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں، لہٰذا مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالیں! اس طرح آدمی کو دعا مانگنے کی دولت نصیب ہوگی، اس دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے محبت ہوجائے گی، اور اللہ تعالیٰ کی محبت سارے غموں کا علاج ہے، اور اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ بھی پیدا ہوگا۔ بہرحال! تقدیر، توکل اور دعا پر عمل کرنے سے مصیبتیں اور پریشانیاں نہ صرف ہلکی ہوں گی بلکہ دور ہوں گی اللہ تعالیٰ ان پر توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درس حیات المسلمین

ایک غلط فہمی کا ازالہ

(۶)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
تاریخ : ۲۵ جنوری سنہ ۲۰۱۱ء
دن: منگل
وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ به ونتوکّل علیه ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیَّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلیٰ آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسَلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

لِکَیْلاَ تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلاَ تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ وَاللّٰہُ لاَ یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ. (الحدید: آیت نمبر۲۳)

ترجمہ

یہ اس لئے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اُس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تمہیں عطا فرمادیں، اُس پر تم اِتراؤ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو اِتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگھارنے والا ہو، (آسان ترجمۂ قرآن بتصرف)

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (الطلاق: آیت نمبر: ۳)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ (البتہ) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازمقرر کر رکھا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن بتصرف)

فخر وغرور سے بچنا

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی پانچویں روح کے شروع میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر اور توکل کے پانچ فائدے بیان فرمائے ہیں کہ جو شخص تقدیر پر یقین رکھے گا، اور توکل کو اپنائے گا، اس کو پانچ فائدے حاصل ہوں گے، ان پانچ فائدوں میں سے چار کا بیان گذشتہ منگل کو ہو گیا تھا، آج ان شاء اللّٰہ تعالیٰ پانچواں فائدہ بیان کیا جائے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچواں فائدہ یہ بیان فرمایا کہ جب مسلمان کو یہ یقین حاصل ہوگا کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، تو کوئی شخص کسی مقصد میں کامیابی کو اپنی تدبیر یا سمجھ کا نتیجہ سمجھ کر فخر وغرور میں مبتلا نہ ہوگا۔

نعمتیں اور توفیقِ عمل منجانب اللہ ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اس بات کا یقین کرے گا کہ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ

جل شانہ کے حکم سے ہوتا ہے، کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کے حکم وحکمت سے میری تقدیر میں جو کچھ اچھا یا بُرا لکھا ہوا ہے، اسی کے مطابق ہو رہا ہے، خواہ وہ میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہو، یا میری مرضی کے خلاف، سب کچھ تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، اور سب کچھ من جانبِ اللہ ہو رہا ہے، لہٰذا اگر کسی کو دنیا میں کوئی نعمت ملے، مثلاً بیمار کو صحت مل جائے، بھوکے کو کھانا مل جائے، ننگے کو کپڑے مل جائیں، سردی سے ٹھٹھرنے والے کو گرم لباس، کمبل اور لحاف مل جائے، مقدمہ لڑنے والے کو مقدمے میں کامیابی ہو جائے، جاہل کو علم حاصل ہو جائے، بے عُہدہ اور بے منصب کو کوئی عُہدہ اور منصب مل جائے، یا کسی کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نیک کاموں کی خوب توفیق ہو جائے، ذکر کی توفیق ہو جائے، تلاوت کی توفیق ہو جائے، نوافل کی توفیق ہو جائے، فرائض کی توفیق ہو جائے، گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو جائے، کسی کو دنیا میں عزت مل جائے۔ جو تقدیر کو یاد رکھے گا، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا، اُسے اگر کسی مقصد میں کامیابی ہوگی، تو وہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے گا، اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے گا، حق تعالیٰ شانہ کا انعام سمجھے گا، اپنا کمال نہیں سمجھے گا، وہ یہ نہیں سمجھے گا کہ یہ میری سمجھ سے ہوا، میری عقل سے ہوا، میری کسی تدبیر سے ہوا، میری کسی کوشش سے ہوا، ہرگز نہیں، وہ یہ سمجھے گا کہ جو کچھ ہوا، اس کے کرم سے ہوا، جو کچھ ہوا، اُس کے فضل سے ہوا، جیسے کسی کا شعر ہے ؎

میری طلب بھی اُن ہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں، اٹھائے جاتے ہیں

مسجد میں آنے کی توفیق ملنا عطا ہے

میں مسجد میں اللہ کے فضل سے آیا ہوں، ورنہ میری کیا مجال تھی کہ میں گھر سے نکلتا، اور گھر سے آ کر یہاں بیٹھتا، مجھ جیسے اور بھی بہت سے انسان ہیں، وہ مسجد میں نہیں آسکے، بعض لوگ چاہنے کے باوجود نہیں آسکتے، یہ محض فضل ہے، اس طرح وہ اسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے گا اس لئے اس پر وہ ہرگز فخر نہیں کرے گا، غرور نہیں کرے گا، تکبر نہیں کرے گا، بلکہ شکر ادا کرے گا، یہ ایک حقیقت ہے، اور یہ اپنی جگہ بالکل اٹل بات ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، ہم اور ہمارا وجود محض اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، جو کچھ ہمیں حاصل ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اگر نیک کام کی توفیق ہو رہی ہے، تو وہ اُن کی عطاء ہے، لہٰذا ایسا شخص کبھی بھی خود پسندی کے اندر مبتلا نہیں ہوگا کہ میں تو ایسا ہوں، اور ویسا ہوں، میں تو بہت اچھا ہوں، بہت اونچا ہوں، بہت بڑا ہوں، کیونکہ جانتا ہے کہ میرا کوئی کمال ہے ہی نہیں، جو کچھ بھی ہے، میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے، یہ سب نعمتیں اُس نے میرے لئے مقدر فرمائی ہیں جو مجھے اُن کے عطاء کرنے سے مل گئی ہیں، وہ مقدر نہ فرماتے، مجھ کو عطاء نہ فرماتے، تو میری کیا مجال تھی کہ میں ان کو حاصل کر لیتا؟

نعمتوں کو فضلِ خداوندی سمجھنا

یہ بات ذہن میں آنا بھی ایک بہت بڑے فائدے کا ذریعہ ہے، کیونکہ جس کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی ہے، جو تقدیر پر یقین نہیں کرتا، اور اس کا استحضار نہیں کرتا،

اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں کرتا، بعض مرتبہ وہ اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، اُسے جو کچھ حاصل ہے، وہ اسے اپنا کمال سمجھتا ہے، اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے محنت کی ہے، اس لئے مجھے یہ صلہ ملا ہے، محنت نہ کرتا، تو کہاں ملتا؟ تو ایسے لوگ بعض مرتبہ فخر اور غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور تکبر کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کا انجام تباہی و بربادی ہے۔

قارون کا انجام

جیسے اللہ پاک نے قارون کا واقعہ قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے کہ اس نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ سب مال و دولت میری عقل و فہم اور میری طاقت کا نتیجہ ہے، یہ جو کچھ میں نے مال کمایا، یہ سب میرے دست و بازو کا نتیجہ ہے، انجام دیکھو! کیا ہوا؟ آج تک وہ زمین میں دھنس رہا ہے، اور قیامت تک دھنستا ہی رہے گا، ذلیل و خوار بھی ہوا، خزانہ بھی گیا، دولت بھی گئی، عزت بھی گئی، غرور اور فخر کرنے کی وجہ سے سب کچھ ختم ہو گیا اور آخرت کا عذاب پکا ہو گیا۔ **العیاذ باللّٰہ۔**

عبادت پر غرور کیوں؟

ایسے ہی بعض عبادت گزاروں کا حال ہے کہ تھوڑی سی عبادت کیا کر لی، بس! اپنے آپ کو ولی اور غوث و قطب سمجھنے لگتے ہیں، اور دوسروں کو جو ظاہراً نیک نہیں ہیں حقیر اور ذلیل سمجھنے لگتے ہیں، اور اس طرح وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو برباد کر لیتے ہیں، تقدیر کو یاد رکھنے سے اور توکل کو اختیار کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ

ہے کہ انسان سے فخر وغرور کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر یقین رکھنے والا کامیابی میں شکر ادا کرے گا، اور ناکامی میں صبر کرے گا، اسی کو اللہ پاک نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. (الحدید: آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ

یہ اس لئے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اُس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تمہیں عطا فرمادیں، اُس پر تم اِتراؤ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو اِتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگھارنے والا ہو، (آسان ترجمہ قرآن بتصرف)

شکر کے مواقع

شروع سے اخیر تک ہر انسان کی ہر روز دو حالتیں ہوتی ہیں کہ کبھی صورتحال اس کے حسبِ منشاء ہوتی ہے، کبھی خلافِ منشاء ہوتی ہے، یا اس کو کوئی نعمت مل رہی ہوتی ہے، یا کوئی تکلیف ہو رہی ہوتی ہے یا کوئی خوشی ہو رہی ہوتی ہے، یا کوئی صدمہ ہو رہا ہوتا ہے، یہ سب مقدّر ہے، ہر حادثہ، ہر سانحہ، ہر واقعہ، ہر خوشی، ہر مسرّت اور شادمانی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے، جو کچھ ہوتا ہے، سب تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت سے ہوتا ہے، مومن کا کام یہ ہے کہ اگر صورتحال اپنی مرضی کے

مطابق ہو، تو الحمد للہ کہے، شکر ادا کرے، خوشی ملے تو شکر ادا کرے۔

صبر کے مواقع

مرضی کے خلاف صورتحال پیش آجائے، غم پیش آجائے، صدمہ پیش آجائے، بیماری پیش آجائے، کوئی نقصان ہوجائے، تو صبر کرے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے، تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ثواب اور اس کا پھل اور اجر ملتا ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (الزمر: آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ

جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں، ان کا ثواب انہیں بے حساب دیا جائے گا۔

(آسان ترجمۂ قرآن: ۱۴۱۴/۳)

تقدیر کو یاد رکھیں

مومن کسی حال میں بھی نقصان اور گھاٹے میں نہیں ہے، لہٰذا ہر وقت اپنی تقدیر کو یاد رکھنا چاہئے، اچھا ہو، تو بھی تقدیر کو یاد کرے کہ میری تقدیر میں یہ لکھا ہوا تھا، مجھے مل گیا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، جب کوئی نقصان ہوجائے، کوئی صدمہ پیش آجائے، کوئی نقصان ہوجائے، تو اپنی تقدیر کو یاد کرے کہ میری تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا، یہ تو ہونا ہی تھا، ہوگیا، اب صبر کرے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے۔

صبر کرنے میں آسانی

بہر حال تقدیر پر عمل کرنا بہت بڑا عمل ہے، جس سے دنیا کی تکلیفیں، دنیا کی مصیبتیں، دنیا کی پریشانیاں، ہموم وغموم، صدمات، نقصانات اور خساروں کا غم ہلکا ہو جائے گا، ان تکلیفوں کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا، آسان ہونے کے بعد صبر کرنا آسان ہو جائے گا، اور صبر کرنے سے بے حساب اجر وثواب ملے گا، ان شاء اللہ، پریشانی ہوگی لیکن نام کی پریشانی ہوگی، اور قابلِ برداشت ہوگی، مصیبت نا قابلِ برداشت نہیں ہوگی، مُوجبِ خود کُشی نہیں ہوگی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے بعد حضرت نے ایک شبہ اور غلطی فہمی دور فرمائی ہے کہ تقدیر پر ایمان لانے کا اور تقدیر پر یقین کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی رنج، غم، صدمہ پیش آئے، تو اس کو دور کرنے کے لئے شریعت کے مطابق جائز اسباب اور جائز تدابیر بھی اختیار نہ کرے، بلکہ شریعت کے مطابق اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے اس رنج وغم کے دور ہونے کے لئے جو جائز اسباب اور ذرائع ہیں، اور تدبیریں ہیں، ان کو اعتدال کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے۔

بیماری مقدّر ہے، تو علاج کیوں؟

مثلاً کوئی شخص بیمار ہو گیا، تو بیماری مقدّر ہے، وہ تقدیر کے مطابق بیمار ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیمار ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے بیماری دور ہوگی، تقدیر میں

صحت لکھی ہوگی، تو صحت ہو جائے گی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علاج نہ کرے، اس کو علاج بھی کرنا چاہئے، اور پرہیز بھی کرنا چاہئے، دوا اور دعا دونوں کرنے چاہئیں، لیکن اس دوا پر بھروسہ نہ کرے کہ اس دوا سے ضرور ہی فائدہ ہو جائے گا، بلکہ بھروسہ اللہ جلّ شانہ کی ذات پر کرے کہ اگر واقعی اللہ جلّ شانہ کو منظور ہوگا، اور میری قسمت میں صحت لکھی ہوگی، تو ضرور اس دوا سے فائدہ ہوگا، ورنہ نہیں ہوگا۔

نقصان کی وجہ سے کاروبار نہ کرنا

ایسے ہی کاروبار میں کسی کو نقصان ہوگیا، تو اس کے مقدر میں نقصان لکھا ہوا تھا، اس لئے نقصان ہوگیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ جائے کہ بس! مقدر میں نقصان تھا، وہ ہوگیا، اب اگر نفع مقدر میں ہوگا، تو ہو جائے گا، دوکان بند کر کے گھر جا بیٹھے، کاروبار کرنا چھوڑ دے، اور اس نقصان کی تلافی کے لئے جو جائز تدابیر ہیں، انہیں اختیار کرنا ترک کر دے، یہ غلط ہے، دوکان کھولے، مال بیچے، اور جو اس کے جائز اسباب اور ذرائع ہیں، انہیں اختیار کرے، لیکن ان اسباب پر نظر نہ رکھے، اپنی نظر صرف اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ میری تقدیر کے مطابق نقصان ہوا ہے، اسی تقدیر کے مطابق نفع بھی ہو سکتا ہے۔

فیل ہونے والے کی مثال

اسی طرح کوئی طالب علم اگر امتحان میں فیل ہو جائے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مایوس ہو کر بیٹھ جائے، اور آئندہ پڑھنا چھوڑ دے کہ میں تو فیل ہوگیا، بس! اب میں

نہیں پڑھ سکتا، یہ فیل ہونا مقدر میں تھا، اس لئے فیل ہوگیا، پاس ہونا بھی مقدر ہوسکتا ہے، لہٰذا فیل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پڑھنا چھوڑ دو، محنت کرنا چھوڑ دو، تکرار کرنا چھوڑ دو، مطالعہ کرنا چھوڑ دو، یاد کرنا چھوڑ دو، پڑھنا چھوڑ دو، سبق میں حاضری بند کردو، بلکہ اب پہلے سے زیادہ محنت کرو، پہلے سے زیادہ مطالعہ کرو، پہلے سے زیادہ تکرار کرو، پہلے سے زیادہ سبق میں جسماً وذہناً حاضر رہو، استاد کی بات کو سمجھو، اور سمجھنے کے بعد اسے یاد کرو، مگر اپنی اس کوشش اور محنت پر بھروسہ مت کرو، بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرو کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، اور میری تقدیر میں لکھا ہوگا، تو میں آئندہ نہ صرف پاس ہوجاؤں گا، بلکہ ممتاز آؤں گا، تو تقدیر پر یقین کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی محنت کرنا چھوڑ دے۔

اہلِ جنت کی فہرست

حدیث شریف میں ایک عجیب وغریب واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب دائیں ہاتھ میں تھی، اور ایک کتاب بائیں ہاتھ میں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے، اگر آپ بتائیں گے، تو ہمیں پتہ چل جائے گا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی کتاب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: کہ یہ رب العلمین کی کتاب ہے، اور اس میں جنتیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان کے

والدین کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں، اور قبیلوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں، اور آخر میں ان کی تعداد کو جمع کردیا گیا ہے، اور ٹوٹل کردیا گیا ہے، اب اس کتاب میں جتنے جنتیوں کے نام ہیں، یہی جنت میں جائیں گے، اس تعداد سے نہ کم ہوں گے، نہ زیادہ۔

جہنّمیوں کی فہرست

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کتاب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ اللہ رب العلمین کی کتاب ہے، اور اس میں اہلِ جہنم کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان کے والدین کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں، اور ان کے قبیلوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں، اور آخر میں ان کی تعداد کو جمع کیا گیا ہے، اس کتاب میں جن جہنمیوں کے نام ہیں، وہ سب جہنم میں جائیں گے، نہ کم ہوں گے نہ زیادہ، داہنی کتاب میں جس کا نام لکھا ہے، وہ جنت میں جائے گا، جہنم میں نہیں جائے گا، اور جس کا نام، العیاذ باللہ! بائیں ہاتھ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے، وہ جہنّم میں جائے گا، جنّت میں نہیں جائے گا۔

عمل کی کیا ضرورت ہے؟

یہ بات سن کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ جو کچھ بھی ہے، سب مقدّر ہے، جس کو جنت میں جانا ہے، وہ جنت میں جائے گا، اور جس کو دوزخ میں جانا ہے، وہ دوزخ میں جائے گا، اب عمل کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقدر کی وجہ سے عمل نہیں

چھوڑ سکتے، عمل کرو اور صحیح صحیح عمل کرو، اور دینِ حق کے قریب قریب چلو، یعنی اگر پوری طرح نہ چل سکو، تو قریب قریب رہو، وجہ یہ ہے کہ جنت یا جہنم میں جانے کے لئے آخری عمل کا اعتبار ہے جو شخص جنت میں جائے گا، اس کا آخری عمل جنت میں جانے کا ذریعہ ہوگا، وہ اس سے پہلے کچھ بھی کرتا رہا ہو، لیکن اس کا خاتمہ جنت والے عمل پر ہوگا، لہٰذا وہ جنت میں چلا جائے گا، اور جو شخص جہنمی ہے، اس کا آخری عمل جہنم میں جانے والا ہوگا، العیاذ باللہ، چاہے وہ اس سے پہلے کتنے ہی اچھے عمل کرتا رہا ہو، اس لئے تقدیر میں جنتی یا جہنمی لکھا ہونے سے عمل کی ضرورت ختم نہیں ہوئی، عمل کی ضرورت ہے، تقدیر کی وجہ سے عمل سے چھٹی نہیں، جیسے یہ شعر ہے:

مکتبِ عشق کا دستور نرالہ دیکھا
اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

بلکہ تقدیر کی وجہ سے اور زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے نہ عمل کو چھوڑنے کی۔

تاہم عمل ایک ظاہری سبب ہے

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کو رکھ دیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں جنتی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ کر کے فارغ ہو چکے ہیں، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ. (سورۃ الشوریٰ: ۷)

ترجمہ

ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں

جائے گا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ عمل کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یاد رکھیں کہ عمل جنت میں جانے کا ایک ظاہری سبب ہے، نیکیاں جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہیں، جنت میں جانے کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جو بھی جنت میں جائے گا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائے گا، اور گناہ دوزخ میں جانے کا ظاہری سبب ہیں، اصل سبب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے، لہٰذا تقدیر کی وجہ سے ظاہری سبب چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے۔

بیان کا حاصل

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی بیمار ہے، تو علاج کرے، جاہل ہے تو علم حاصل کرے، تنگ دست ہے، تو محنت وکوشش کر کے روزی کمائے، کوشش کرتا رہے، حاصل ہو جائے، تو اللہ کا شکر ادا کرے، نہ حاصل ہو، تو اپنی تقدیر کو یاد کرے، بہر حال! اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ ہم دار الاسباب میں ہیں، شریعت کے مطابق جائز اسباب کو اختیار کرنا چاہئے، البتہ ان اسباب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو تقدیر اور توکل کا استحضار اور ان پر عمل کرنا نصیب فرمائیں، اور اپنی رضا عطا فرمائیں، اور عافیت عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

اسباب کی قسمیں

(۷)

شرحِ مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : یکم فروری ۲۰۱۱ء ،

دن: منگل

وقت: بعد نماز عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O (ابراہیم: آیت نمبر ۱۱)

ترجمہ

اور مؤمنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

یہ عالمِ اسباب ہے

آج مجھے توکل کے سلسلے میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آرہا ہے، اس سے توکل کا صحیح مفہوم آدمی کے

سامنے آجاتا ہے، جی چاہتا ہے کہ اسے بیان کیا جائے، اُسے توجہ سے سننے کی ضرورت ہے، اس ملفوظ کو توجہ سے سننے اور سمجھنے سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ توکل کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ اسباب کو چھوڑ دو، ذرائع اور وسائل کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، یہ بات درست نہیں ہے۔ اللہ پاک نے اس دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے، یہاں سارے کام اسباب کے ذریعے ہوتے ہیں۔

سردی گرمی کی مثال

سردی لگ رہی ہے، اور جسم ننگا ہے، تو سردی سے نجات کا سبب یہ ہے کہ گرم کپڑے پہن لے، گرم چادر اوڑھ لے، بند کمرے میں چلا جائے، گرم چیزیں کھالے، سردی دور ہو جائے گی گرمی لگ رہی ہے، پسینہ آرہا ہے، تو اپنے آپ کو گرمی سے بچانے کا سبب اور ذریعہ یہ ہے کہ بھئی! گرم اور موٹے کپڑے مت پہنو، درمیانے اور ہلکے ہلکے کپڑے پہنو، کاٹن کے کپڑے پہنو، یالون کے کپڑے پہنو، ٹھنڈی جگہ میں چلے جاؤ، ٹھنڈی ہوا میں بیٹھ جاؤ، ٹھنڈا پانی پی لو، ٹھنڈے پانی سے غسل کرلو، اور اگر اللہ تعالیٰ نے بہت وُسعت دی ہے، تو ایسے کمرے میں چلے جاؤ، جہاں اے سی (A.C) چل رہا ہو، تو ذرا سی دیر میں گرمی کافور ہو جائے گی۔

گھر کیسے جاؤ گے؟

مثلاً آپ کی مدرسے کی چھٹی ہوگئی ہے، اور آپ کو اپنے گھر میں جانا ہے، تو آپ

خالی بیٹھے بیٹھے تو گھر نہیں پہنچیں گے، آپ بیٹھے بیٹھے تسبیح پڑھیں کہ میں گھر جارہا ہوں، میں گھر جارہا ہوں، تو اس طرح گھر نہیں پہنچو گے، کھڑے ہو جاؤ، چلنا شروع کرو، بس میں بیٹھو، بس کا ٹکٹ لو، پھر گھر آئے گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ، اسی طرح آپ ایک شہر سے دوسرے شہر جاسکتے ہیں، رات کو کراچی میں تھے، اور صبح دوسرے شہر اپنے گھر میں ہیں، لیکن اگر وہیں بیٹھے بیٹھے سوچتے رہے کہ میں گھر پہنچ جاؤں، تو اگر اس کا سوا لاکھ کا بھی ختم کر دو، تب بھی گھر نہ آتا، اللہ تعالیٰ نے سواری کو ایک ذریعہ بنایا ہے جس کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ سارے اسباب ہیں

اسی طرح روزی کے اللہ پاک نے بیشمار اسباب و ذرائع عطا فرمائے ہیں کوئی نوکری کر رہا ہے، کوئی تجارت کر رہا ہے، کوئی زراعت کر رہا ہے، ان میں سے ہر ایک کی بے شمار قسمیں ہیں، ہر ایک کسی نہ کسی طریقے سے روزی کما رہا ہے، عام حالات میں گھر میں بیٹھے بیٹھے روزی نہیں ملتی، بیمار ہو جائے، تو اس کے لئے اللہ پاک نے بیشمار دوائیں پیدا فرمائی ہیں اور قسم قسم کے علاج عطا فرمائے ہیں یہ سب ذرائع ہیں، اسباب اور وسائل ہیں، عام طور پر آدمی دوا کھاتا ہے، تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اسباب کی قسمیں

بہر حال! اللہ پاک نے اس دنیا کو دارُالاسباب بنایا ہے، آدمی کوئی نہ کوئی سبب اختیار کرتا ہے، تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے، ہر مقصد کو حاصل کرنے کا اللہ پاک نے کوئی نہ

کوئی ذریعہ اور سبب بنایا ہے، جس مقصد کے لئے جو ذریعہ بنایا، اسے اختیار کرو، تو وہ کام ہوجاتا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن ذریعوں سے کوئی کام ہوتا ہے، اور کوئی مقصد حاصل ہوتا ہے، ان کی تین قسمیں ہیں: یقینی اسباب، ظنّی اسباب، اور وہمی اسباب۔

یقینی اسباب اور چند مثالیں

بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں، جن کے ذریعے مقصد یقینی طور پر حاصل ہوتا ہے، مثلاً کسی کو شدید بھوک لگ رہی ہے، اس کے سامنے کھانا رکھا ہے، تو یقینی بات ہے کہ وہ کھانا کھائے گا، تو بھوک مٹ جائے گی، کھانا یقینی طور پر آدمی کی بھوک مٹانے کا ذریعہ ہے۔ پیاس لگ رہی ہے، اور پیاس کی وجہ سے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں، سامنے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی موجود ہے، روح افزا سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہے، یا لسّی کا گلاس رکھا ہوا ہے، تو یہ یقینی بات ہے کہ شربت یا لسّی پئے گا، تو پیاس بُجھ جائے گی۔ کوئی خدانخواستہ مرنا چاہے، تو سامنے گولی سے بھری ہوئی ٹی ٹی رکھی ہوئی ہے، اور اس کو اپنے سینے کی طرف کرکے اس کی لبلبی دبا دے، تو یہ یقینی بات ہے کہ مرے گا۔ یہ ہیں یقینی اسباب، ان کے ذریعے مقصد یقینی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

ناجائز توکل

ایسے اسباب کو ترک کرنا جائز نہیں، اور اس کا تقدیر و توکل سے کوئی واسطہ نہیں، حضرت نے ایسے اسباب ترک کرنے والے کو پاگل کہا ہے، شدید بھوک کی

حالت میں کوئی یہ توکل کرے کہ میرا پیٹ خود بخود بھر جائے گا، یہ ناجائز توکل ہے، کھانا ترک کرنا ناجائز ہے، کھانا کھائے، اور اللہ پر بھروسہ رکھے کہ وہ چاہیں گے تو اس کھانے سے بھوک مٹ جائے گی، نہیں چاہیں گے تو بھوک نہیں مٹے گی، یہاں اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، اسباب اختیار نہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اب کوئی ٹی ٹی اپنے سینے پہ رکھے، اور کہے کہ اللہ کو منظور ہوگا، تو بچ جاؤں گا، میں تو توکل کررہا ہوں، میری تقدیر میں مرنا لکھا ہوگا تو مر جاؤں گا، اور بچنا لکھا ہوگا تو بچ جاؤں گا، اور پھر گولی چلادے، تو ایسا توکل کرنا جائز نہیں ہے، اور تقدیر پر یقین کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کرو۔

ظنّی اسباب

اسباب کی دوسری قسم سے مراد وہ اسباب ہیں، جن کے ذریعے مقصود حاصل ہونا یقینی نہیں ہے، ان سے مقصد حاصل بھی ہوسکتا ہے، اور حاصل نہیں بھی ہوسکتا، دونوں صورتوں کا احتمال ہے، بہرحال ایسے بھی اسباب وسائل اور تدابیر ہوتی ہیں، جن کو اختیار کرنے کے بعد مقصد حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، ایسے اسباب کو ظنّی اسباب کہتے ہیں۔

دوکان کیوں نہیں چلتی؟

مثلاً روزی تجارت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، لیکن یقینی نہیں ہے، کسی کو حاصل ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی، کسی کی دوکان خوب چلتی ہے اور دوسرے کی اُسی چیز کی دوکان

بالکل نہیں چلتی، جس کی چل رہی ہے، وہ لاکھوں کمارہا ہے، جس کی نہیں چلتی، وہ مقروض ہورہا ہے، کھانے پینے کا خرچہ بھی نہیں نکل رہا، دوکان کا خرچ بھی نہیں نکل رہا، اب ایک ہی چیز کو دو آدمی بیچ رہے ہیں، ایک خوب کھا کمارہا ہے، اور دوسرا آدمی ترس رہا ہے، اِس نے بھی وہی ذریعہ اختیار کیا، اُس نے بھی وہی ذریعہ اختیار کیا، اِس کو اُس ذریعہ سے روزی مل رہی ہے، اُس کو اُس ذریعہ سے نہیں مل رہی ہے، معلوم ہوا کہ یہ ظنّی سبب ہے۔

روزی کے غیر یقینی اسباب

بہر حال تجارت ایسا سبب ہے کہ جس کے ذریعہ روزی کا حصول یقینی نہیں ہے، ایسے ہی ملازمت ہے کہ کسی کو ملازمت کرنے کے بعد تنخواہ ملتی ہے، کسی کو نہیں ملتی، جیسے عام طور پر کمپنی فیل ہوجائے تو تنخواہیں بند ہوجاتی ہیں، لوگ کام کررہے ہیں، پیسے نہیں مل رہے، لوگ پریشان ہوجاتے ہیں، پہلے تو ہر مہینے یکم کو باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی، اب دس کو بھی نہیں مل رہی، بیس کو بھی نہیں مل رہی، ایسے ہی زراعت ہے، کبھی فصل ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی، کبھی تو اتنا فائدہ ہوا کہ اگلی پچھلی کسر نکل گئی، اور کبھی فصل ایسی خراب ہوئی کہ جمع پونجی بھی ختم، دیکھو! اب یہ اسباب اور ذرائع ایسے ہیں، جن سے مقصود کا حاصل ہونا یقینی نہیں ہے، ظنّی ہے۔

اسباب چھوڑنے کی مذمت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے اسباب کو چھوڑنے کے

سلسلے میں دو صورتیں ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی اسباب کے ماحول میں نہ رہے، ایسے ماحول کو چھوڑ کر چلا جائے مثلاً جیسے ہماری شہری زندگی میں اسباب کا ماحول ہوتا ہے، کہ سب ایک دوسرے کے کاموں میں لگے رہتے ہیں، اوران کاموں میں لگنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری ہورہی ہیں، اب کوئی شخص شہری ماحول اور اسباب کے ماحول کو چھوڑ کر جنگل میں جاکر بیٹھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، تو مجھے روزی مل جائے گی، میری قسمت میں روزی لکھی ہے، تو مل کر رہے گی، اور جنگل میں جاپڑے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا توکل بھی ناجائز ہے۔

اسباب چھوڑنے کی شرطیں

دوسری صورت یہ ہے کہ اسباب کے ماحول میں رہے اور پھر اسباب اختیار نہ کرے، شہر میں رہے، بستی میں رہے، دیہات میں رہے، گھر میں رہے، رشتہ داروں کے ساتھ رہے، عزیز واقارب کے ساتھ مل جل کر رہے، اور پھر ان اسباب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، حضرت نے فرمایا کہ عام حالات میں یہ بھی جائز نہیں ہے، البتہ یہ چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) نان ونفقہ واجب نہ ہو

جو شخص ان اسبابِ ظنّیہ کو ترک کرے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، تو اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ صاحبِ عیال نہ ہو، اور اس پر کسی کا نان ونفقہ واجب نہ ہو، مثلاً وہ اکیلی ذات ہے، لیکن جس کے بیوی بچے ہیں، ماں باپ ہیں، جو کہ معذور ہیں، ان

کا نان نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، یا اس کے کچھ ایسے عزیز واقارب ہیں، جو اس کی کفالت میں ہیں، ان کا نان ونفقہ اس واجب ہے، اس کے لئے ایسا توکل کرنا جائز نہیں ہے، یا وہ اکیلا ہو، یا اس کے عزیز واقارب بھی ہوں، لیکن کسی کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب نہ ہو۔

(۲) اللہ کی رضا میں راضی ہو

دوسری شرط یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے، جو اسباب چھوڑے گا، تو ہوسکتا ہے کہ کچھ ملے، ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ ملے، ہوسکتا ہے کہ صحت ہو، ہوسکتا ہے کہ صحت نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ روزی ملے، ہوسکتا ہے کہ روزی نہ ملے، اسباب چھوڑ دیئے، زمین چھوڑ دی، دوکان چھوڑ دی، ملازمت ترک کردی، ممکن ہے روزی ملے، اور ممکن ہے نہ ملے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے۔

(۳) ارادہ کا پکّا ہونا

تیسری شرط یہ ہے کہ صاحبِ عزم اور پختہ کار ہو، یعنی اپنے ارادے کا ایسا پکّا ہو کہ کیسی ہی آزمائش آجائے، ہلنے نہ پائے پھر کوئی ایسا توکل کرتا ہے، تو اُس کا امتحان بھی ہوتا ہے، امتحان میں کامیاب ہوجاتا ہے، تو رزق کے دروازے کھلتے ہیں، فتوحات ہوتی ہیں، ورنہ کچھ نہیں ملتا۔

(۴) مانگنے سے بچنا

چوتھی شرط یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی سے بھی نہ صراحۃً مانگے، نہ اشارۃً مانگے،

نہ زبان سے مانگے، نہ دل سے مانگے، دل کے اندر بھی یہ نہ ہو کہ فلاں کچھ دے دے، فلاں کچھ دے دے۔

جب یہ چار شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں، تو پھر اُسے ظنی اسباب کو ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے کی اجازت ہے، اور اگر ان چار شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے، تو پھر ایسا توکل اختیار کرنا، اور اسباب کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض بزرگوں کا توکل

عام لوگوں میں، بلکہ عام طور پر آج کل خاص لوگوں میں بھی تمام شرطیں نہیں ہوتیں، اس لئے ان کے لئے اس قسم کے اسباب کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، اپنی روزی کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کریں، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بعض بزرگوں سے اس طرح کا جو توکل ثابت ہے کہ انہوں نے اسباب ترک کر دیے، اُن کا یہ ترکِ اسباب اور توکل انہی شرائط کے ساتھ تھا، یا بطورِ علاج کے تھا، یا کسی دینی اور اجتماعی ضرورت سے تھا، اصلاً اور مستقلاً نہیں تھا، اور اس صورت میں بھی افضل یہ ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرے، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین کا یہی توکل ہے اسباب و ذرائع اختیار فرماتے لیکن ان پر بھروسہ نہ

کرتے بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر فرماتے تھے چنانچہ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جگہ جگہ اسباب کا اختیار کرنا ثابت ہے، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! میں اپنی سواری کو باندھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عَقِلْ سَاقَهُ وَ تَوَكَّلْ ۔ (أو كما قال) اس کی پنڈلی کو رسّی سے باندھ، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر، یہ نہیں فرمایا کہ سواری کو چھوڑ دو، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، کہ قسمت میں ہوگی، تو سواری کہیں نہیں جائے گی، اور قسمت میں جانا لکھا ہے، تو ٹھہر نہیں سکتی، اللہ پر بھروسہ کرو کہ کہیں نہیں جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب

اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ یہ سمجھے کہ سب کچھ کرنے والے واقعۃً اللہ تعالیٰ ہیں، یہ اسباب کچھ بھی کرنے والے نہیں ہیں، دوکان روزی نہیں دے رہی، دوا شفاء نہیں دے رہی، سواری نہیں پہنچا رہی، یہ تو ظاہری سبب ہے، اللہ تعالیٰ نہ چاہیں، تو گاڑی کا انجن فیل ہو جائے، اور اسٹیشن سے گھر واپس آنا پڑے، دوا پہ دوا کھائے جا رہے ہیں، اور بجائے فائدے کے اُلٹا مرض بڑھ رہا ہے، ایک دوکان بدلی، دوسری دوکان بدلی، تیسری دوکان بدلی، لیکن روزی نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے، دوکان بذاتِ خود کچھ نہیں کرتی، سب کچھ کرنے والے اللہ جل

شانہ ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھے۔

طلبہ محنت نہ چھوڑیں

اللہ پاک نے چونکہ یہ عالمِ اسباب بنایا ہے، اس لئے یہاں پر سبب اختیار کرنا ضروری ہے، اب کوئی طالب علم یہ کہے کہ میری قسمت میں عالم ہونا لکھا ہوگا، تو میں عالم بن جاؤں گا، میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ میں عالم ہوجاؤں گا، اور پڑھے لکھے کچھ نہیں، کھائے پیئے اور سوجائے، نہ تکرار کرے، نہ مطالعہ کرے، نہ سبق میں حاضری دے، تو کیا عالم بن جائے گا؟ وہ عالم نہیں بن سکتا، بعض مرتبہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی عالم نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں صلاحیت نہیں ہوتی، یہ پڑھنا اسبابِ ظنّیہ میں سے ہے، لہٰذا ہر طالبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ جو مدرسے کا نظم ہے، اُسے اختیار کرے، لیکن پھر اس سبب اور ذریعے پر بھروسہ نہ رکھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے اور، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ اللہ پاک کو منظور ہوگا، تو مجھے علم آجائے گا، اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوگا، تو علم نہیں آئے گا۔

عمل بھی ایک سبب ہے

ایسے ہی خدانخواستہ کوئی نیک عمل کرنا چھوڑ دے، اور کہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں، بخش دیں گے، میری قسمت میں جنت میں جانا لکھا ہوگا، تو چلا جاؤں گا، ورنہ نہیں جاؤں گا، تو یاد رکھیں اعمال بھی، ظاہری سبب ہیں جنتی یا جہنّمی ہونے کے، اعمالِ صالحہ جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہیں، اور اعمالِ سیئہ

جہنّم میں جانے کا ظاہری سبب ہیں، جس طرح علم حاصل کرنے کے لئے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے، جنت میں جانے کے لئے بھی جنت والے اعمال اور دیگر اعمالِ صالحہ اختیار کرنے ضروری ہیں، دوزخ سے بچنے کے لئے گناہوں سے بچنا ضروری ہے، گناہوں سے بچتا رہے، نیکیاں کرتا رہے، پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جائے گا، یہ صحیح توکل ہے۔

ایک عجیب واقعہ

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے توکل کے بارے میں ایک بڑی پیاری حکایت بھی بیان فرمائی ہے، ایک شخص جنگل سے گزر رہا تھا، وہاں اُس نے ایک درخت پر دیکھا کہ ایک اندھا کوا بیٹھا ہوا ہے، جس کے پر کٹے ہوئے ہیں، جن سے وہ اُڑ نہیں سکتا، تو اُس نے اُس کوے کو دیکھ کر اپنے دل میں سوچا کہ اس بیچارے مسکین کا کیا بنے گا؟ یہ کیسے بچے گا؟ کیسے زندہ رہے گا؟ یہ اندھا بھی ہے اور اس کے پر کٹے ہوئے ہیں، اب یہ اُڑ کر کہیں جا نہیں سکتا، یہ کیسے کھائے گا؟ کیسے پئے گا؟ اور بغیر کھائے پئے کیسے زندہ رہے گا؟ اب یہ کھڑا ہوا اس کو دیکھ ہی رہا تھا، اور اسے اُس کوے پر بھی آ رہا تھا، اچانک اس نے دیکھا کہ دور سے ایک شاہین اُڑتا ہوا آیا، اور اپنے منہ میں کہیں سے غذا لے کر آیا، اور کوے کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اور کوے نے منہ کھول دیا، اس نے وہ غذا اُس کے منہ میں ڈال دی، اور پھر وہ شاہین اُڑ گیا، سبحان تیری قدرت! کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی روزی کا انتظام فرمایا کہ اب یہ اُڑ نہیں سکتا،

تو دوسرے اُڑنے والے کواس کے پاس بھیج دیا، اُس نے اُس کی خوراک پہنچادی۔

دوکاندار کی غلط فہمی

اب وہ شخص جو یہ منظر دیکھ رہا تھا، اپنی ناسمجھی سے پٹڑی سے اُتر گیا، اس نے سوچا کہ اب دوکان پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ دوکان کھولنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ رات دن ڈیوٹی دو اور محنت کرو، جب کوّے کو اس طرح روزی مل سکتی ہے، تو مجھے بھی مل سکتی ہے، اور وہ گھر جاکر بیٹھ گیا، ایک ہفتہ گزر گیا، اور کچھ بھی نہیں ملا، اسی دوران اُس کی ایک دانا اور عقلمند شخص سے ملاقات ہوئی، اُس نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ایک ہفتے سے دوکان بند ہے، کیا کسی کا انتقال ہوگیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! نہیں! کسی کا انتقال نہیں ہوا ہے، تو اس عقلمند شخص نے کہا کیا بات ہے؟ دوکان پر کیوں نہیں جارہے؟ اُس نے کہا کہ یہ وجہ ہے، کہ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے جب اُس اندھے اور پرَ کٹے کوّے کو روزی پہنچائی ہے، تو مجھے بھی ملے گی کیونکہ میں تو اشرف المخلوقات میں سے ہوں، اس عقلمند شخص نے کہا کہ بیوقوف! کوّے کو روزی مل سکتی ہے، لیکن تجھے نہیں ملے گی۔

کوّا بننا کیوں پسند کیا؟

اس دانا نے کہا کہ کم بخت! تو نے دو پرندے دیکھے تھے، ایک کوّا، ایک شاہین، تو نے کوّا ہونا کیوں پسند کیا؟ شاھین ہونا کیوں پسند نہ کیا؟ خود بھی کھاتا ہے، اور کوّے کو بھی کھلاتا ہے، تو کوّا کیوں بننا چاہ رہا ہے؟ کیا تیرے پرَ کٹے ہوئے ہیں؟ کیا

تو اندھا ہے؟ ارے تیرے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں صحیح سالم ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ پاک نے اسباب دیئے ہوں، اُسے اسباب اختیار کرنے چاہئے، اور اسباب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، اُس کی مثال شاہین کی سی ہے کہ شاہین خود بھی اُڑ کر اور اپنی خوراک ڈھونڈ کر اپنا پیٹ بھر رہا ہے، اور معذور کوّے کا بھی پیٹ پال رہا ہے۔ تو نے خود کو کوّے پر کیوں قیاس کیا؟ شاہین پر قیاس کیوں نہ کیا؟

معذور کو روزی دینے والا

ہاں! اگر خدانخواستہ کوئی انسان معذور ہو جائے، اور وہ اسباب سے محروم ہو جائے، اُس میں کمانے کی طاقت نہ رہے، تو پھر پریشان ہونا بھی بے کار ہے کہ یہ کہاں سے کھائے گا؟ اللہ تعالیٰ رازق ہیں، وہ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ کو روزی پہنچاتے ہیں، جس کی نہ کوئی دوکان ہے، نہ وہ دوکان چلا سکتا ہے، اور وہ بوڑھوں کو بھی گھر میں روزی پہنچاتا ہے، نہ وہ بعض کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، اور بعض کمانے سے بالکل معذور اور لاچار ہوتے ہیں، ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جو معذور ہوتے ہیں، اور گھروں میں ہوتے ہیں، اور کمانے کھانے سے عاجز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا بھی پیٹ بھرتے ہیں۔

جانور کہاں سے کھاتے ہیں؟

چرند، پرند اور جانوروں کے کون سے بازار ہیں؟ اور کون سی اُن کی دوکانیں ہیں؟

تو دوسرے اُڑنے والے کواس کے پاس بھیج دیا، اُس نے اُس کی خوراک پہنچادی۔

دوکاندار کی غلط فہمی

اب وہ شخص جو یہ منظر دیکھ رہا تھا، اپنی نا سمجھی سے پٹڑی سے اُتر گیا، اس نے سوچا کہ اب دوکان پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ دوکان کھولنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ رات دن ڈیوٹی دو اور محنت کرو، جب کوّے کو اس طرح روزی مل سکتی ہے، تو مجھے بھی مل سکتی ہے، اور وہ گھر جا کر بیٹھ گیا، ایک ہفتہ گزر گیا، اور کچھ بھی نہیں ملا، اسی دوران اُس کی ایک دانا اور عقلمند شخص سے ملاقات ہوئی، اُس نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ایک ہفتے سے دوکان بند ہے، کیا کسی کا انتقال ہوگیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! نہیں! کسی کا انتقال نہیں ہوا ہے، تو اس عقلمند شخص نے کہا کیا بات ہے؟ دوکان پر کیوں نہیں جارہے؟ اُس نے کہا کہ یہ وجہ ہے، کہ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے جب اُس اندھے اور پرَ کٹے کوّے کو روزی پہنچائی ہے، تو مجھے بھی ملے گی کیونکہ میں تو اشرف المخلوقات میں سے ہوں، اس عقلمند شخص نے کہا کہ بیوقوف! کوّے کو روزی مل سکتی ہے، لیکن تجھے نہیں ملے گی۔

کوّا بننا کیوں پسند کیا؟

اس دانا نے کہا کہ کم بخت! تو نے دو پرندے دیکھے تھے، ایک کوّا، ایک شاہین، تو نے کوّا ہونا کیوں پسند کیا؟ شاھین ہونا کیوں پسند نہ کیا؟ خود بھی کھاتا ہے، اور کوّے کو بھی کھلاتا ہے، تو کوّا کیوں بننا چاہ رہا ہے؟ کیا تیرے پَر کٹے ہوئے ہیں؟ کیا

تو اندھا ہے؟ ارے تیرے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں صحیح سالم ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ پاک نے اسباب دیئے ہوں، اُسے اسباب اختیار کرنے چاہئے، اور اسباب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، اُس کی مثال شاہین کی سی ہے کہ شاہین خود بھی اُڑ کر اور اپنی خوراک ڈھونڈ کر اپنا پیٹ بھر رہا ہے، اور معذور کوّے کا بھی پیٹ پال رہا ہے۔ تو نے خود کو کوّے پر کیوں قیاس کیا؟ شاہین پر قیاس کیوں نہ کیا؟

معذور کو روزی دینے والا

ہاں! اگر خدانخواستہ کوئی انسان معذور ہو جائے، اور وہ اسباب سے محروم ہو جائے، اُس میں کمانے کی طاقت نہ رہے، تو پھر پریشان ہونا بھی بے کار ہے کہ یہ کہاں سے کھائے گا؟ اللہ تعالیٰ رازق ہیں، وہ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ کو روزی پہنچاتے ہیں، جس کی نہ کوئی دوکان ہے، نہ وہ دوکان چلا سکتا ہے، اور وہ بوڑھوں کو بھی گھر میں روزی پہنچاتا ہے، نہ وہ بعض کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، اور بعض کمانے سے بالکل معذور اور لاچار ہوتے ہیں، ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جو معذور ہوتے ہیں، اور گھروں میں ہوتے ہیں، اور کمانے کھانے سے عاجز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا بھی پیٹ بھرتے ہیں۔

جانور کہاں سے کھاتے ہیں؟

چرند، پرند اور جانوروں کے کون سے بازار ہیں؟ اور کون سی اُن کی دوکانیں ہیں؟

تو دوسرے اُڑنے والے کواس کے پاس بھیج دیا، اُس نے اُس کی خوراک پہنچادی۔

دوکاندار کی غلط فہمی

اب وہ شخص جو یہ منظر دیکھ رہا تھا، اپنی ناسمجھی سے پٹڑی سے اُتر گیا، اس نے سوچا کہ اب دوکان پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ دوکان کھولنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ رات دن ڈیوٹی دو اور محنت کرو، جب کوّے کو اس طرح روزی مل سکتی ہے، تو مجھے بھی مل سکتی ہے، اور وہ گھر جا کر بیٹھ گیا، ایک ہفتہ گزر گیا، اور کچھ بھی نہیں ملا، اسی دوران اُس کی ایک دانا اور عقلمند شخص سے ملاقات ہوئی، اُس نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ایک ہفتے سے دوکان بند ہے، کیا کسی کا انتقال ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! نہیں! کسی کا انتقال نہیں ہوا ہے، تو اس عقلمند شخص نے کہا کیا بات ہے؟ دوکان پر کیوں نہیں جا رہے؟ اُس نے کہا کہ یہ وجہ ہے، کہ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے جب اُس اندھے اور پَر کٹے کوّے کو روزی پہنچائی ہے، تو مجھے بھی ملے گی کیونکہ میں تو اشرف المخلوقات میں سے ہوں، اس عقلمند شخص نے کہا کہ بیوقوف! کوّے کو روزی مل سکتی ہے، لیکن تجھے نہیں ملے گی۔

کوّا بننا کیوں پسند کیا؟

اس دانا نے کہا کہ کم بخت! تو نے دو پرندے دیکھے تھے، ایک کوّا، ایک شاہین، تو نے کوّا ہونا کیوں پسند کیا؟ شاہین ہونا کیوں پسند نہ کیا؟ خود بھی کھاتا ہے، اور کوّے کو بھی کھلاتا ہے، تو کوّا کیوں بننا چاہ رہا ہے؟ کیا تیرے پَر کٹے ہوئے ہیں؟ کیا

کون سی اُن کی نوکریاں ہیں؟ اورکون سی اُن کی زراعتیں ہیں؟ لیکن صبح اٹھتے ہیں، تو خالی پیٹ ہوتے ہیں، اور جب وہ شام کولوٹتے ہیں، تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ رازق ہیں، دوکان رازق نہیں ہے، نوکری رازق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ روزی پہنچانے والے ہیں، یہ دنیا عالمِ اسباب ہے، اسباب کو اختیار کرے، لیکن اسباب پر بھروسہ نہ کرے، بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرے، وہ جب چاہیں گے، جس طرح چاہیں گے، روزی پہنچادیں گے، اور وہ روزی پہنچاتے ہیں۔

رزق رسانی کا حیرت ناک واقعہ

اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی کا ایک اور واقعہ یاد آیا، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا، میں نے وہاں ایک درخت پر ایک پرندہ دیکھا، جو چڑیا سے کچھ بڑا، یا اُس کے لگ بھگ تھا، وہ بار بار جا رہا تھا آرہا تھا، تو جب میں نے اس کو زیادہ آتے جاتے دیکھا، تو مجھے تجسّس ہوا کہ دیکھوں تو سہی کہ یہ پرندہ کیوں آجا رہا ہے؟ اس درخت پر ایسی کیا چیز ہے؟ تو میں اُس درخت کے اوپر چڑھا، جب اوپر چڑھ گیا، تو میں نے دیکھا کہ ایک کالا اور اندھا ناگ وہاں بیٹھا ہوا ہے، وہ بالکل اندھا ہو چکا ہے، جب میں نے اُس کو دیکھا، تو اندازہ ہوا کہ یہ پرندہ اُس کو روزی پہنچا رہا ہے، اللہ پاک نے اس پرندہ کو اس پر مقرر کیا ہوا ہے؛ کیونکہ نابینا ناگ نہ آسکتا ہے، اور نہ جا سکتا ہے، کچھ کر نہیں سکتا، زہریلا ہے، لیکن اس پرندہ کو مقرر کیا ہوا کہ وہ اِدھر اُدھر غذا ڈھونڈ کر لا رہا ہے، اور اُس کے منہ میں ڈال رہا ہے۔

اسبابِ خَفیہ

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسباب کی تیسری قسم وہ ہے، جو وہم کے درجے میں ہیں جنھیں آدمی سوچ سوچ کر اپنے ذہن میں گھڑتا ہے، اوران کو اپنی طرف سے بنالیتا ہے، ایسے اسباب خفیہ کہلاتے ہیں، مثلاً دور دور کے احتمالات، خیالات اورفکریں، جیسے کوئی سفر میں اس لئے نہیں جارہا کہ ہوسکتا ہے کہ کہیں ریل پٹڑی سے نہ اُتر جائے، اور میں مرجاؤں، یا ہوسکتا ہے انجن فیل ہوجائے، اور دوسرا انجن لایا جائے، تو وہ بھی فیل ہوجائے، اور پھر تیسرا لایا جائے، اور میں گھر نہ پہنچ سکوں، لہٰذا میں ریل میں نہیں جاتا، اور کوئی اپنے گھر سے اس لئے گاڑی میں نہ نکلے کہ اگر ایکسیڈنٹ ہوگیا، تو کیا ہوگا؟ کوئی اس لئے کھانا نہ کھائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی نے زہر ملا دیا ہو اور میں اسے کھا کر مرجاؤں!

وہم والے اسباب

یہ وہم والے اسباب ہیں، ان سے بچنا ہر حال میں ضروری ہے، ان اسباب سے ڈرنا خلافِ توکل ہے، بس! ظاہری طور پر دیکھ لو کہ کوئی خطرناک چیز تو نہیں ہے، کوئی نقصان دہ چیز تو نہیں ہے، کوئی مُضر چیز تو نہیں ہے، اگر نہیں تو اب بے فکر ہوجاؤ، اللہ کے بھروسے، کھانے کی چیز کھالو، پینے کی چیز پی لو، پہننے کی چیز پہن لو، استعمال کرنے کی چیز ہے، استعمال کرلو، اور سفر کرنے کی چیز ہے، تو اس کو اختیار کرلو، اب آگے اللہ پر بھروسہ رکھو، گھر سے نکلو، تو بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا

بِاللّٰہِ پڑھ لو، سواری پر بیٹھو، تو الحمد للّٰہ کہہ لو جب وہ چلنے لگے تو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پڑھ لو اور جو دیگر دعائیں ہیں، وہ پڑھ لو، اور وہمی ایسے اسباب کی پروا نہیں کرنا چاہئے۔

بعض خواتین اس قسم کے اسباب کے پیچھے پڑی رہتی ہیں، لوگ ایسے اسباب سے بھی ڈرتے ہیں، اور بچتے ہیں، تو کل کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اور ان سے بچنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ ہے توکل کے بارے میں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفصیل کا خلاصہ جو میں نے عرض کیا۔

تدبیر کو نہ چھوڑیں

اب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پڑھ لیتے ہیں، جو حضرت نے تقدیر اور توکل کے سلسلے میں بیان فرمائے ہیں تاکہ پوری طرح سمجھ میں آجائیں، بعض لوگوں کے تقدیر پر یقین کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر کا بہانہ کر کے شریعت کے موافق ضروری تدبیر کرنا چھوڑ دے، بلکہ تقدیر پر یقین کرنے والے کو چاہئے کہ تدبیر بھی ضرور اختیار کرے، البتہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس تدبیر میں اثر ڈالنے والے ہیں، اگرچہ تدبیر کمزور ہی کیوں نہ ہو؟ کیوں کہ تدبیر تو کچھ نہیں کرتی، کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اللہ تعالیٰ اس میں اثر ڈال سکتے ہیں، اس لئے کبھی ہمت نہیں ہارے، اور یہ بات نہ کہے کہ یہ کام میرے بس میں نہیں ہے۔

سستی اور لاپروائی کی برائی

وجہ یہ ہے کہ حدیث میں کم ہمتی، یعنی سستی کرنے، غفلت برتنے، لاپروائی

اختیار کرنے کی مذمت آئی ہے، آج کل یہ مرض عام ہے، دین کے کاموں میں تو حد سے زیادہ سُستی اور غفلت، کاہلی اور لاپرواہی پائی جاتی ہے، بعض لوگ دنیا کے کاموں بھی میں بہت زیادہ سُستی، کاہلی اور لاپروائی برتتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہئے، جو کام بھی کرنا ہو، ہمیشہ ہمت سے کرنا چاہئے، پوری کوشش سے کرنا چاہئے، اس کے جو جائز اور مناسب اسباب ہیں، انہیں اختیار کرنا چاہئے، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

ایک سبق آموز واقعہ

چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمے کا فیصلہ فرمایا، تو ہارنے والے نے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ کہا مطلب یہ تھا کہ اللہ کی مرضی اور میرا نصیب، میری قسمت میں ہار لکھی تھی، اس لئے میں ہار گیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو ناپسند فرماتے ہیں، تم ہوشیاری سے کام لو، ہمت سے کام لو، یعنی کوشش اور تدبیر میں کمی مت کرو، جو تمہاری طرف سے کوشش اور تدبیر ہوسکتی ہے، اُس کو بروئے کار لاؤ، پھر جب کوئی کام تمہارے قابو سے باہر ہو جائے، تو اُس وقت حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل کہو۔

خلاصۂ بیان

خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر اور توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان شریعت کے مطابق ضروری اور جائز اسباب بھی اختیار نہ کرے، جو جائز اور ضروری اسباب ہیں، جن

کو اسبابِ ظنیہ بھی کہتے ہیں، اُن کو اختیار کرنا چاہئے، اور اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ہر آن اس بات کو ملحوظ رکھے کہ اس سبب میں کچھ نہیں ہے، سب کچھ **مُسَبِّبُ الاَسْبَاب** کے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے، اور وہ چاہیں گے، تو میرا اس سبب سے کام ہو جائے گا، اور وہ نہیں چاہیں گے، تو میرا اس سبب سے کام نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

(۸)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۸ فروری ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیَّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلِہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیلُ ○ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْءٌ.

(آل عمران: آیت نمبر: ۱۷۳، ۱۷۴)

ترجمہ

اور وہ بول اٹھے کہ: ’’ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہیں۔‘‘ نتیجہ یہ کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل لے کر اس طرح واپس آئے کہ انہیں ذرا بھی گزند نہیں پہنچی، (آسان ترجمہ قرآن بتصرف)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی روح پنجم بیان ہو رہی ہے، تقدیر کی حقیقت، توکل کا مفہوم اور تقدیر و توکل پر عمل کرنے کے فوائد کا بیان مکمل ہو چکا ہے، اس کے بعد حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر اور توکل کے بارے میں چند احادیثِ طیبہ بیان فرمائی ہیں، ان کو آپ کے سامنے پڑھوں گا، اور جہاں ضرورت ہوگی، ان شاء اللہ اس کی وضاحت کر دوں گا۔

تقدیر پر پختہ یقین

پہلی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے، تقدیر اچھی ہو یا بری، یہاں تک کہ یقین کر لے کہ جو بات واقع ہونے والی ہے، وہ کبھی ٹلنے والی نہیں، اور جو بات اس سے ٹلنے والی تھی، وہ اس پر کبھی واقع نہیں ہو سکتی۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر اٹل چیز ہے، تقدیر بالکل پکی بات ہے، اور اس پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، تقدیر اچھی بھی ہو سکتی ہے، اور بری بھی ہو سکتی ہے، یعنی دنیا میں کسی کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں، یا وہ اس کے حق میں اچھا ہوتا ہے، یا اس کے حق میں برا ہوتا ہے، تو اچھا برا ہونا دونوں کا تعلق تقدیر سے ہے۔

اچھا اور برُا سب مقدّر ہے

کسی کو کوئی پریشانی ہورہی ہے، تو وہ مقدّر ہے، خوشی ہورہی ہے، تو وہ مقدّر ہے، کسی کو نقصان ہورہا ہے، تو مقدّر ہے، نفع ہورہا ہے، تو مقدّر ہے، ملازمت مل رہی ہے، تو مقدّر ہے، ملازمت چھوٹ رہی ہے، تو مقدّر ہے، اولاد ہورہی ہے، تو مقدر ہے، اولاد نہیں ہورہی ہے، تو مقدّر ہے، اولاد ہوکر مرجائے، تو مقدّر ہے، اولاد بالکل ہی نہ ہورہی ہو، تو مقدّر ہے، دنیا میں جو کچھ بھی برا ہوتا ہے، یا اچھا ہوتا ہے، سب پہلے سے مقدر ہوتا ہے، جتنے بھی حادثات، سانحات، واقعات، آفات اور بلیات ہیں، یا جتنی بھی خوشیاں، مسرتیں، راحتیں، عافیتیں، سلامتیاں، عزتیں، عہدے، اور منصب ہیں، وہ سب کے سب مقدر ہیں۔

جو کچھ کسی کو پیش آئے، اس کو یہ سمجھے کہ یہ میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا، اس کے مطابق ہوا ہے، جو مجھے ملنا تھا، وہ رک نہیں سکتا تھا، جو مجھے نہیں ملنا تھا، وہ مجھے کوئی دے نہیں سکتا تھا، جو کچھ مل رہا ہے، تقدیر کے مطابق مل رہا ہے، ہر آدمی کو اپنی قسمت کا مِل رہا ہے، اور نہیں مل رہا، تو نہ ملنا بھی تقدیر کی وجہ سے ہے، کیونکہ تقدیر میں لکھا ہوا نہیں ہے، اس لئے نہیں مل رہا، اور جو مقدر میں نہیں، وہ کوئی نہیں دے سکتا، اور جو قسمت میں لکھا ہوا ہے، وہ کوئی روک نہیں سکتا، دیکھو! کیسی عجیب بات ہے، تقدیر پر یقین کرنے کا کتنا بڑا فائدہ ہے، انسان کا غم ہی ختم، کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو مل رہا ہے، دوسرے کو نہیں مل رہا، وہ غم کرتا ہے کہ اِسے تو مل رہا ہے، مجھے کچھ نہیں مل

رہا، تقدیر پر یقین ہو، تو کوئی غم نہیں ہو سکتا، یہ کہہ دے گا کہ اسے اس کی قسمت کا مل رہا ہے، اور مجھے میری قسمت کا مل رہا ہے۔

علم کی وجہ سے حسد

تقدیر پر یقین کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی کسی سے حسد نہیں کر سکتا مثلاً دوسرا شخص علم میں بڑھتا چلا جا رہا ہے، اور اس کی خدمات پوری دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہیں، دوسرا بھی وہی کورس پڑھا ہوا ہے، لیکن اس کی کوئی علمی یا کوئی عملی خدمت نہیں ہے، تو یہ قسمت کی بات ہے، اس کی قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قسمت کے مطابق اس سے خدمت لے رہے ہیں، تمہاری قسمت میں یہ لکھا ہے، اس لئے تم سے یہ خدمت ہو رہی ہے۔

کاروبار کی وجہ سے حسد

ایسے ہی ایک دوکاندار دوسرے دوکاندار سے حسد نہ کرے کہ اس کی دوکان بڑی چل رہی ہے، اور میری دوکان بالکل نہیں چل رہی، ایک جیسی دوکان ہے، اور ایک ہی چیز کی دوکان ہے، یہ سبزی بیچ رہا ہے، اور وہ بھی سبزی بیچ رہا ہے، یہ کپڑا بیچ رہا ہے، اور وہ بھی کپڑا بیچ رہا ہے، یہ بجلی کا سامان بیچ رہا ہے، اور وہ بھی بجلی کا سامان بیچ رہا ہے، اس نے مٹھائی کی دوکان کھولی ہوئی ہے، اور اُس نے بھی مٹھائی کی دوکان کھولی ہوئی ہے، ایک کی دوکان میں سیل دن دوگنی اور رات چوگنی ہو رہی ہے، دوسرا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا ہوا ہے، لیکن دوسرا پہلی کی وجہ سے حسد نہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس

کو اس کی قسمت کا مِل رہا ہے، تمہیں اتنا نہیں مل رہا ہے، تو تمہاری قسمت میں لکھا ہوا نہیں ہے، اور مزید یہ پریشانی اپنے سر مول لے لیتے ہیں کہ کسی نے دوکان باندھ دی، کسی نے جادو کر دیا، کسی نے بندش کر دی، آسیب کا سایہ پڑ گیا، ارے بھئی! قسمت میں نہیں ہے، اس لئے دوکان نہیں چل رہی، ان چیزوں کے پیچھے کہاں پڑ گئے؟ یہ چیزیں بھی اگر مقدر میں لکھی ہیں، تو ہوں گی نہیں لکھی ہیں، تو نہیں ہوں گی، لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے، دراصل لوگوں کا اعتقاد اتنا کمزور ہو گیا ہے، اور تقدیر کا عقیدہ ایسا ضعیف ہو گیا ہے کہ اب ننانوے فیصد لوگ ہر بات میں اسی جادو، آسیب کو سامنے رکھتے ہیں، خاص طور پر اس میں عورتیں زیادہ مبتلا ہیں کہ بچیوں کے رشتے نہیں ہو رہے، لڑکوں کو ملازمت نہیں مل رہی، تو یہ کہتی ہیں کہ کسی نے بندش کر دی، کسی نے جادو کر دیا، کسی نے آسیب چڑھا دیا، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، اور ہوتا کچھ بھی نہیں ہے: کیونکہ اکثر اپنا خیال ہوتا ہے اور اگر کسی عامل نے ایسا بتا دیا تو وہ پتھر کی لکیر کی طرح ذہن میں بیٹھ جاتا ہے جبکہ عامل کا بتانا بھی پکی بات نہیں کچی بات ہے اور احتمال کے درجہ میں ہے اس لئے اس پر بھی اتنا یقین نہ کرنا چاہئے۔

عاملوں کی دنیا

ایسے لوگ جب عاملوں کے پاس جاتے ہیں، تو اس سے وہ اور زیادہ پریشان ہوتے ہیں، اس لئے آج کل عاملوں کی دنیا قابلِ اطمینان نہیں ہے، اور ان کے بتانے کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے پاس غیب دانی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، وہ جو کچھ

حساب وکتاب کر کے بتاتے ہیں، وہ خود غیر یقینی اور ظنّی ہے، اور مؤکلوں اور جنّات سے جو کچھ پوچھ کر بتاتے ہیں، وہ اکثر جھوٹ ہوتا ہے، عامل اور سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے، وہ حرف بہ حرف صحیح ہے، اور ہوتا ہے جھوٹ، اس کے نتیجے میں پریشانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، مال بھی ضائع، وقت بھی صائع، وظیفے پڑھنے کی محنت بھی ضائع، اور حاصل کچھ بھی نہیں۔

جھوٹ موٹ کا جِن

اور ایسے لوگوں پر جادو اور آسیب چڑھتا ہی رہتا ہے، اس لئے کہ اکثر وہ جھوٹ موٹ کا چڑھایا ہوا ہوتا ہے، اور اسے اپنی طرف سے بنا کر چپکایا ہوتا ہے، حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا، تو اس کا جتنا بھی علاج کرو، کم ہے، کرتے رہو، وہ جن نہیں بھاگے گا، اس لئے کہ وہ اپنا پالا ہوا جن ہے، اسے اپنے ذہن سے سوچ کر یا عامل کی بات سن کر ذہن میں بٹھایا گیا ہے اور حقیقت میں وہ اپنا چڑھایا ہوا جن ہے، جب تک اسے خود نہیں اتارو گے، اس وقت تک وہ نہیں اترے گا، اس لئے ان باتوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دینی چاہئے، سیدھا سیدھا راستہ یہ ہے کہ اپنی تقدیر کو یاد کرنا چاہئے، لہٰذا کسی کو جو کچھ مل رہا ہے، کسی کے بچے ہو رہے ہیں، کسی کا کاروبار چمک رہا ہے، کسی کی ملازمت پکی ہو رہی ہے، کسی کو کوئی عہدہ مل رہا ہے، کسی کو کوئی عزت مل رہی ہے، تو یہ اس کی قسمت کا کھیل ہے، جو اسے مل رہا ہے، حسد مت کرو، اور غم مت کرو، فکر مت کرو، تمہاری قسمت میں جو کچھ لکھا ہے، وہ تمہیں مل رہا ہے۔

تین عجیب نصیحتیں

ایک حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہم اہم چند نصیحتیں فرمائی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے، اور وہ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے، اس لئے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند باتوں کی تعلیم کرتا ہوں، ان پر عمل کرنا، ہم سب لوگ بھی ان نصیحتوں کو عمل کی نیت سے سنیں، تاکہ ہمیں بھی فائدہ ہو۔

(۱) تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا خیال رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے، یعنی تمہاری جان، مال، اہل و عیال، تمہارے دین و دنیا کی حفاظت فرمائیں گے،

سبحان اللہ!

(۲) تقویٰ کو لازم پکڑو، یعنی تقویٰ اختیار کرو، تم اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔

(۳) جب تمہیں کچھ مانگنا ہو، تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا کرو، اور جب تمہیں مدد مانگنی ہو، تو مدد بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا، اور اس بات پر یقین رکھو کہ اگر تمام لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کوئی نفع پہنچائیں، تو وہ ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے، مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمام لوگ متفق ہو کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے، مگر اس چیز کا جو اللہ

پاک نے تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے، او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم.

ہر وقت فرمانبرداری کا خیال

اس حدیث میں سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اہم نصیحتیں فرمائی ہیں، ہر نصیحت ایسی ہے کہ اگر کوئی عمل کرلے، تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے، اور ہم سب دنیا و آخرت کی کامیابی کے محتاج ہیں، اس لئے ان کو توجہ سے سنیں، اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمل کی کوشش کریں۔

(۱) ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا خیال رکھیں، یعنی یہ طے کرلیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنی ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرنا، چاہے دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے، زمین آسمان پر چلی جائے، اور آسمان زمین پر آجائے، مگر میں وہ کروں گا، جو میرے پروردگار کا حکم ہے، اور شریعت کا حکم ہے۔

گھر والوں کے حقوق

صبح سے شام تک انسان کی زندگی مختلف جگہوں پر گزرتی ہے، عام طور پر آدمی کی رات گھر میں گزرتی ہے، تو گھر میں جتنے بھی افراد ہیں، ان کے ساتھ بھی احکامِ شرع وابستہ ہیں، اگر ماں باپ ہیں، تو ان کے بھی حقوق ہیں، بیوی بچے ہیں، تو ان کے بھی حقوق ہیں، شوہر ہے، تو اس کا بھی حق ہے، بہن بھائی ہیں، تو ان کا بھی حق ہے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرے، خوش اخلاقی سے پیش آئے، ان کے کام کرے،

جائز کاموں میں ان کا کہنا مانے، ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت نہ کرے، ادب سے معذرت کرے، اس طرح سے گھر میں بھی گھر والوں کے جو شرعی حقوق ہیں، ان کو ادا کرے۔

صبح کے کام

سویرے اٹھے، تو فجر کی نماز با جماعت ادا کرے، جماعت فوت نہ ہونے دے، قضاء بھی نہ ہونے دے، اس کی کوشش کریں، یہ حکمِ شرع ہے، عورتیں فجر کی نماز وقت میں اندر ادا کرنے کا اہتمام کریں، قضاء نہ کریں، یہ حکمِ شرع ہے، نماز فرض ہے، اور جماعت واجب ہے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اشراق، چاشت کی نماز ہے، اس کے علاوہ تلاوت ہے، اور تسبیحات ہیں، یہ نوافل ہیں، اس کے بعد ناشتہ ہے، سنّت سمجھ کر ناشتہ کریں۔

روزانہ کی مصروفیت

اس کے بعد پھر پڑھانے والے پڑھانے چلے جاتے ہیں، ملازم ملازمت پر چلے جاتے ہیں، تاجر تجارت کرنے چلے جاتے ہیں، اب آپ بازار میں دوکان پر، آفس میں، دفتر میں آگئے، مدرسے میں اساتذہ پڑھانے کے لئے آگئے، طلبہ پڑھنے کے لئے آگئے، اس میں بھی احکامِ شرع ہیں، کچھ حقوق ہیں، اُن حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کریں، پھر ظہر کی نماز پڑھیں، پھر واپس اپنے کام پر چلے گئے، یا گھر آگئے، کمرے میں آگئے، وہاں پر بھی احکامِ شرع ہیں، وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے،

وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، نافرمانی سے بچے، فرمانبرداری کرے، دن بھر کبھی کسی سے ملاقات ہورہی ہے، کبھی کہیں جارہے ہیں، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے احکام موجود ہیں، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے کی کوشش کرتا رہے، جہاں غلطی ہوجائے، معافی تلافی کرلے، بس! یہی کام روزانہ کرتے رہنا ہے۔

تحفظ کی ضمانت

اس لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اور فرمانبرداری کرنے کا خیال رکھوگے، اللہ تعالیٰ تمہاری جان کی، تمہارے مال کی، اور تمہارے اہل وعیال کی بھی حفاظت فرمائیں گے، بلکہ تمہارے دین ودنیا کی حفاظت فرمائیں گے، یہ ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل ہوگیا، اس وقت ایسے بدامنی کے حالات ہیں کہ ہر آدمی غیر محفوظ ہے، جان بھی غیر محفوظ ہے، آبرو بھی غیر محفوظ ہے، اہل وعیال بھی غیر محفوظ ہیں، گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے، اور گھر سے باہر نکلنے کے بعد بھی محفوظ نہیں ہے، ہر جگہ حادثات ہیں، سانحات ہیں، واقعات ہیں، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، بدامنی ہی بدامنی ہے، کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت کیا ہوجائے؟ یہ سب ہماری نافرمانی کی وجہ سے ہورہا ہے۔

گناہوں سے بچیں

آج ہی سے فرمانبرداری کا عہد کرلیں، اور یہیں سے یہ نیت اور پکا ارادہ کرتے ہوئے اٹھیں کہ میں اب کوئی بھی گناہ نہیں کروں گا، بس! جو ہوگیا، سو ہوگیا، آج کے

بعد کوئی گناہ نہیں کروں گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ، جتنے گناہ ہوگئے، ان سے سچی توبہ کرلیں، آنکھ کے گناہ ہوں، کان کے گناہ ہوں، منہ کے گناہ ہوں، زبان کے گناہ ہوں، ہاتھ کے گناہ ہوں، پیر کے گناہ ہوں، پیٹ کے گناہ ہوں، جتنے بھی گناہ ہیں، اب میں ان کو نہیں کروں گا، اور جتنے فرائض وواجبات ہیں، ان کو ادا کروں گا۔

علمِ دین کی ضرورت

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ہمیں بہت سے احکام معلوم ہی نہیں ہیں، تو ان کا بقدرِ ضرورت جاننا بھی فرض ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اوراطاعت میں داخل ہے، اب جاننے کے لئے کسی مستند عالم دین سے کوئی کتاب تجویز کروالیں، اُس کا مطالعہ کرلیں، یا پھر اہلِ علم سے ملتے رہیں، اور ایک ایک بات ان سے پوچھیں، لیکن ان سے وقت پوچھ لیں کہ وقت کس وقت پوچھوں؟ یہ نہیں کہ بے وقت ان کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوجائیں یا فون کرنا شروع کردیں نہ رات دیکھیں نہ دن دیکھیں، اس طرح سے پوچھ پوچھ کے چلیں، نیک لوگوں کی اور علماء کی صحبت میں رہیں، ان کی صحبت میں بیٹھنے سے آپ کو بہت سی دین کی باتوں کا علم ہوگا، کتابوں کے مطالعہ سے علم ہوگا، جس چیز کے بارے میں آپ کو علم نہیں ہے، آپ پوچھ لو، جب پوچھ لو، تب عمل کرو، اس سے پہلے کچھ مت کرو، اس طرح سے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا آغاز ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا نزول ہوجائے گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

تقویٰ اختیار کریں

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات یہ فرمائی کہ تم تقویٰ اختیار کرو، تم اللہ تعالیٰ کی مدد اپنے ساتھ پاؤ گے، سبحان اللہ! تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے فرائض وواجبات دیئے ہیں، ان کو بجالانے، اور جن کاموں کو حرام وناجائز قرار دیا ہے، اُن سے بندہ بچنے کی کوشش کرے، اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے پیدا ہوتے ہیں، اس ڈر اور خوف کو تقویٰ کہتے ہیں، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے، وہ تنہائی میں بھی گناہ سے بچ جاتا ہے، اور جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا، وہ سب کے سامنے بھی بے خوف وخطر گناہ کر گزرتا ہے۔

تقویٰ کا فائدہ

تقویٰ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے گناہوں سے بچنا نہایت آسان ہوجاتا ہے، فرائض وواجبات کو ادا کرنا اُس کے لئے پھول کی طرح آسان ہوجاتا ہے، گناہوں سے بچے بغیر اُس کو چین نہیں آتا، فرائض وواجبات کو ادا کئے بغیر چین نہیں آتا، گناہ کرکے اُس کی طبیعت میلی ہوجاتی ہے، اطاعت کرکے اُس کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے، یاد رکھیں! کتاب سے علمِ تقویٰ آتا ہے، اور تقویٰ، اہلِ تقویٰ کی صحبت سے آتا ہے، تقویٰ کا علم بہت سے لوگوں کو ہوتا ہے، لیکن تقویٰ کسی کسی میں ہوتا ہے، الا ما شاء اللہ۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کی بات یاد آئی، ایک مرتبہ حضرت سفر میں تھے، اور کسی اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، بارش شروع ہوگئی، وہ اسٹیشن چھوٹا تھا، عام طور پر چھوٹے اسٹیشنوں پر چھپّر سائبان نہیں ہوتا، جس کے نیچے آدمی کھڑا ہوکر بارش اور دھوپ سے اپنا بچاؤ کرسکے، وہاں کا اسٹیشن ماسٹر ہندو تھا، اس کی حضرت سے جان پہچان تھی، جب اس نے دیکھا کہ حضرت اسٹیشن پر کھڑے ہیں، اور بارش ہورہی ہے، تو اس نے فوراً اپنے ملازم کو آواز دی کہ ریلوے کا گودام کھول دو، اور حضرت کو وہاں بٹھادو، اب حضرت فرماتے ہیں کہ میں گودام میں چلا تو گیا وہاں جانے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا، اور بارش سے میں نے اپنے آپ کو بچالیا، لیکن پھر خیال آیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں یہ ہندو لالٹین بھیجے گا، اس زمانے میں لالٹین زیادہ ہوتے تھے، بجلی کا اتنا رواج نہیں تھا، ویسے بھی ہندوستان میں بجلی کا بہت بُرا حال ہے، ہمارے یہاں سے زیادہ وہاں حال خراب ہے، گاؤں دیہات میں تو اکثر لائٹ ہوتی ہی نہیں ہے۔

دو باتوں میں کشمکش

بہرحال! حضرت نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ وہ تھوڑی دیر میں لالٹین بھیجے گا، اور وہ ریلوے کی لالٹین ہوگی، اور ریلوے کی لالٹین میرے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس کی روشنی سے استفادہ کرنا میرے لئے درست نہیں، اس کے

ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اب اگر میں اس سے کہوں کہ لالٹین مت بھیجنا، تو وہ کہے گا مسلمانوں کے مذہب میں کتنی سختی ہے! ایسی مصیبت کے وقت میں، جب سب جگہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے، بارش ہورہی ہے، گاڑی نہیں ہے، لالٹین کو استعمال کرنے کی بھی ممانعت ہے۔

حضرت نے فرمایا: اب کہوں، تو مشکل، نہ کہوں، تو مشکل، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور یہ نسخہ یاد رکھنے کا نسخہ ہے... کہ یا اللہ! آپ ہی بچا لیجئے، میں اس وقت کہہ بھی نہیں سکتا، اور روشنی سے استفادہ بھی نہیں کرسکتا، آپ بچانے والے ہیں، آپ ہی بچا لیجئے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں بس! دعا کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ اُس نے آواز دی کہ ارے فلاں! دیکھ! میری ذاتی لالٹین لے کر جائیز، ریلوے کی مت لے کر جائیو، اللہ اکبر، سبحان اللہ، دیکھو! یہ شریعت کی تابعداری، تقویٰ تھا، اس پر کس طرح اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔

غلطی سے رجوع کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف وطریقت میں امام بنایا تھا، حضرت میں فتویٰ دینے کی بھی بڑی اعلیٰ صلاحیت تھی، حضرت فتوی بھی دیتے تھے، اور حضرت کے فتاوٰی کا مجموعہ ''امداد الفتاوٰی'' مشہور ومعروف ہے، یہ معتبر فتاویٰ میں نہایت مستند ہے جس سے کوئی مفتی بے نیاز نہیں ہوسکتا، تو حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص مجھ سے فتویٰ لینے کے لئے آیا، میں نے اس کا جواب لکھ کر

اُس کو دے دیا، اور وہ چلا گیا، اُس کے جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے جواب لکھنے میں کچھ غلطی ہوگئی ہے، تو مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ یا اللہ! وہ چلا گیا، وہ جا کر عمل کرلے گا، اور پکڑ میری ہوگی، مجھ سے غلطی ہوگئی، اور کبھی کبھی غلطی ہوجاتی ہے، تو حضرت بے چین ہو کر خانقاہ کی مسجد کے صحن میں ٹہل رہے تھے، کہ یا اللہ! وہ چلا گیا، اب میں کیا کروں؟ دیکھو! غلطی ہو جانے کے بعد یہ احساس کہ غلطی ہوگئی، اور میں اس کا کیسے تدارک کروں؟ یہ تقویٰ کا احساس ہے، جس کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے، اُسی کو ایسا ہی احساس ہوتا ہے، جس میں تقویٰ نہیں ہوتا، وہ پروا بھی نہیں کرتا، بلکہ بعض مرتبہ دیدہ ودانستہ غلط فتویٰ دے دیتا ہے، جس میں تقویٰ نہیں ہوتا، وہ دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر فتویٰ دے دیتا ہے، لیکن جس کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے، اُس کا یہ حال ہوتا ہے، جیسا حضرت کا حال ہے۔

رجوع الی اللہ کا ثمرہ

حضرت فرماتے ہیں کہ میرے پاس دعا کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا، دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! آپ ہی کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ بھی ہے، کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ واپس آیا کہ حضرت جی! اس میں آپ نے مہر تو لگائی نہیں! حضرت نے کہا کہ لاؤ! اس پر مہر بھی لگاؤں گا، اور اس کو صحیح بھی کروں گا، سبحان اللہ۔ یہ ہے تقویٰ! اب دیکھو! ان کے دل میں خلش تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی، دیکھئے فتویٰ جاری ہونے کے بعد عام طور پر واپسی کا سوال پیدا نہیں ہوتا، کون واپس آتا ہے؟ لیکن اللہ پاک نے

اُس کو واپس لوٹا دیا، تو حقیقت یہ ہے کہ کسی کے دل میں تقویٰ ہو، تو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ہوتی ہے، اور کیوں نہ ہو؟ جب اللہ پاک نے قرآن شریف میں فرما دیا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (الطّلاق: آیت نمبر ۲، ۳)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

بہر حال! اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر مشکل میں راہِ نجات عطا فرما دیں گے، اور غیب سے اُسے روزی عطا فرمائیں گے۔

سود کے شبہ سے احتیاط کا واقعہ

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا ایک واقعہ یاد آ گیا، کسی شخص نے دیکھا کہ گرمیوں کے زمانے میں دوپہر کے وقت حضرت نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں، لیکن چونکہ گرمی بہت سخت ہے، دھوپ بڑی سخت پڑ رہی ہے، اس لئے آپ مکانوں کے سائے سے ہو کر گزر رہے ہیں، کیونکہ دھوپ میں چلنا مشکل ہے، اور جس نے یہ واقعہ دیکھا، وہ شخص بھی حضرت کے ساتھ ساتھ چل

رہا تھا، جب ایک مکان آیا، تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا سایہ چھوڑ کر دھوپ میں چلنے لگے، جب اس مکان کا سایہ گزر گیا، تو پھر دوبارہ دوسرے مکان کے سائے سے گزرنے لگے، اُس نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے یہ راستہ کیوں تبدیل فرمایا؟ پہلے آپ مکانوں کے سائے میں آرہے تھے، پھر اس مکان کے پاس آکر آپ دھوپ میں کیوں چلنے لگے؟ پھر آگے جاکر آپ مکانوں کے سائے میں جانے لگے، تو حضرت نے فرمایا: کہ یہ جس کا مکان ہے، وہ میرا مقروض ہے، میں نے اسے قرضہ دیا ہوا ہے، اور حدیث میں ہے کہ:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا. (جامع صغیر)

ترجمہ

جو شخص قرض دے کر اس پر کچھ بھی نفع حاصل کرے، وہ سود ہے۔

اس لئے میں نے اس کے مکان کے سائے سے بھی اجتناب کیا، یہ اعلیٰ درجے کا تقویٰ کہلاتا ہے، عام طور پر کسی مقروض کے مکان کے سائے سے گزرنا کوئی منع نہیں ہے، جائز ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے متقی اور متورع تھے کہ وہ صریح حرام تو صریح حرام، شبہات سے بھی اپنے آپ کو بچانے والے تھے، اس لئے انہوں نے اس مقروض کے مکان کے سائے سے بھی اپنے آپ کو بچایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس سے استفادہ کرنا پایا جائے، اور میں سود لینے کی وعید میں شامل ہو جاؤں، حقیقت میں وہ بحکمِ ربا نہیں تھا، مگر امام صاحبؒ تو سود کے شبہ سے بھی بچنے والے تھے۔

تجارت میں تقویٰ کا عجیب واقعہ

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور واقعہ یاد آ گیا، حضرت کا کپڑے کا بہت بڑا کاروبار تھا، آپ نے ایک مخصوص کپڑے کی پوری لاٹ اپنے وکیل کے سپرد کی کہ اس ریٹ پر مارکیٹ میں بیچ دو، اُس کا ریٹ بھی بتادیا، اور کپڑا بھی اس کے حوالے کر دیا، وکیل جب کپڑا لے کر مارکیٹ میں گیا، تو پتہ چلا کہ یہ کپڑا مارکیٹ میں شارٹ ہے، اس کی بڑی مانگ ہے، دو چار دن رکھ دیں گے، تو حضرت نے جتنے ریٹ بتائے ہیں، اس سے دوگنے ریٹ پر یہ با آسانی بک جائے گا، اس نے دو چار دن کے لئے مال کو روک لیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی قیمت دوگنی ہوگئی، اب اُس نے بیچ دیا، اور آ کر حضرت کو مال کی ڈبل قیمت پیش کی، اور دل میں بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اب حضرت شاباش دیں گے، کہ تو بڑا ہوشیار ہے، تجھ سے سارا کام کروانا چاہئے، تو نے ڈبل نفع پہنچا دیا۔

یہ حقیقی ذخیرہ اندوزی نہیں

جب اس نے حضرت کی خدمت میں کپڑا فروخت کرنے کے دوگنے پیسے پیش کئے، تو حضرت نے کہا: اتنے سارے پیسے کہاں سے آ گئے؟ اس نے اصل بات بتائی کہ حضرت! یہ مال مارکیٹ میں ناپید تھا، اور اس کی بڑی مانگ تھی، تو میں نے اس کو مزید دو چار دن روک لیا کہ اور زیادہ مہنگا ہو جائے، تو اچھے داموں بک جائے گا، اس لئے اچھے داموں بیچ کر آ رہا ہوں، فرمایا کہ جا کمبخت! تو نے میرا اصل نفع بھی کھو دیا، یہ

تو ذخیرہ اندوزی ہوگئی، جب اس مال کی کمی کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہو رہی تھی، تو پھر ذخیرہ کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جتنا بھی نفع ہوا ہے، جتنا میں نے پیسہ اس مال میں لگایا تھا، اور جتنا تو نے اس کے اوپر کمایا، دونوں خیرات کردے، مجھے ایسا نفع نہیں چاہئے، حالانکہ فتویٰ کی رُو سے یہ نفع جائز تھا، لیکن حضرت کا تقویٰ دیکھئے کہ انہوں نے اس سے بھی اجتناب فرمایا، تو جو آدمی زندگی میں تقوی پر عمل کرتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شاملِ حال ہوتی ہے۔

مدد اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو!

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ جب تمہیں کچھ مانگنا ہو، اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو، جب تمہیں مدد مانگنی ہو، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، بس! ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی عادت ڈالو، چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو، مخلوق سے نظر ہٹاؤ، اور اللہ تعالیٰ پر نظر جماؤ، جو کچھ کرنا ہے، جو کچھ مانگنا ہے، سب اللہ تعالیٰ سے عرض کردو کہ یا اللہ! یہ بھی کردیجئے، یا اللہ! وہ بھی کردیجئے، اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اپنے سامنے دیکھو گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، مخلوق کی قدرت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

بیان کا حاصل

لہٰذا اگر ساری مخلوق مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے، اور وہ نفع تمہارے مقدر

میں نہیں ہے، تو کوئی تم کو نفع نہیں پہنچا سکتا، اور اگر ساری مخلوق مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے، اور تمہاری قسمت میں نقصان لکھا ہوا نہیں ہے، تو وہ تمہارا بال بھی نہیں ہلا سکتے، جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا، وہی ہوگا، اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، لہٰذا نفع چاہئے، تو بھی اُن سے مانگو، اور نقصان سے بچنا ہے، تو بھی ان سے مانگو، بس! اُسی کی طرف رجوع کرو۔

یہ تین نصیحتیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

حق تعالیٰ کے پانچ فیصلے

(۹)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۳)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
تاریخ : ۱۵ فروری ۲۰۱۱ء
دن: منگل
وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ به ونتوکّل علیه ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّهدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشهد أن لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشهد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارکَ وسَلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ.

(ابراہیم: آیت نمبر۱۱)

ترجمہ

اور مؤمنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

(۱) ہر ایک کی عمر کا فیصلہ

تقدیر اور توکل کا بیان چل رہا ہے، چنانچہ تقدیر کے سلسلے میں ایک حدیث شریف

یہ ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کو پانچ چیزوں سے فراغت فرمادی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے بارے میں پانچ چیزوں کا فیصلہ فرما کر فارغ ہوچکے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندہ کے بارے میں ان پانچ باتوں کا جس طرح فیصلہ فرمایا ہے، اب اُسی طرح ہوگا، یہی تقدیر ہے، لہٰذا جس طرح اللہ پاک نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، اب اُسی طرح ہوگا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی عمر کے بارے میں فیصلہ فرما کر فارغ ہوچکے ہیں، اب جس جس بندہ کی اللہ پاک نے جو عمر لکھی ہے، اُس کی اتنی عمر ہوگی، نہ ایک دن کم ہوگی، اور نہ ایک دن زیادہ ہوگی۔

(۲) مخلوق کا رزق کتنا ہوگا؟

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ اُس کی کتنی روزی ہوگی؟ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کے بارے میں فیصلہ فرما کر فارغ ہوچکے ہیں اللہ پاک نے ہر شخص کی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ اس کو کتنی روزی ملے گی، اور جتنی روزی ملنے کا اللہ پاک نے فیصلہ فرمایا ہے، اب اُتنی ہی روزی اس کو ملے گی، نہ کم نہ زیادہ۔

(۳) نیک اور بد کا فیصلہ

تیسری بات یہ ہے کہ کون سا بندہ کیا عمل کرے گا؟ کیسے کیسے کام کرے گا؟ یا

اچھے اچھے کام کرے گا؟ یا بُرے بُرے کام کرے گا یا چھوٹے چھوٹے کام کرے گا، یا بڑے بڑے کام کرے گا، اس سے بھی اللہ پاک فارغ ہو چکے ہیں اب جس کے بارے میں اللہ پاک نے جیسا فیصلہ فرما دیا ہے، اب ویسے ہی ہوگا، اور وہ اُسی کے مطابق عمل کرے گا، جو کچھ بھی کرے گا۔

(۴) کون کہاں دفن ہوگا؟

چوتھی بات یہ ہے کہ کون سا شخص کہاں دفن ہوگا؟ اس کا بھی اللہ پاک نے فیصلہ فرما دیا ہے، اور ہر ایک کے بارے میں طے کر دیا ہے کہ کون سا شخص کہاں دفن ہوگا؟ اب جہاں اللہ پاک نے اس کا دفن ہونا لکھا ہے، اور اللہ پاک نے جہاں اس کے دفن ہونے کا حکم دیا ہے، اب وہ شخص وہیں دفن ہوگا۔

(۵) کس کا انجام کیسا ہوگا؟

پانچویں بات یہ ہے کہ انجام کے لحاظ سے نیک بخت ہوگا، یا بد بخت؟ اس کا انجام اچھا ہوگا یا برا ہوگا، اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا کُفر پر ہوگا، اللہ بچائے! اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے، اور ہر ایک کے بارے میں اللہ پاک یہ بات بھی طے کر کے فارغ ہو چکے ہیں، اب جیسا اللہ پاک نے جس کے بارے میں طے کر دیا ہے، ویسا ہی اُس کا انجام ہوگا۔

انسان کی پیدائش کیسے ہوتی ہے؟

چنانچہ ایک روایت میں اس بات کی وضاحت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صادق و مصدوق ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان کی پیدائش اس طرح ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک ایک قطرہ کی شکل میں رہتا ہے، پھر وہ جمے ہوئے خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے، وہ چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے، پھر وہ گوشت بن جاتا ہے، اس میں اعضاء بن جاتے ہیں، پھر وہ چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے، اور ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا رہتا ہے۔

رُوح سے پہلے چار چیزوں کا فیصلہ

ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد اُس میں روح ڈالنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجتے ہیں، اور وہ اُس بچہ کی پیشانی پر چار باتیں لکھ دیتا ہے:

(۱) اُس کی عمر کتنی ہوگی؟ کہ دس سال زندہ رہے گا، ستّر سال زندہ رہے گا، اس کی عمر لکھ دیتا ہے۔

(۲) اس کا عمل لکھ دیتا ہے کہ یہ دنیا میں آنے کے بعد کیا کیا کام کرے گا؟ کیسے کیسے کام کرے گا؟ اچھے اچھے کام کرے گا یا بُرے بُرے کام کرے گا؟ وہ فرشتہ اس کا عمل لکھ دیتا ہے۔

(۳) اُس کا رزق لکھ دیتا ہے، اس کو دنیا میں کتنا رزق ملے گا؟ کیا کیا کھائے گا؟ کیا کیا پیئے گا؟ کیا کیا پہنے گا؟ کیا کیا اس کی ضروریات ہوں گی؟ جو اس کو چیزیں ملیں گی، لکھ دیتا ہے۔

(۴) اور وہ یہ بات بھی لکھ دیتا ہے کہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے؟ مسلمان ہوگا یا کافر ہوگا؟ مسلمان ہوگا، تو نیک ہوگا، یا بد؟ اس کے بعد اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔

نیکیاں کرنے والے بعض لوگوں کا انجام

پھر وہ نو مہینے کے بعد معمول کے مطابق پیدا ہوتا ہے، پھر اس کا بچپنہ گزرتا ہے، اس کی جوانی گزرتی ہے، یہاں تک حدیث میں ہے کہ بعض مرتبہ آدمی جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے، یعنی نیک کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے جنت کے اندر جانے میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، تو اس کی تقدیر کا لکھا ہوا سامنے آتا ہے، اور وہ نیک کام چھوڑ کر دوزخیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے، اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

گناہ کرنے والے بعض لوگوں کا انجام

بعض دفعہ آدمی دوزخ والے کام کرتا رہتا ہے، یعنی برے برے کام کرتا رہتا ہے، گندے گندے کام کرتا رہتا ہے، گناہوں میں زندگی گزارتا ہے، یا کفر و شرک میں زندگی گزارتا ہے، معاذ اللہ! یہاں تک کہ اُس کے دوزخ کے اندر جانے میں ایک ہاتھ کے برابر فاصلہ رہ جاتا ہے، تب تقدیر کا لکھا سامنے آتا ہے، اور پھر وہ دوزخ والے کام چھوڑ کر جنتیوں والے کام شروع کر دیتا ہے، کافر ہے تو اسلام قبول کر لیتا ہے، مسلمان ہے تو توبہ کر کے اچھے کام شروع کر دیتا ہے، اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہو جاتا

ہے، اور وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی دور کریں

اب پہلے والے شخص کی شروع کی زندگی جنتیوں والی ہے، اس کی بڑی اچھی، پاکیزہ زندگی گزری، لیکن اس کا انجام خراب ہو جاتا ہے، اور دوسرا آدمی نہایت خراب زندگی گزارتا ہے، گناہوں سے بھری ہوئی زندگی گزارتا ہے، فسق و فجور اور نافرمانی میں زندگی گزارتا ہے، اور پھر اخیر میں اس کو ہدایت ہو جاتی ہے، وہ توبہ کر کے نیک اعمال شروع کر دیتا ہے، اور اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور وہ جنت میں چلا جاتا ہے، لیکن پہلا شخص جو دوزخ میں جا رہا ہے، وہ بھی اپنے اختیار سے دوزخ والے کام کر کے جا رہا ہے، اور دوسرا شخص جو جنت میں جا رہا ہے، وہ بھی اپنے اختیار سے جنت والے کام کر کے جنت میں جا رہا ہے، فرشتہ نے اُس کے اندر روح آنے سے پہلے اُس کی پیشانی پر جو لکھا تھا کہ یہ جنتی ہے، اور یہ جہنّمی ہے، وہ لکھا ہوا سامنے آتا ہے، اُسی کے مطابق جنتی، جہنّم میں چلا جاتا ہے، اور جہنّمی، جنت میں چلا جاتا ہے۔

نیک اعمال پر ناز اور اُن کی تحقیر

بعض مرتبہ آدمی جنت والے کام کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے، اور بعض دفعہ آدمی دوزخ والے کام کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ

ترجمہ

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

تو خاتمہ دیکھا جائے گا کہ خاتمہ ایمان پر ہے، نیک اعمال پر ہے، تو آدمی کامیاب ہے، اور خدانخواستہ اس کا کفر پر خاتمہ ہوگیا، تو وہ ناکام ہے، اس لئے اگر کسی کو نیک کاموں کی توفیق ہورہی ہے، تو وہ ناز نہ کرے، فخر نہ کرے، غرور اور بڑائی میں مبتلا نہ ہو کہ میں تو ایسے اچھے اچھے کام کرتا ہوں، میں تو ایسا ہوں، اور ویسا ہوں، ڈبل پیسہ ہوں، کیوں؟ اس لئے کہ انجام کا پتہ نہیں ہے، اور اسی طرح نیک اعمال کو حقیر بھی نہ سمجھے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، یہ جنت میں جانے کی علامت اور نشانی ہے، اس لئے نیک عمل کرتا رہے، جب نیک عمل کرتا رہے گا، تو اسی حالت میں انتقال ہوگا، تو ان شاء اللہ جنت میں جائے گا۔

گنہگاروں کو حقیر نہ سمجھیں

تیسری بات یہ ہے کہ گنہگاروں کو حقیر بھی نہ سمجھے، اگر خود تہجد پڑھ رہا ہے، اشراق پڑھ رہا ہے، چاشت پڑھ رہا ہے، اور صدقہ، خیرات کر رہا ہے، سارے نیک کام کر رہا ہے، اور دوسرا کچھ بھی نہیں کر رہا، اس کو حقیر نہ سمجھے، کیونکہ خاتمے کا پتہ نہیں، انجام معلوم نہیں، ہوسکتا ہے کہ خدا نہ کرے! میرا انجام خراب ہوجائے، اور میں دوزخ میں چلا جاؤں، اور جس کو میں حقیر سمجھ رہا ہوں، وہ آخر میں توبہ کرلے، اور اچھے اچھے کام کر کے جنت میں چلا جائے، اس لئے ڈرتا رہے، کرتا رہے۔

دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھیں

جس نیک عمل کی توفیق ہوجائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، غلطی ہوجائے، تو معافی مانگتا رہے، اور دوسروں پر نظر نہ ڈالے، اچھے اعمال کے لحاظ سے ہمیشہ اپنے اوپر والے پر نظر رکھے، عاجزی، انکساری اور خاکساری اپنائے، اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھے، دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھے، یہاں تک علماء کرام نے فرمایا ہے کہ انجام کے اعتبار سے کافر سے بھی اپنے کو بہتر نہ سمجھے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کافر توبہ کر کے ایمان لے آئے، اور اس کا ایمان پر خاتمہ ہوجائے، اور خدانہ کرے میرا معاملہ برعکس ہوجائے۔

اپنے انجام سے ڈریں

فائدہ: آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ پانچ باتوں کا فیصلہ فرمادیتے ہیں، اس انسان کو کتنی عمر ملے گی؟ اس کو کتنا رزق ملے گا؟ کیسے کیسے اعمال انجام دے گا؟ اس کی موت کہاں واقع ہوگی؟ زمین کے کس حصے میں دفن ہوگا؟ نیک اور سعید اور خوش بخت ہوکر مرے گا، یا فاسق وفاجر، کافر اور بد بخت ہوکر مرے گا، اللہ بچائے! اس لئے ہر انسان کو اپنے انجام سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا؟ معلوم نہیں میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ کچھ پتہ نہیں کیسا انجام ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کر کے اعمالِ صالحہ اختیار کرنے چاہئیں، جو آدمی نیک اعمال پر کاربند

رہتا ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں، اور پھر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

ایک بادشاہ کا عبرت ناک واقعہ

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر بندہ کے رزق کے بارے میں فیصلہ فرما چکے ہیں، اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا، جو میرے ایک کرم فرمانے سُنایا تھا، ہندوستان کے کسی بادشاہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، وہ بادشاہ اپنے محل کے صحن میں ٹہل رہا تھا، اور ہوا خوری کر رہا تھا، اس نے دیکھا کہ صحن میں چنے کا ایک دانہ پڑا ہوا ہے، جو دور سے صاف نظر آ رہا تھا، اس نے اس چنے کو اٹھالیا، جب اس نے اس چنے کو دیکھا، تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ دانہ چین کا مُرغ کھائے گا۔

بڑا بننے کی سزا

اس نے کہا کہ چین کا مرغ تو چین میں ہوگا، میں ابھی کھا کے دکھاتا ہوں، ابھی اس کو چبا کر نگلتا ہوں، (ایسا کرنے سے اللہ بچائے!) اور اس نے اپنا منہ کھول کر اُسے پھینکا، وہ بجائے منہ میں جانے کے ناک میں گھُس گیا، اس نے ناک سے نکالنا چاہا، تو وہ اور اوپر چڑھ گیا، اب جوں جوں اُس نے نکالنے کی کوشش کی، وہ پھسل کر اوپر چڑھتا گیا، یہاں تک کہ وہ اندر گھس گیا، اور اس کی وجہ سے اس کا سانس رکنے لگا، اور درد ہونے لگا، وہ بڑی تکلیف میں مبتلا ہو گیا، بڑا بننے کی یہ سزا ہوتی ہے، اللہ بچائے!

طبیب اور حکیموں کا جواب

اب اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کرلی کہ کسی طرح سے یہ دانہ نکل جائے، اور جتنا وہ دانہ نکالنے کی کوشش کرتا، اتنا ہی وہ پھسل کر اندر جاتا، اس نے حکیموں اور طبیبوں کو بلایا، انہوں نے نکچوٹی سے اس کو پکڑ کر نکالنے کی کوشش کی، تو وہ دانہ پکڑ میں نہ آئے، وہ دانہ اندر ایسا اٹک گیا کہ نکلنے کا نام نہ لے، یہاں تک کہ بادشاہ شدتِ درد کی وجہ سے تڑپنے لگا، طبیب عاجز آگئے کہ کسی کو کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئے، آپریشن کا زمانہ نہیں تھا، کہ لاؤ، ناک کاٹ کر دانہ نکال لیں۔

چین کے مرغ کی صلاحیت

آخر کہیں سے ایک بہت ہی تجربہ کار، ماہر، بوڑھا حکیم ملا، اس کو بلایا گیا، اور اس کو ساری کیفیت بتائی، اس نے بادشاہ کا حال دیکھا، اور ساری کیفیت دیکھ کر کہا کہ بھئی! کہیں سے چین کا مرغ ڈھونڈو! اللہ پاک نے اس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ پلک جھپکنے میں ناک سے دانہ نکال دے گا، ان شاء اللہ، اب چین کا مرغ ڈھونڈنے نکلے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ کہیں نہ کہیں مل گیا، اس مرغ کو لائے، اور بادشاہ سے کہا کہ تو پلنگ کے اوپر لیٹ کر منہ نیچے کی طرف جھکا دے، اور اپنی ناک نیچے کر دے، اور کہا کہ جب وہ ناک نیچی کر دے، تو پلنگ کے نیچے چینی مرغ چھوڑ دو۔

بڑائی کے دعوی پر پچھتاوا

بادشاہ نے ناک نیچے کی چینی مرغ کو ناک کے نیچے چھوڑا گیا، جوں ہی اس کو

چھوڑا گیا یکدم وہ مرغ اُچھلا، اور اس نے اپنی چونچ اس کی ناک میں داخل کی، اور دانہ نکالا، اور پل بھر میں نگل گیا، اور بادشاہ کا سارا درد کافور ہو گیا، اور اس نے توبہ کی کہ یہ میری غلطی ہے کہ میں نے دعویٰ کیا کہ میں دانہ کھا کر دکھاؤں گا، جبکہ اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ چین کا مرغ کھائے گا، میں نے خوامخواہ کوشش کی، اور تکلیف اٹھائی، آخر چین کے مرغ ہی نے وہ دانہ کھایا، بہرحال! جس کی قسمت کی روزی ہوتی ہے، اسی کو وہ ملتی ہے اور وہی اُسے کھاتا ہے، اس واقعہ سے یہ سبق ملا۔

دوسرے کی روزی پر نظر نہ رکھیں

آدمی دوسرے کی روزی چھیننے کی کوشش نہ کرے، جتنی روزی مل رہی ہے، اُسی پر صبر کرے، اور شکر کے ساتھ کھاتا رہے، دوسرے کو جو کچھ مل رہا ہے، اُس پر نظر نہ ڈالے، بلکہ دنیاوی لحاظ سے ہمیشہ اپنے سے نیچے پر نظر رکھے، اور دین کے لحاظ سے اپنے سے اوپر پر نظر رکھے، نیک اعمال کے اعتبار سے، دین پر چلنے کے اعتبار سے اور علم وعمل کے اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے اوپر نظر رکھے، تاکہ اس کا شوق پیدا ہو؛ کیونکہ وہ حاصل کرنے کی چیز ہے، دنیا، روپے پیسے اور مال ودولت کے اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے نیچے پر نظر رکھے، تاکہ شکر پیدا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کا واقعہ

ایسے ہی اللہ پاک ہر آدمی کے دفن کی جگہ سے فارغ ہو چکے ہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ میں نے ایک واقعہ حکایات کی کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت

سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہوا تھا، اور ان کا عجیب و غریب دربار ہوتا تھا، اور اس دربار میں حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے، جو بندوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں، اور بہت سے جنّات اور انسان بھی دربار میں موجود تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی کو حضرت عزرائیل علیہ السلام بار بار دیکھ رہے ہیں، حضرت عزرائیل علیہ السلام کا کسی کو دیکھنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام کی حیرانی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بھائی! آپ اس بندہ کو بار بار کیوں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بات یہ ہے کہ مجھے اس کی روح قبض کرنے کا حکم ملا ہوا ہے، اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی روح کہاں قبض کرنی ہے، مجھے وہ جگہ بھی بتادی گئی ہے کہ اس کی روح فلاں وقت اور فلاں جگہ قبض کر لینا، وہ جگہ جہاں اس کی روح قبض کرنی ہے، یہاں سے ایک مہینے کی مسافت پر ہے، اگر آدمی چلے، تو ایک مہینے میں وہاں پہنچے گا، اور اس کی روح قبض کرنے کا وقت قریب آچکا ہے، اب میں حیران ہوں کہ اس کی روح فلاں جگہ قبض کرنی ہے، جو ایک مہینے کی مسافت پر ہے، وقت تھوڑا سا ہے، ظاہر میں یہ وہاں کیسے پہنچے گا، اور میں وہاں اس کی روح کیسے قبض کروں گا؟ میرا پہنچنا تو بفضلہٖ تعالیٰ آسان ہے، لیکن یہ کیسے پہنچے گا؟ اس لئے میں اس کو بار بار دیکھ رہا ہوں۔

مرنے والے کی درخواست

جیسے ہی دربار ختم ہوا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ شخص بھاگتا ہوا آیا، اور اس نے کہا کہ یا حضرت! مجھے فلاں جگہ، جو یہاں سے ایک مہینے کی مسافت پر ہے، مجھے ایک بہت ہی ضروری کام ہے، میرا وہاں پہنچنا نہایت ہی ناگزیر ہے، میرے پاس وہاں پہنچنے کا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے، سوائے آپ کے، اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ کے تابع کی ہے، آپ ہوا کو حکم دے دیجئے کہ مجھے اٹھا کر وہاں پہنچادے، فرمایا: رہنے دو، مت جاؤ، اس نے کہا کہ حضرت! میرا جانا ضروری ہے، مہربانی کریں، مجھے آپ پہنچادیں۔

روح نکلنے کی جگہ مقدّر ہے

حضرت سمجھ گئے کہ یہ وہاں کیوں پہنچنا چاہ رہا ہے، آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کو فلاں جگہ پہنچادے، اور ہَوا تو پھر ہَوا ہے، وہ منٹوں میں کہیں سے کہیں پہنچادیتی ہے، ہوا نے اس کو اٹھایا، اور وہاں پہنچادیا، حضرت عزرائیل علیہ السلام پہلے سے وہاں موجود تھے، جیسے ہی اس نے اس زمین پر قدم رکھا، تو انہوں نے اس کی روح قبض کرلی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کہ جیسا لکھا ہے، ویسا ہی ہوتا ہے، جس کا جہاں انتقال ہونا لکھا ہوتا ہے، وہیں ہوتا ہے، کسی کا کہیں انتقال ہو رہا ہے، کسی

کا کہیں انتقال ہو رہا ہے، یہ سب کچھ مقدر ہے، اور اسی کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔

دو غلط گمان

دوسری حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، جس کے متعلق یہ خیال ہو کہ میں اسے ضرور حاصل کرلوں گا، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقدر نہ فرمائی ہو، اور جو مصیبت مقدر ہو چکی ہو، اس کے متعلق یہ خیال مت کرو کہ مقدر ہونے کے باوجود مجھ سے یہ مصیبت ٹل جائے گی، مطلب یہ ہے کہ تمہارے دونوں گمان غلط ہیں، اللہ پاک نے جو خیر مقدر نہیں فرمائی، آپ کوشش سے حاصل نہیں کرسکتے، اور جو مصیبت مقدر ہو چکی ہے، وہ تمہاری کوشش سے دور نہیں ہو سکتی، یہ اصل بات ہے۔

صبر، دعا اور تدبیر کرنا

اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چونکہ جو چیز مقدر میں نہیں، انسان اس کو حاصل کرنے کی جتنی بھی کوشش کرے، وہ حاصل نہیں ہو سکتی، اور جو تقدیرِ الٰہی میں مصیبت آچکی، اب وہ انسان کی کوشش سے ٹل نہیں سکتی، اس لئے ٹالنے کی کوشش کرنا بے کار ہے، یعنی تقدیر پر بھروسہ کرنا چاہئے، اگر کوئی نعمت نہیں مل رہی، تو صبر کرلینا چاہئے، ایسے ہی کوئی مصیبت آگئی ہے، دور نہیں ہو رہی ہے، تو اس

پر صبر کرنا چاہئے، لیکن دعا اور کوشش اپنے اختیار کی حد تک کرتے رہنا چاہئے۔

مقدّر نہیں ٹل سکتا

اگلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے فائدے کی چیز کو کوشش سے حاصل کرو، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگو، اور ہمت سے کام لو، اگر مقصد حاصل ہو جائے، تو اللہ کا شکر ادا کرو، نہ حاصل ہو، تو صبر کرو، اور اگر کوئی مصیبت آن پڑے، تو یوں مت کہو کہ اگر میں یوں کرتا، تو ایسا ہو جاتا، ایسا مت کہو، کیونکہ وہ مصیبت مقدر تھی، اس لئے آ گئی، یعنی یہ تدبیر کر لیتا، تو یہ مصیبت نہ آتی، اور میں نے ایسا کر لیا، تو ایسا ہو گیا، ایسا نہ کرتا، تو ایسا نہ ہوتا، بلکہ ایسے وقت میں یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر تھا، جو اللہ کو منظور ہوا، وہی اللہ پاک نے کر دیا۔

بیان کا خلاصہ

بعض دفعہ آدمی سوچتا ہے کہ میں فلاں جگہ چلا گیا تھا، اس لئے میرا نقصان ہو گیا، مثلاً جیب کٹ گئی، یا کوئی حادثہ اور سانحہ ہو گیا، تو یوں نہ کہے کہ میں چلا گیا تھا، اس لئے ہو گیا، میں نہ جاتا، تو کچھ بھی نہ ہوتا، بلکہ یوں سیدھی سیدھی بات کہو، کہ میری قسمت میں یہ لکھا ہوا تھا، اس لئے ہو گیا، کیونکہ کچھ ہوتا ہے یا ملتا ہے، سب تقدیر کے مطابق ہوتا یا ملتا ہے، اس لئے نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور صدمہ ملنے اور غم

ملنے پر صبر کرو، اور اس کو دور کرنے کی جو جائز تدبیر اپنے اختیار میں ہو، وہ کرو، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

مشورہ اور استخارہ کی اہمیت

(۱۰)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۴)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۲ فروری ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ به ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ.

(آل عمران: آیت نمبر ۱۵۹)

صدق اللّٰہ العظیم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی پانچویں روح کا بیان چل رہا ہے، اب تک آپ کے سامنے جو آیات اور احادیث بیان کی گئی ہیں، ان کا تعلق تقدیر سے تھا، اور اب آگے جو آیات اور احادیثِ طیبہ آئیں گی، ان کا تعلق زیادہ تر توکل سے ہے۔

بھروسہ کرنے والے سے محبت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے توکل کے بارے میں ایک آیت کا ترجمہ تحریر فرمایا ہے، جو میں نے خطبہ کے آخر میں پڑھی تھی، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ.

(آل عمران: آیت نمبر ۱۵۹)

ترجمہ

پھر جب آپ رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن بتصرف)

آگے حضرت نے فائدہ کا عنوان لگایا ہے، حضرت اس فائدہ کے ذیل میں اس آیت کی تشریح اور وضاحت فرماتے ہیں کہ:

''اس سے بڑی دولت اور کیا ہوگی؟ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، یعنی توکل کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں، اس کی کامیابی یقینی ہے، لہذا ہر مسلمان مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرنا چاہئے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو، یہ کامیابی کی کنجی ہے۔

مشورہ بھی ایک تدبیر ہے

نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ ساتھ کوئی تدبیر بھی اختیار کرنے کا حکم ہے، یعنی کوئی نہ کوئی ترکیب اور ذریعہ بھی اختیار کرنا چاہئے، اس کا بھی حکم ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کا حکم فرمایا، یہ تدبیر ہی کے لئے ہے، اور مشورہ کرنے کے بعد پھر جب ایک طرف ارادہ پختہ ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اُس کو کرلو، معلوم ہوا کہ پہلے تدبیر کرو، اس کام کو کرنے کے جو جائز اسباب ہیں، ان کو اعتدال کے ساتھ اختیار کرو، اور اختیار کرنے کے بعد پھر اُن اسباب اور تدابیر پر بھروسہ مت کرو، اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو، حضرت فرماتے ہیں کہ البتہ تدبیر پر بھروسہ نہ کیا جائے، کہ اس تدبیر سے کام ضرور ہی بن جائے گا، بھروسہ مت کرو، بلکہ تدبیر اختیار کرکے بھی بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم

یہاں مزید چند باتیں سمجھنے کی ہیں، اور پھر اُن پر حسبِ موقع عمل کرنے کی ضرورت ہے، (۱) استشارہ، (۲) استخارہ، (۳) توکل، (۴) رضا بالقضاء، یعنی ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ جب وہ کوئی اہم کام انجام دے، تو پہلے اس سلسلے میں مشورہ کرے، اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کا حکم دیا ہے، چنانچہ ایک جگہ قرآن کریم میں جگہ جگہ مشورہ کی تاکید اور ترغیب آئی ہے، چنانچہ ایک جگہ قرآن کریم میں ہے:

دوسرے یہ کہ جس سے مشورہ لیا جائے، وہ عقل مند ہو، بے وقوف اور اناڑی نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ وہ آپ کا ہمدرد مخلص اور بہی خواہ ہو، آپ کے حق میں اچھا سوچتا ہو، آپ کا مخالف اور دشمن نہ ہو، یا آپ سے نفرت نہ کرتا ہو، کیونکہ ایسا شخص صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔

چوتھی بات یہ کہ آپ جس سے مشورہ کر رہے ہیں، اس کو آپ کے مسئلہ کے بارے میں پوری معلومات ہوں، یعنی آپ جس کام کا اس سے مشورہ لے رہے ہیں، اس کے بارے میں اس کو معلومات ہوں، پہلے سے معلومات ہوں، یا آپ اس کو معلومات فراہم کردیں، آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں، اس کے اندر جو فوائد ہیں، وہ آپ اس کے سامنے بیان کردیں، اور جو نقصانات ہیں، وہ بھی اس کے سامنے بیان کردیں، تب آپ کو ان شاء اللہ صحیح مشورہ ملے گا، جس کے اندر یہ اوصاف ہوں، اس سے مشورہ کرنا چاہیے، یاد رکھیں ہر شخص سے مشورہ نہیں ہوتا۔

خود بھی غور کریں

مشورہ کرنے کے بعد پھر خود بھی سوچیں اس کی یہ رائے اور مشورہ ہے، اور میری رائے یہ ہے، اور بھی کسی سے مشورہ لیا ہو، تو اس کا مشورہ بھی سامنے رکھ کر آپ خود سوچیں، کہ ان میں سے کون سا پہلو میرے لئے زیادہ بہتر ہے، جس کسی نے جو مشورہ دیا ہے، وہ اس کی رائے ہے، اس پر ہر حال میں عمل کرنا ضروری نہیں ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نے یہ مشورہ دے دیا ہے، تو اس کا حکم ہے، جیسے بعض

لوگ اپنے شیخ سے مشورہ کرتے ہیں، اب شیخ نے کوئی ایسی رائے دے دی، جو اس کی رائے کے خلاف ہے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ بس! یہ حکم ہے، اب تو کرنا ہی کرنا ہے، اچھا ہو یا برا، یہ بالکل غلط بات ہے، مشورہ کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دوسرنے جو کہہ دیا، اسے ہر حال میں کرنا ضروری ہے، بلکہ مشورہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کام میں آپ کی رائے کیا ہے؟ بعض دفعہ سمجھدار کی رائے اچھی ہوتی ہے، بعض دفعہ اچھی نہیں ہوتی، بعض دفعہ مناسب ہوتی ہے، بعض دفعہ مناسب نہیں ہوتی، بعض دفعہ درست ہوتی ہے، بعض دفعہ درست نہیں ہوتی، تو مشورہ، ہرگز ہرگز حکم نہیں ہے، اور ہر حال میں اس کے اوپر آنکھ بند کر کے عمل کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس کے بعد غور آپ کو کرنا ہے کہ ان آراء اور مشوروں میں سے کون سا پہلو زیادہ مناسب ہے؟ کون سا پہلو زیادہ اچھا ہے؟ جب کسی ایک پہلو کی طرف آپ کا رجحان ہو اور ارادہ ہو کہ یہ پہلو اختیار کرنا چاہئے، تو بھی ابھی اس کو انجام نہ دیں، بلکہ پہلے استخارہ کریں۔

استخارہ کرنے کی فضیلت

حدیث شریف میں استخارہ کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں ہے:

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ

(المعجم الأوسط للطبرانیؒ، ج:۶ ص ۳۶۵)

ترجمہ

جس نے استخارہ کیا، وہ محروم نہ ہوا، جس نے مشورہ کیا، وہ شرمندہ نہ ہوا۔

سبحان اللہ ! مشورہ کا فائدہ یہ ہے کہ عام طور پر مشورہ کے بعد جو کام کیا جاتا ہے، آدمی کو اس پر کوئی ندامت اور شرمندگی نہیں ہوتی، اور استخارہ کرنے کے بعد آدمی محروم نہیں ہوتا، ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے کاموں کے اندر استخارہ کرنے کی ایسی تعلیم دیتے تھے، جیسے قرآن شریف کی کوئی سورت سکھاتے تھے، جس طرح قرآن شریف کی کوئی سورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے صحابہ کرام کو بتاتے، سکھاتے اور لکھواتے تھے، ایسا ہی اہتمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ کرنے کے سلسلے میں بھی فرماتے تھے۔

استخارہ کرنے کا اعلیٰ طریقہ

استخارہ اللہ تعالیٰ سے صلاح لینے کا نام ہے کہ اب اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرلو کہ کون سا پہلو اختیار کرنا چاہئے؟ کون سا پہلو اختیار نہیں کرنا چاہئے؟

استخارہ کے دو طریقے ہیں: ایک اعلیٰ طریقہ اور ایک ادنیٰ طریقہ، اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھیں، اور اس کے بعد دعاءِ استخارہ، جو مشہور و معروف ہے، بہشتی زیور میں لکھی ہوئی ہے، عام دینی کتابوں اور نماز کی کتابوں میں بھی لکھی ہوتی ہے، اس کو دیکھ کر پڑھ لیں، اور دعاءِ استخارہ پڑھنے کے بعد اردو میں

بھی دعا کرنا چاہیں، تو کرلیں کہ یااللہ! میں فلاں کام کرنا چاہتا ہوں، میں آپ سے استخارہ کرتا ہوں، اگر ایسا کرنا میرے لئے مفید ہے، تو میرا رجحان اس کام کے کرنے کی طرف فرما دیجئے، اس کا نہ کرنا میرے لئے بہتر ہے، تو میرا رجحان اس کے نہ کرنے کی طرف فرما دیجئے، اس کے بعد بہتر یہ ہے کہ کسی سے دنیا کی بات نہ کرے، دنیا کے کاموں میں نہ لگے، بستر پر قبلہ رُخ لیٹ جائے، میاں بیوی الگ الگ بستر پر لیٹیں، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے سو جائیں، اور صبح جیسے ہی آنکھ کھلے، تو اپنے دل کا رجحان دیکھیں کہ کس طرف ہے؟ کرنے کی طرف ہے، یا نہ کرنے کی طرف ہے، اگر پہلے دن کسی ایک طرف رجحان ہو جائے، تو استخارہ ہو گیا، اگر کسی طرف بھی رجحان نہ ہو، تو دوسرے دن استخارہ کریں، تیسرے دن استخارہ کریں، آخری حد سات دن ہے، سات دن تک استخارہ کریں، چاہے مسلسل کریں، یا وقفے وقفے سے کریں، لیکن آخری حد یہ ہے کہ سات مرتبہ استخارہ کریں، تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی طرف دل کا رجحان ہو جائے گا، یہ استخارہ کا اعلیٰ درجہ ہے، اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔

استخارہ کا مختصر طریقہ

استخارہ کا دوسرا طریقہ مختصر اور آسان ہے کہ اگر آپ استخارہ کے نوافل نہیں پڑھ سکتے، موقع نہیں ہے، یا کوئی اور وجہ ہے، یا کسی وجہ سے آپ کے لئے نوافل پڑھ کر پوری طرح استخارہ کرنا مشکل ہے، تو صرف دعاءِ استخارہ پڑھ لیں، استخارہ کی وہی دعا، جو کہ مشہور و معروف ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ.... اِلٰی آخِرِہٖ

اور ایک حدیث شریف میں استخارہ کی چھوٹی سی دعا بھی آئی ہے:

اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَ اخْتَرْلِیْ

یہ استخارہ کی چھوٹی سی دعا ہے، یہ دعا چلتے پھرتے اور ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُھن اور دھیان کے ساتھ مانگیں کہ یا اللہ! میں فلاں کام کرنا چاہتا ہوں، اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَ اخْتَرْلِیْ، یا چلتے چلتے آپ اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَ اخْتَرْلِیْ پڑھ لیں، اس طرح کسی نہ کسی طرف آدمی کا رجحان ہوجائے گا، جتنا آپ دل کی توجہ سے دعا مانگیں گے، اور دعاءِ استخارہ پڑھیں گے، اتنی ہی جلدی آپ کا استخارہ ہوجائے گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

توکل اور رضا بالقضاء

پھر جب کسی ایک طرف دل کا رُجحان ہوجائے، تو اب جس چیز کی طرف دل کا رُجحان ہوا ہے، اُسے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کرلیں، اور اس کے بعد انجام کیا ہوتا ہے؟ یہ معلوم نہیں ہے، انجام اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اور وہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے، ان تینوں باتوں پر عمل کرنے کے بعد جس کام کے لئے استخارہ کیا ہے، اس میں کامیابی بھی ہوسکتی ہے، اور ناکامی بھی ہوسکتی ہے، اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور بُرا بھی ہوسکتا ہے، سب کچھ ہوسکتا ہے، جیسا اللہ پاک نے قسمت میں لکھا ہے، ویسا ہی ہوگا، لہذا جب کوئی کام کرلیا جائے، اور اس کا انجام سامنے آئے، تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوجائے، اللہ

تعالیٰ کو یہی منظور تھا، اس میں میرے لئے بہتری ہے، حاصل یہ کہ مرضی کے مخالف کام ہوجائے، تو صبر سے کام لے۔

یہ ہیں ترتیب وار چار کام: (۱) استشارہ، یعنی مشورہ لینا۔ (۲) استخارہ، یعنی استخارہ کرنا۔ (۳) توکل، یعنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔ (۴) رضا بالقضاء، یعنی تقدیر پر راضی ہونا۔ جو شخص اس ترتیب سے کوئی کام انجام دے گا، تو اول ان شاء اللہ کامیابی ہوگی، لیکن اگر ناکامی ہوئی، تو بھی وہ پریشان نہیں ہوگا، محروم نہیں ہوگا، اس کے دل میں سکون رہے گا۔

یہ غیب دانی کا ذریعہ نہیں

استخارہ سے متعلق ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ استخارہ ایک مسنون عمل ہے، ہر مسلمان مرد وعورت کو اپنے اہم کاموں میں استخارہ کرنا چاہئے، اور اس کا معمول بنانا چاہئے، لیکن بعض لوگ اس کو غیب دانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کے ذریعے غیب کا پتہ چلتا ہے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس سے پتہ چل جائے گا کہ شادی کامیاب ہوگی، یا ناکام ہوگی؟ کاروبار چلے گا یا فیل ہوجائے گا؟ امتحان میں پاس ہوجاؤں گا، یا فیل ہوجاؤں گا؟ میرا یہ سفر کامیاب ہوگا، یا ناکام ہوگا؟ اس لئے وہ عاملوں کے پاس جاتے ہیں، کچھ لوگ مسجدوں کے اماموں کے پاس جاتے ہیں، اور ان سے استخارہ نکلواتے ہیں کہ ہمارے لئے استخارہ نکال دو، جیسے وہ کہیں سے غیب کا علم بتائے گا کہ فلاں جگہ شادی کرلو، تمہارے لئے فلاں جگہ شادی راس آئے گی، یاد رکھو! یہ بالکل غلط خیال ہے، اس مقصد کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا، یہ ایک مسنون عمل

ہے، جو سنت ہے، اور باعثِ برکت ہے، اس سے ہرگز غیب کا پتہ نہیں چلتا، اس کے بعد اچھا برا سب ہوسکتا ہے۔

مختلف جگہ سے استخارہ کروانا

بعض لوگ استخارہ مختلف جگہوں سے کرواتے رہتے ہیں، اب کہیں سے ''ہاں'' آجاتی ہے، کہیں سے ''نہ'' آجاتی ہے، تو مصیبت میں پڑجاتے ہیں، مثلاً باپ نے بیٹے یا بیٹی کی شادی کے بارے میں استخارہ کیا اور اس میں ''نہ'' آگئی، ماں نے استخارہ کیا تھا، تو اس میں ہاں آگئی، اب بیٹا کیا کرے؟ بیٹے کو چاہئے کہ وہ خود استخارہ کرلے، اور جہاں دل کا رجحان ہو، وہاں شادی کرلے، بہرحال! اس سے کچھ غیب کا اتہ پتہ نہیں چلتا۔

استخارہ کے بعد شادی کامیاب ہوگی؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ میں ہاں آگئی، تو اب کوئی پریشانی نہیں ہوگی، اور جس کام کے لئے استخارہ کیا ہے، اس میں سو فیصد کامیابی ہی کامیابی ہوگی، اور پھر جب ناکامی ہوتی ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم نے استخارہ نکلوایا تھا، اس میں تو ہاں آئی تھی، پھر ایسا کیوں ہوگیا؟ شادی کے لئے بہت لوگ استخارہ نکلواتے ہیں، آج کل بعض لوگوں کا دارومدار اسی پر رہ گیا ہے، کوئی معلومات نہیں کرتے، کوئی مشورہ نہیں کرتے، بس! استخارہ نکلوالیتے ہیں، اس کے بعد پھر بھانڈا پھوٹ جاتا ہے، تو پھر کہتے ہیں کہ ہمارے استخارہ میں تو ہاں آئی تھی، پتہ نہیں کیا ہوگیا؟ کیسے طلاق ہوگئی؟ بھئی! تم نے

طریقہ غلط اختیار کیا، نہ استخارہ سے غیب کا پتہ چلتا ہے، اور نہ استخارہ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بعد جو کام کریں گے، ہمیشہ وہ کام سو فیصد درست ہوگا، اس میں ہمیشہ کامیابی ہوگی، اور ناکامی نہیں ہوگی۔

استخارہ کے بعد کامیابی یا ناکامی ہوگی

استخارہ سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ تقدیر میں کیا لکھا ہوا ہے؟ استخارہ کے بعد جو کچھ بھی ہوگا، وہ سب تقدیر کے مطابق ہوگا، اگر تقدیر میں کامیابی لکھی ہوگی، تو کامیابی ہو گی، ناکامی لکھی ہے، تو ناکامی ہوگی، یہ چند اعمال ہیں، ان اعمال کو کرنے کا حکم ہے، جیسے نماز پڑھنے کا حکم ہے، روزہ رکھنے کا حکم ہے، حج کرنے کا حکم ہے، اس کے باوجود آدمی بیمار بھی ہوتا ہے، صحت یاب بھی ہوتا ہے، کامیاب بھی ہوتا ہے، ناکام بھی ہوتا ہے، اسی طرح مشورہ، استخارہ اور توکل کرنے کے بعد، اس کام کو انجام دینے کے بعد وہ کامیاب بھی ہوسکتا ہے، اور ناکام بھی ہوسکتا ہے، اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی ہوسکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے توکل کا انعام

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند آیات کا ترجمہ نقل کیا ہے، جن کا تعلق توکل سے ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے توکل کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

یہ ایسے (مخلص) لوگ ہیں کہ (بعض) لوگوں نے جب ان سے

(آ کر) کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی کفارِ مکہ نے) تمہارے (مقابلے کے) لئے (بڑا) ساز و سامان جمع کیا ہوا ہے، لہٰذا تم کو ان سے ڈرنا چاہئے، تو اس (خبر) نے ان کے (جوشِ) ایمان کو اور زیادہ کر دیا، (سبحان اللہ! اور نہایت اعتماد اور استقلال سے یہ کہہ کر بات ختم کر دی) کہ تمام مہمات میں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں، اور وہ اچھا کام بنانے والے ہیں، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل لے کر (اس غزوہ سے) واپس ہوئے اور ان کو کچھ بھی تکلیف نہیں پہنچی، وہ لوگ (اس واقعہ میں) اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع رہے، (اسی کی بدولت وہ ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ بھی کیا، اور جو کچھ پیش آیا، اس پر راضی بھی رہے) اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

(آل عمران: آیت نمبر ۱۷۲، ۱۷۳)

چھوٹے غزوۂ بدر کی طرف اشارہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

’’ان آیتوں میں غزوۂ بدرِ صغریٰ کی طرف اشارہ ہے)، اس میں صحابہ کرامؓ کو دنیا اور دین دونوں کا فائدہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ یہ دونوں دولتیں توکل کی بدولت ملیں۔

سبحان اللہ! غزوۂ بدر کی جنگ، جس کو غزوۂ بدر کہتے ہیں، یہ مشہور و معروف ہے، ایک اور غزوۂ بدر ہے، جس کو غزوۂ بدرِ صغریٰ کہتے ہیں، یہ غزوہ اُحد کے بعد ہوا ہے،

جب غزوۂ اُحد ہو گیا، تو کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ آئندہ سال ہم بدرِ صغریٰ میں آپ سے لڑنے کے لئے آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وعدہ کرلیا کہ ٹھیک ہے، ہم بھی آئیں گے۔

توکل کی وجہ سے کامیابی ملی

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وعدہ کے مطابق تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو لے کر مقامِ بدرِ صغریٰ پر پہنچ گئے، لیکن کفارِ مکہ لڑنے کے لئے نہیں آئے، انہوں نے وعدہ خلافی کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا رُعب اور ایسا خوف بیٹھا کہ لڑنے کے لئے ان کی ہمت ہی نہیں ہوئی، کیونکہ غزوۂ بدر میں ان کی اچھی خاصی پٹائی ہوگئی تھی، اور اُن کی کمر ٹوٹ چکی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، وہاں ایک بازار بھی لگتا تھا، بازار میں عرب کے لوگ دُور دُور سے جمع ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن تک وہیں رہے، جب ان کے آنے کی امید نہ رہی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت کے ساتھ واپس تشریف لے آئے، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توکل کی بدولت یہ فتح و کامیابی عطا فرمائی، اس لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

توکل اور دعا کا حکم

(۱۱)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : یکم مارچ ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰــہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (التوبۃ: آیت نمبر ۵۱)

صدق اللّٰہ العظیم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

انجام کے لحاظ سے بہتر حالت

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیاتُ المسلمین“ کی روح

پنجم میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کے سلسلے میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ بیان فرمایا ہے۔

نقصان میں بھی خیر ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا، مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر فرمایا ہے، اور وہ ہمارا مالک ہے (لہٰذا مالکِ حقیقی جو تجویز کرے، بندے کو اس پر راضی رہنا واجب ہے) اور (بیماری کی کیا تخصیص ہے)، سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ کے سپرد رکھنے چاہئیں۔

مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کو اس دنیا میں جو تکلیف بھی پہنچتی ہے، جو پریشانی بھی پیش آتی ہے، جو بیماری لاحق ہوتی ہے، جو نقصان ہوتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا اللہ پاک نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، ویسا ہی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا ہے، اپنی حکمت سے لکھا ہے، اس میں سراسر بندہ کے حق میں خیر ہے۔

تقدیر پر راضی رہیں

چاہے وہ خیر ہماری سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، لیکن اللہ پاک نے جو کچھ لکھا ہے، اپنی حکمت سے لکھا ہے، جب اپنی حکمت سے لکھا ہے، ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

اس تقدیر پر راضی ہو جائیں، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اور توکل کریں، تقدیر پر راضی رہنا اور اللہ جلّ شانہ پر توکل اور بھروسہ کرنا، دونوں بہترین عمل ہیں، ان کے بڑے بڑے فوائد ہیں، اور ان کا بڑا اجر ہے، جیسا کہ قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

کوئی بھی دو حال سے خالی نہیں

اس آیت میں اللہ پاک نے دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ:

''(دوسری بات یہ) فرما دیجئے کہ (جیسی اچھی حالت بہتر ہے، ایسی ہی سختی کی حالت بھی باعتبارِ انجام کے بہتر ہے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں، اور گناہ معاف ہوتے ہیں، بس!) تم تو ہمارے حق میں دو بہتر باتوں میں سے ایک بہتری کے منتظر رہتے ہو۔ (سورۂ توبہ: بحوالہ حیات المسلمین صفحہ: ۳۹)

یعنی ہر شخص کے حق میں جو صورت پیش آتی ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں، یا وہ حالت اس کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے، اس سے آدمی کو خوشی اور راحت ہوتی ہے، سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔ دوسری حالت وہ ہوتی ہے، جو مرضی کے خلاف ہوتی ہے، جو ظاہراً تکلیف کا باعث ہوتی ہے، پریشانی کا موجب ہوتی ہے، آدمی نہیں چاہتا کہ ایسا ہو، فرمایا کہ یہ دوسری حالت بھی مومن کے حق میں انجام اور اصل کے اعتبار سے بہتر ہے۔

نعمت پر شکر اور تکلیف پر صبر

لہٰذا مومن دو باتوں کا مکلّف ہے، جب اس کی حسبِ منشاء صورتِ حال پیش

آئے، تو شکر بجالائے، اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے، اس حالت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے، اپنی صلاحیت اور قابلیت کو اس کا سبب نہ سمجھے، یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ نعمت دی ہے، اللہ پاک نے یہ فضل وکرم فرمایا ہے، اور اگر مرضی کے خلاف کوئی بات پیش آئے، جو باعثِ تکلیف، باعثِ پریشانی، اور باعثِ مصیبت ہے، تو صبر کرنے کا حکم ہے، اور صبر کرنے کا بڑا ثواب ہے، تو مومن کا کسی حالت میں نقصان نہیں ہے، کیونکہ اچھی حالت پر شکر کرے گا، اور طبیعت کے خلاف پیش آنے پر صبر سے کام لے گا، صبر کرنے پر جہاں بے حساب اجر وثواب ملتا ہے، وہاں درجات بھی بلند ہوتے ہیں، اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

توکل سے صبر میں آسانی

فائدہ! اس سے ثابت ہوا کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہوگا، اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، یا وہ بیماری میں مبتلا ہوجائے، تو اس سے اس کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی، وہ اس کو اپنے حق میں تقدیرِ الٰہی سمجھ کر صبر کرتا ہے، یعنی یہ سمجھتا ہے کہ میری قسمت میں جس طرح لکھا ہوا تھا، اسی طرح ہوگیا، کسی کا انتقال ہوجائے گا، تو سمجھے گا کہ اس کی زندگی اتنی ہی مقدر تھی، اس لئے انتقال ہوگیا، اس کا نقصان ہوگیا، تو یہ سمجھے گا کہ میری قسمت میں نقصان لکھا تھا، اس لئے نقصان ہوگیا، اس کو پریشانی نہیں ہوگی، اور وہ صبر کے بدلے کی امید رکھتا ہے، اور صبر کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے، اور اگر دنیا میں ظاہر نہ ہو، تو آخرت میں ضرور ہوگا، جو ہمارا اصل گھر ہے۔

لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقدیر پر یقین رکھنا چاہئے، اور توکل کو اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت موسیٰ کی قوم کو توکل کا حکم

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری آیت کا ترجمہ بیان فرمایا ہے، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توکل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا:

"اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، تو اسی پر توکل کرو، اگر تم اطاعت کرنے والے ہو، انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا"۔

سبحان اللہ! یعنی اِدھر انہوں نے حکم دیا، اُدھر وہ اطاعت بجالائے کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالم لوگوں کا (یعنی فرعون اور اس کی قوم کا) تختۂ مشق نہ بنا، (کہ وہ ہم پر ظلم ڈھائیں، اور زیادتیاں کریں)، اور ہم کو اپنی رحمت کے صدقے ان کافر لوگوں سے نجات دے دے، (یعنی جب تک ہم پر ان کی حکومت مقدّر رہے، یہ ہم پر ظلم نہ کرنے پائیں)۔ (یونس: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۶)

اس دعا سے معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ ساتھ دعا کا بھی اہتمام کیا جائے، کام بنانے اور مصائب سے بچنے میں دعا بھی بہت مفید ہے۔

توکل کے ساتھ دعا کا اہتمام

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک بات یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے، اور توکل کرنا چاہئے، اور دوسری بات یہ کہ توکل کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا بھی کرنی چاہئے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توکل کا حکم دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کی اطاعت بجالائے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے فرعون کے ظلم سے نجات کی دعا بھی مانگی، چنانچہ ان کو اللہ پاک نے فرعون اور آلِ فرعون کے ظلم وستم سے نجات عطا فرمائی، لہٰذا توکل کے ساتھ ساتھ کام بنانے کے لئے، اور مصائب کے دور ہونے کے لئے اور پریشانیوں کے رفع ہونے کے لئے دعا تیر بہدف ہے۔

دعا بہت بڑا سبب ہے

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعا اعظمِ اسباب میں سے ہے، یعنی کسی کام کو انجام دینے کے جو اسباب ہوتے ہیں، جن کے اختیار کرنے کا ہمیں حکم ہے، ان اسباب میں سے دعا بہت بڑا سبب ہے، اس لئے کہ دعا اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، ان کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے، اگر وہ کسی بندہ کی مدد فرمائیں، تو مشکل کام بھی آسان ہوجاتا ہے، اور مدد نہ فرمائیں، تو آسان کام بھی مشکل ہوجاتا ہے، لہٰذا اپنی زندگی میں دعا کو بھی

اختیار کرنا چاہئے، دنیا کی صلاح وفلاح کے لئے بھی، آخرت کی صلاح وفلاح کے لئے بھی، کاموں کے انجام پانے کے لئے، اور مصائب اور پریشانیوں کے دور ہونے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔

دل سے دعا کرنی چاہئے

لیکن دعا دل سے کرنی چاہئے، ایک دعا ہوتی ہے، توجہ اور دھیان سے، اصل میں دعا اُسی کو کہتے ہیں، ایک دعا وہ ہوتی ہے کہ دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے، دھیان کہیں ہے، بس! طوطے کی طرح الفاظ زبان سے ادا ہو رہے ہیں، تو یہ حقیقت میں دعا نہیں ہے، دعا کی نقل ہے، ہماری دعا زیادہ تر نقل ہوتی ہے، اسی لئے عام طور پر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ دعا میں توجہ نہیں ہوتی، دھیان نہیں ہوتا۔ دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے، اور ہم نے جو کچھ دعائیں رٹی ہوئی ہوتی ہیں، وہ زبان سے پڑھ دیتے ہیں، اور دل غافل رہتا ہے اور غفلت والے دل کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس لئے دعا دل سے ہونی چاہئے۔

فاروقِ اعظمؓ کا ایک عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کا ایک واقعہ یاد آیا، "تاریخِ کامل" میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد حجاز کے علاقے میں سخت قحط پڑ گیا، اور کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی، اور بھوک کی شدت کی وجہ سے لوگ مرنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ مصر میں بہت غلّہ پیدا ہوا ہے، اور مصر

پہلے فتح ہو چکا تھا، اور وہاں حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خط لکھا کہ حجاز میں سخت قحط پڑا ہوا ہے، یہاں کہیں غلہ نہیں مل رہا، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں بہت پیداوار ہوئی ہے، بہت غلہ پیدا ہوا ہے، لہٰذا تم وہاں سے یہاں غلہ بھیجو، جیسے ہی ان کو خط ملا، انہوں نے خط کے جواب میں لکھا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں، میں اور اونٹوں کے قافلے کی شکل میں اتنا غلہ روانہ کروں گا کہ اس غلے کا پہلا اونٹ مدینہ میں اُتر رہا ہوگا، اور آخری اونٹ پر مصر میں غلہ لادا جا رہا ہوگا، اللہ اکبر! جب کہ مصر اور مدینہ منورہ میں اونٹ کی رفتار کے اعتبار سے ایک مہینے کی مسافت ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا غلہ روانہ کر دیا، راستے میں ہر جگہ اونٹوں پر غلہ لدا ہوا تھا، اور مدینہ میں غلہ ہی غلہ ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے، میرے دسترخوان پر آ کر کھانا کھالے، اور جس کا دل چاہے، راشن اپنے گھر لے جائے، چنانچہ ہزارہا لوگ آئے، اور انہوں نے کھانا کھایا، اور ہزاروں غلہ اور راشن اپنے گھروں کو لے گئے، اور دور دور سے لوگ آتے تھے، غلہ لیتے تھے، اور ان کے دسترخوان پر کھاتے تھے۔

جنگل میں ایک صحابی کا حال

دوسری طرف ایک صحابی جنگل میں رہتے تھے، انہوں نے وہاں کہیں اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا تھا، ان کو بھی اطلاع پہنچی کہ مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

پاس بہت سا غلہ آیا ہے، اور تقسیم ہو رہا ہے، تو انہوں نے سوچا کہ چلو! میں بھی غلہ لینے کے لئے چلتا ہوں، جب وہ وہاں سے چلنے لگے، تو بھوک سے نڈھال تھے، اور وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک بکری تھی، تو میں نے سوچا کہ اسے چھوڑ کر کیسے جاؤں؟ اگر ایسے ہی چھوڑ کر جاؤں گا، تو کوئی نہ کوئی جانور، بھیڑیا وغیرہ اِسے اٹھا لے گا، لہٰذا میں اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھالیتا ہوں، جسم میں کچھ طاقت آجائے گی، تو میں مدینہ چلا جاتا ہوں۔

کمزوری سے بکری کی حالت

تو انہوں نے بکری کو ذبح کیا، تو خون کا ایک قطرہ نہیں نکلا، تو یہ صورتِ حال دیکھ کر وہ رو پڑے کہ ہائے! انسان تو انسان جانوروں کا بھی یہ حال ہو گیا ہے کہ ان کے جسم کا خون بھی خشک ہو گیا، اور آپ جانتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوتا ہے، جب کھانے پینے کو نہ ملے، تو ظاہر ہے، پھر جسم کا خون خشک ہو جاتا ہے، خون بنتا ہے، تو آدمی چلتا پھرتا ہے، جب کھانے کو ملے گا، تو خون بنے گا، اور خون بنے گا تو آدمی چلے پھرے گا، جب کھانے کو نہیں ملے گا، تو خون بننا بند ہو جائے گا، اور جو خون ہوگا، وہ آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہو جائے گا، تو اس بکری کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کہ کہیں سے کھانے کو نہیں ملا، تو بیچاری بھوک کے مارے سُوکھ گئی، اور اس کے جسم کا خون خشک ہو گیا، ذبح کرنے میں ایک قطرہ بھی خون کا نہ نکلا۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ

وہ صحابی کہتے ہیں کہ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت رونا آیا، اور روتے روتے میری آنکھ لگ گئی، تو خواب میں سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ! عمر کو میرا اسلام کہو، اور ان سے کہو کہ تم تو بہت عقلمند تھے، تمہیں کیا ہو گیا؟ میری یہ بات ان کو پہنچا دو، ان صحابی کی جیسے ہی آنکھ کھلی، وہ جیسے تیسے مدینہ منورہ پہنچے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر جا کر دستک دی، اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد حاضر ہوا ہے، اور ملنے کی اجازت چاہتا ہے، یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آئے، اور فرمایا کہ کیا بات ہے؟ تو ان صحابی نے اپنا سارا خواب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا دیا، اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا تھا، وہ سب بیان کر دیا۔

فاروق اعظمؓ میں فکرِ اصلاح

یہ باتیں سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لرز گئے، اور کانپ گئے، اور فرمانے لگے کہ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟ اور پھر مدینہ منورہ کے جتنے بھی اصحابُ الرائے یعنی سمجھداری میں بہت ممتاز صحابہ کرامؓ تھے، ان کو جمع کیا، اور ان سے عرض کیا کہ میں تم سے بار بار کہتا رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو جایا کرے، تو مجھے بتا دیا کرو، تاکہ میں اس سے بچوں، اس طریقے سے انہوں نے خواب دیکھا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے، اب بتاؤ! کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں

کوئی غلطی سمجھ میں نہیں آرہی، حضرت نے کہا کہ نہیں! کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے، جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، بتاؤ! اور غور کرو کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ تاکہ میں اسے دور کروں۔

خط لکھا، لیکن دعا نہیں کی

ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین! میری سمجھ میں یہ بات آرہی ہے کہ جس وقت قحط پڑا، تو آپ نے اپنے جیسے انسان حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا، لیکن دعا نہیں کی، آپ سے یہ غلطی ہوگئی، اس وقت آپ کو دعا کرنی چاہئے تھی، پہلے دعا کرتے، پھر کچھ کرتے، لیکن آپ نے پہلے دعا نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! یہ غلطی ہوگئی، پھر دوسروں نے بھی کہا کہ یہی غلطی ہوگئی، اس وقت ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا چاہئے تھی، اللہ تعالیٰ سے پہلے مانگتے، پھر اس کے بعد اسباب کے درجے میں کوئی ذریعہ اختیار کرتے، لیکن پہلے دعا مانگنی چاہئے تھی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی غلطی سے توبہ کی۔

اِدھر دعا، اُدھر اثر

اور پھر انہوں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے بارانِ رحمت عطا فرما، بارش فرمادیجئے، پیداوار عطا فرمادیجئے، اور ہماری تنگی و قحط کو دور فرمادیجئے، تو لکھا ہے کہ جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی فوراً بادلوں میں کھلبلی مچ گئی، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے کوشش کرنے لگے، اور ہر ایک کہنے لگا کہ پہلے میں جاؤں،

دوسرا کہنے لگا میں پہلے جاؤں، لوگوں نے یہ آواز بادلوں سے سنی کہ چلو! چلو! عمر نے مدینے میں ہم کو بلایا ہے۔

دعا کی برکت دیکھو!

بس! پھر مدینے میں گھٹا چھا گئی، بادل ہی بادل آ گئے، بارشیں ہوئیں، اور خوب پیداوار ہوئی، قحط کا نام و نشان ختم ہو گیا، دعا کی برکت دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کس طریقے سے اللہ پاک نے قبول فرمائی، اور فرشتے اور بادلوں کو بھیجا، بارش برسائی، اور ساری تنگی دور ہو گئی، اگر دعا دل سے مانگی جائے، اور اس کے آداب کے ساتھ مانگی جائے، تو دعا بھی بہت بڑی چیز ہے، اس لئے اللہ پاک نے توکل کے ساتھ ساتھ دعا مانگنے کا بھی حکم دیا ہے۔

کام بننے کا طریقہ

اور اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے کہ:

”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔“ (آسان ترجمۂ قرآن ۳/۱۷۵۸)

یہ کام بنانا عام ہے، ظاہری کام ہو، تو مقصد کا حصول آنکھوں سے نظر آئے گا، اور سکون بھی حاصل ہوگا، یا محض باطنی کام ہو، تو بھی مقصود حاصل ہوگا، اور دل مطمئن ہو گا، جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا کام بنانے کے لئے کافی ہیں، توکل کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔

دل میں سکون اور اطمینان

اور اگر اس کام کے انجام پانے میں ان کی مصلحت نہ ہوگی، تو ظاہر میں تو کام ہوتا نظر نہیں آئے گا، لیکن دعا اور توکل کی برکت سے دل میں سکون آجائے گا، تسلی ہوجائے گی، اطمینان ہوجائے گا، یہ بھی کام بنانے والے کے لئے بہت بڑی بات ہے، اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے! توکل پر اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب وعدہ فرمایا ہے، باطن کی اصلاح اس وقت تو معلوم نہیں ہوتی، لیکن بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے، یعنی اس وقت تو پریشانی میں انسان کو زیادہ اندازہ نہیں ہوتا، لیکن بعد میں پتہ چل جاتا ہے کہ اس وقت گڑگڑا کر دعا کرنے سے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے دل میں کیا ہوا تھا؟ دل کی کیفیت کیا ہوئی تھی؟

بدبختی کی دو علامتیں

اس کے بعد حضرت تھانویؒ توکل کے سلسلے میں کچھ احادیث بیان فرماتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کی سعادت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر فرمایا ہے، اس پر راضی رہے، اور آدمی کی شقاوت اور بدبختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنا چھوڑ دے، اور یہ بھی بدبختی اور محرومی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے لئے مقرر فرمایا ہے، اس پر ناراض ہو۔ (احمد وترمذی)

العیاذ باللہ! تقدیر پر ناراض ہونا بدبختی کی بات ہے، اور یہ بھی بدبختی کی بات ہے

کہ آدمی دعا مانگنا چھوڑ دے، اور خیر مانگنا چھوڑ دے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگتا رہے، بھلائی مانگتا رہے، عافیت مانگتا رہے، سلامتی مانگتا رہے، دنیا و آخرت کی بھلائی مانگتا رہے، جو اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگنا سیکھ لیتا ہے، وہ مالدار ہو جاتا ہے **سبحان اللہ!**

اسباب پر نظر رکھنے کی سزا

حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے دل کے لئے ہر جنگل میں ایک شاخ اور ایک خوشہ ہے، یعنی انسان کے دل اور اس کی فطرت میں رزق کے اسباب اور ذرائع، اور اس کے حصول کے تعلق کی وجہ سے طرح طرح کی فکریں اور غم ہیں، جس شخص نے اپنے دل کو ان شاخوں اور خوشوں کی طرف متوجہ رکھا، یعنی اس نے اپنے دل کو ان تفکرات اور ہموم و غموم میں مبتلا رکھا، اور پراگندہ خاطری کا شکار رہا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ کس میدان میں ہلاک ہو جائے، یعنی جب وہ شخص توکل اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد سے بے پروا ہو کر ساری توجہ اپنی ذات، تدبیر، سعی اور تگ و دو میں مشغول رکھتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیا پروا کہ وہ کس طرح ہلاک اور تباہی میں مبتلا ہوتا ہے، اور کس حالت میں اس کو موت آتی ہے، اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کیا، اور اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد رکھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی درستگی کے لئے کافی ہو جاتا ہے، (ابن ماجہ) یعنی اس کو پریشانی نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔

بیان کا خلاصہ

حاصل یہ ہے کہ جو آدمی خدانخواستہ اپنے اسباب وذرائع پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کرتا، تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی کوئی پروا نہیں ہے، کہ وہ کہاں ہلاک ہوتا ہے؟ کہاں تباہ ہوتا ہے؟ کہاں برباد ہوتا ہے؟ اور ایسا آدمی ہمیشہ پریشان رہتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر تو کوئی کام ہو نہیں سکتا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر جائز اسباب اختیار کرتا ہے، اور ان اسباب پر بھروسہ نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شاملِ حال ہوتی ہے، اور اس کے کام ظاہراً بن جاتے ہیں، اور اگر ظاہراً نہیں بنتے، تو باطناً بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو توکلِ صادق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت بھی پوری کریں، اور دنیا والوں کی خواہش بھی پوری کریں، اور پھر کامیاب ہو جائیں، تو یہ محض خیال ہے، محال ہے، جنون ہے، پاگل پن ہے، ایسا ہو نہیں سکتا، اگر اللہ تعالیٰ کا ہونا ہے، تو دنیا کو چھوڑنا پڑے گا، دنیا کا ہونا ہے، تو اللہ بچائے! اللہ تعالیٰ کو چھوڑنا پڑے گا، دونوں ایسے ہیں، جیسے آگ اور پانی، کہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

پریشانیوں کی بنیادی وجہ

ہماری سب پریشانیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم دل سے اللہ تعالیٰ کے نہیں بنے، برائے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، **الحمدللہ**! صاحبِ ایمان ہیں، **الحمدللہ**! اور کچھ کچھ دین کی باتوں پر برائے نام عمل ہے، **الحمد للہ**! یہ بھی غنیمت ہے، لیکن صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار نہیں ہیں، تابعدار نہیں ہیں، بقول ایک بزرگ کے کہ ہماری دنیا کی محبت کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے چند ٹکے ہمیں کہیں سے ملتے ہوں، تو اللہ بچائے! سارا دین چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، وہاں ہمیں کچھ یاد نہیں آتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ احکام ہیں، جہاں ہمارا کچھ مالی نفع متاثر نہ ہو، جہاں کہیں ہماری عزت پر کوئی حرف نہ آئے، وہاں کچھ کچھ دین پر چل لیتے ہیں، ورنہ جہاں کہیں دنیاوی نقصان ہوتا نظر آئے، یا عزت پر حرف آنے لگے، تو اللہ بچائے! وہاں دین چھوڑ دیتے ہیں، لامحالہ جب اس کام کی چیز کو اختیار نہیں کریں گے، پھر پریشانیاں تو آئیں گی، مصیبتیں آئیں گی، ذلت آئے گی، رسوائی

آئے گی، ناکامی ہوگی، نامرادی ہوگی۔

صرف دنیا کی فکر

دوسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی: اور جو آدمی دنیا کا ہو کر رہ جائے، یعنی اس کی زندگی کا مقصد دنیا کی صلاح وفلاح ہو کسی طرح اس کی دنیا سنور جائے، دنیا بن جائے، اور ہر وقت اس کے دل میں بس! یہ ہے کہ یہاں سے اتنے پیسے کمالوں، وہاں سے مجھے اتنے پیسے مل جائیں، اس طرح سے میرا گھر بن جائے، میرا کاروبار ٹھیک ہو جائے، میرا فلاں کام ہو جائے، نہ نماز کی طرف کوئی توجہ، نہ گناہوں سے بچنے کا کوئی اہتمام، اللہ تعالیٰ کی رضا کی کوئی فکر نہیں ہے، بس! ایک ہی کام کی فکر ہے کہ کسی طرح دنیا بن جائے، ہر وقت دنیا کمانے، دنیا کھانے، دنیا پہننے، دنیا استعمال کرنے اور دنیا جمع کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے، چنانچہ دنیا کے بے شمار لوگ دنیا کی اس دوڑ میں دوڑے چلے جا رہے ہیں، اسی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔

سکون نہیں

ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالے کر دیتے ہیں، یعنی پھر وہ دنیا ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے، اور جو ایسا ہوتا ہے، اسے کسی پل سکون نہیں ملتا، چین نہیں ملتا، آرام نہیں ملتا، راحت نہیں ملتی، کام نہیں بنتے، جتنا وہ دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے، دنیا اتنا ہی اس سے آگے بھاگتی ہے، اور ظاہری طور پر، وقتی طور پر اس کو دنیا مل بھی جائے گی، دولت مند ہو بھی جائے گا، مالدار ہو بھی

جائے گا، اور سیٹھ بن بھی جائے گا، اور دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں اس کے پاس ہوں، لیکن اس کو سکون نہیں ہوگا، اس کو چین نہیں ہوگا، اس کو راحت نہیں ہوگی، اس کو عزت نہیں ملے گی، اس کو قرار نہیں آئے گا، اور وقتی طور پر اس کو بڑائی مل بھی جائے، آخر ذلیل ہو جائے گا، دنیا میں ذلیل نہیں ہوگا، تو آخرت میں رسوا ہو جائے گا، جو بڑی خطرناک بات ہے۔

اللہ والے اور دنیا والے برابر نہیں

اللہ والوں کو دیکھو! اور دنیا والوں کو دیکھ لو، اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے ہیں، جو پہلی بات پر عمل پیرا ہوتے ہیں، دنیا میں اللہ پاک انہیں چین بھی عطا فرماتے ہیں، آرام بھی عطا فرماتے ہیں، راحت بھی عطا فرماتے ہیں، عزت بھی عطا فرماتے ہیں، اور ان کی تمام ضروریات کا غیب سے انتظام فرماتے ہیں، انہوں نے دنیا سے منہ موڑا، تو دنیا ان کے قدموں میں آ جاتی ہے، اور جو لوگ دنیا ہی کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں، روپے پیسے کے غلام بن جاتے ہیں، زندگی کا مقصد دنیا کو بنا لیتے ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنی زندگی میں سُکھ نصیب نہیں ہوتا، چین نصیب نہیں ہوتا، اور آخرت میں مزید ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تکلیف میں راحت کا نُسخہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مؤمن کے حق میں تکلیف، رحمت ہوتی ہے، باعثِ مغفرت ہوتی ہے، باعثِ ترقیٔ درجات ہوتی ہے، لیکن یہ جب ہے جب

وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرے، تکلیف بھی ہے، لیکن کوئی گِلہ نہیں ہے، کوئی شکوہ نہیں ہے، سکون ہی سکون ہے، آرام ہی آرام ہے، تکلیف میں بھی راحت ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، اولیاءِ امت، جن کے بھی حالات پڑھو گے، ان میں یہ چیز آپ کو ملے گی، وہ بڑی بڑی آزمائشوں سے بھی گزرے، بڑے بڑے امتحانات سے بھی گزرے، مگر ثابت قدم رہے، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شاملِ حال رہی، وہ کامیاب ہوئے، سکون میں رہے، راحت میں رہے، عافیت میں رہے، عزت میں رہے، اور غیب سے اللہ پاک نے ان کی ضروریات کا انتظام فرمایا، اور ایسا انتظام! کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہ ہو۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شان

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چار مشہور اماموں میں سے ایک امام ہیں، سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، پھر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، پھر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یہ چار امام ہیں، جو نہایت اعلیٰ درجے کے مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ، محدث اور فقیہ ہونے ساتھ ساتھ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے بھی ہیں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روزانہ نیا جوڑا بدلتے تھے، آج جو جوڑا پہنا ہے، وہ کل نہیں پہنیں گے، پھر دوسرے دن نیا جوڑا پہنیں گے، پھر تیسرے دن تیسرا نیا جوڑا پہنیں گے، پہلے والا

جوڑا نہیں پہنیں گے۔

بھئی! روزانہ کپڑے بدلنے والے تو بہت ہیں، لیکن نیا جوڑا پہننے والا مشکل سے کوئی بادشاہ بھی نہیں ہوگا، کہ جس کے لئے روزانہ نیا جوڑا سِلتا ہو، وہ ایک دن پہنتا ہو، اور دوسرے دن اتار دیتا ہو، لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک صاحب ہر سال کے تین سو ساٹھ جوڑے سِلوا کر دے دیا کرتے تھے، اور حضرت روزانہ ایک نیا جوڑا پہنتے، اور پھر دوسرے دن اتار کر کسی کو دے دیتے، وہ تبرک سمجھ کر لے جاتا، حضرت پھر نیا جوڑا پہنتے، بادشاہوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن اَدْہَم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرات ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کئی مرتبہ سنا ہے، مشہور واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انہوں نے سلطنتِ بلخ چھوڑ کر وہ جنگل میں جا کر مقیم ہو گئے تھے، رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، ایک دن وہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی گدڑی سوئی سے سی رہے تھے، تو ان کے بادشاہت کے زمانے کا ایک وزیر وہاں سے گزرا، اور اس نے حضرت کو اس حالت میں دیکھ کر کہا: دیکھو! ہمارا بادشاہ کس حالت میں ہے! کہاں تو ان کی بادشاہت کا ڈنکا بجتا تھا، اور بڑی شان کے ساتھ عمدہ عمدہ کپڑے پہن کر تخت پر جلوہ افروز ہوتے تھے، آج کس حالت میں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں! کپڑے بھی بوسیدہ ہیں، اور گدڑی بھی پھٹی ہوئی ہے، اور اس کو سی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ بزرگوں کے دلوں میں کبھی الہام بھی فرما دیتے

ہیں، چنانچہ ان کے دل کی یہ حالت حضرت کے دل پر منکشف ہوئی، حضرت نے ان کو ایک کرامت دکھلائی، وہ وزیر آپ کے پاس آیا، اور آپ سے ملا، آپ نے اپنی وہ سوئی جس سے گدڑی سی رہے تھے، پانی میں ڈال دی۔

سمندر کی مچھلیوں پر حکومت

اور مچھلیوں کو حکم دیا کہ یہ میری سوئی واپس کرو، جیسے ہی حضرت نے یہ کہا، تو جہاں تک نظر جاتی تھی، وہاں تک مچھلیاں ہی مچھلیاں اپنا اپنا منہ پانی سے نکالی ہوئی تھیں، اور ہر ایک کے منہ میں سونے کی ایک سوئی تھی، اور ہر ایک یہ چاہتی تھی کہ حضرت یہ سوئی لے لیں، حضرت نے فرمایا کہ مجھے سونے کے سوئی نہیں چاہئے، اس کا استعمال ممنوع ہے، مجھے میری اسٹیل والی سوئی واپس کرو، جو میں نے پانی میں ڈالی تھی، وہی واپس کرو، تو سب مچھلیاں غائب ہوگئیں، اور ایک چھوٹی سے مچھلی نے سمندر کنارے پر منہ نکالا، اور اس کے منہ میں وہی سوئی تھی، جو حضرت نے پھینکی تھی، آپ نے اس سے لے لی، اور اس کرامت سے اس وزیر کو یہ سبق دیا کہ بھئی! پہلے جو حکومت تھی، وہ ڈنڈے کے زور پر تھی، اور زبردستی کی تھی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے دلوں پر ہے، تو یہ سلطنت بہتر ہے یا وہ سلطنت بہتر تھی؟ کہ سوئی بھی اگر ڈالی، تو مچھلیاں تابعداری کر رہی ہیں، اور نہ صرف لوہے کی بلکہ سونے کی سوئی واپس کر رہی ہیں، لیکن سونا تو استعمال کرنا ممنوع ہے، لہٰذا اصل سوئی واپس کی جا رہی ہے، دیکھو! پہلی بات پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔

دنیا کے بادشاہوں کو عافیت نہ ملنا

بہر حال اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو دیکھ لو کہ ان کی زندگی کیسی عافیت کی زندگی ہوتی ہے! راحت کی زندگی ہوتی ہے، عزت کی زندگی ہوتی ہے، قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مددان کے شاملِ حال ہوتی ہے، دوسری طرف جو فساق و فجّار ہیں، نافرمان ہیں، اور دنیا کے طالب ہیں، ان کی حالت دیکھ لو! کسی کو سکون سے نہیں پاؤ گے، کسی کو راحت سے نہیں پاؤ گے، دنیا کے ملکوں کے بادشاہوں کا انجام دیکھ لو! ان کی دنیا میں کیسی زندگی ہے؟ ان کی دنیا کی زندگی میں ذلت ہے، رسوائی ہے، وطن سے باہر پڑے ہوئے ہیں، اور کس ذلت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں؟ اور دوسری بات پر عمل کرنے میں سوائے راحت کے کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پہلی بات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین،

گناہ سانپ اور بچھو ہیں

دوسری بات میں یہ بات بطورِ خاص ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اس میں گناہوں سے بچنا بے حد ضروری ہے، ورنہ گناہوں کی وجہ سے آدمی جب دنیا کا غلام بن جاتا ہے، اور "حبُّ الدنیا رأسُ کل خطیئة" (دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے،) جیسے شراب اُمُّ الخَبائِث ہے، اسی طرح دنیا کی محبت اور دنیا کو مقصدِ زندگی بنانا بھی ساری برائیوں اور ساری خرابیوں کی جڑ ہے، بھئی! یہ جتنی بھی نافرمانیاں، فسق وفجور ہے، گناہ ہیں، چاہے علانیہ کرو، چاہے چھپ کر کرو، چاہے ظاہر کا ہو، چاہے باطن

کا ہو، یہ تو سانپ ہیں، بچھو ہیں، یہ سب کانٹے ہیں، چھری چاقو ہیں، یہ سب جمع ہوں گے، تو پھر تکلیف ہی ہوگی، راحت نہیں ہوسکتی۔

توکل کا صحیح مطلب

اس کے بعد حدیث کا عنوان ہے، ''توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنا''، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی یعنی بدوی کو فرمایا کہ اونٹ کو باندھ! پھر توکل کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں ہے، توکل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تدبیر نہ کرو، تدبیر کرو، لیکن دل سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ صرف اس تدبیر پر بھروسہ نہ کرو۔ یعنی توکل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے کسی کام کو انجام دینے کے لئے جو تدبیریں مقرر فرمائی ہیں، وہ جائز ہوں، اور اعتدال کے ساتھ ان کو اختیار کرے، لیکن دل سے بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرے، ان تدبیروں پر نہ کرے، اس کا نام توکل ہے۔

ترکِ اسباب توکل نہیں

توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اونٹ کو ایسے ہی چھوڑ دو، اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو مل جائے گا، ورنہ نہیں، اونٹ بھاگ جائے گا، پھر چکر لگانے پڑیں گے، باندھو! پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، باندھنے پر بھروسہ مت کرو؛ کیونکہ یہ کھل بھی سکتا ہے، بندھا ہوا اونٹ کھل کر بھاگ بھی سکتا ہے، بھروسہ اللہ

تعالیٰ پر کرو کہ اگر وہ چاہیں گے، تو اونٹ بندھا رہے گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

جھاڑ، پھونک اور علاج بھی مفید ہے

''حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جھاڑ پھونک کیا تقدیر کو ٹال سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی تقدیر میں داخل ہے۔''

دوا، علاج، جائز تعویذ گنڈا، جائز جھاڑ پھونک، یہ بھی تقدیر میں داخل ہے، یعنی یہ بھی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں دعا یا جھاڑ پھونک سے فائدہ ہوجائے گا، اور فلاں سے فائدہ نہ ہوگا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ ہے کہ دوادارو، علاج و معالجہ اور اسباب، یہ بھی تقدیر میں داخل ہیں، میں نے عرض کیا تھا کہ تقدیر سے کوئی چیز خارج نہیں ہے، سب کچھ تقدیر کے اندر لکھا ہوا ہے، لہٰذا وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص بیمار ہوگا، فلاں دوا کھائے گا، تو فائدہ ہوجائے گا، نہیں کھائے گا، تو فائدہ نہیں ہوگا۔ دم کرے گا، تو فائدہ ہوجائے گا، نہیں کرے گا، تو فائدہ نہیں ہوگا۔ تعویذ پہن لے گا، تو فائدہ ہوجائے گا۔ نہیں باندھے گا، تو فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ جائز تدبیریں بھی سب قسمت میں لکھی ہوئی ہیں۔

تدبیر بھی کرنی چاہیے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تدبیر بھی کرنی چاہیے، جائز اسباب بھی اختیار

کرنے چاہئیں، توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جائز اسباب بھی اختیار نہ کرو، اور بغیر اس کے بھروسہ کرو۔ بلکہ صحیح توکل جو آپ کے اور ہمارے لئے مناسب ہے، وہ یہی ہے کہ جائز اسباب اختیار کریں، تدبیریں اختیار کریں، اور اعتدال کے ساتھ اختیار کریں، لیکن ان تدبیروں پر بھروسہ نہ کریں، بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کریں، تو اس طرح سے ان شاء اللہ تعالیٰ توکل کا جو فائدہ ہے، وہ حاصل ہوگا، بہر حال! جس طرح بیماری مقدر ہے، اس کا علاج بھی مقدر ہے، لہٰذا اس کا جو علاج ہو، وہ بھی کرنا چاہئے، علاج پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

دین پر مضبوطی سے قائم رہیں

اب آخر میں حضرت چند نصیحتیں فرماتے ہیں کہ مسلمانو! ان آیات اور احادیث سے سبق حاصل کرو کہ کیسے ہی ناموافق حالات پیش آئیں، مصائب اور بیماریاں پیش آئیں، دشمنی، فقر و افلاس پیش آئے، ان سے تنگدل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ثابت قدم رہنا چاہئے، اور ہمت و حوصلہ سے کام لینا چاہئے، دین پر مضبوطی سے عمل کیا جائے، یہ ہے وہ اصل بات جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی، چند روزہ مشکلات کے بعد اللہ تعالیٰ صبر اور توکل کی برکت سے راحت و سکون اور کشادگی پیدا فرما دیں گے، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

دعا ذکر بھی اور عبادت بھی

(۱۳)

شرحِ مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۵ مارچ ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ط إِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ O

(المؤمن: آیت نمبر ۶۰)

ترجمہ

اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ تکبر کی بنا پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے''۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

دعا بذاتِ خود عبادت ہے

''حیاتُ المسلمین'' کی چھٹی رُوح کا بیان شروع ہو رہا ہے، اور اس روح میں حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا ذکر فرمایا ہے، دعا بھی بڑا اہم عمل ہے، جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور ہم سب کو اس کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ ہم کمزور بھی ہیں ناسمجھ بھی ہیں محتاج بھی ہیں، فقیر بھی ہیں، اور اللہ جلّ شانہ قادر بھی ہیں، قوی بھی ہیں، بے نیاز بھی ہیں، اور ہمارے خالق و مالک بھی ہیں، تو ہمیں ہر وقت دعا کی ضرورت ہے، اور دعا خود عبادت بھی ہے، جیسے تلاوت عبادت ہے، ایسے ہی دعا بھی عبادت ہے، اس لئے اگر ہم جس کام کے لئے دعا مانگ رہے ہیں، اگر وہ نہ بھی ملے، تب بھی عبادت کا ثواب بہرحال ملے گا، اس لئے دعا کا بہت ہی اہتمام کرنا چاہئے۔

آسان کاموں کے لئے دعا

اور دعا چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے، معمولی سے معمولی چیز کے لئے، آسان سے آسان کام کے لئے بھی ہوتی ہے، ایسے ہی مشکل سے مشکل، طاقت سے باہر کاموں کے لئے بھی ہوتی ہے، عام طور پر بعض لوگ دعا اس وقت مانگتے ہیں، جب اُن کے اختیار سے وہ چیز نکل جاتی ہے، اور جب تک اپنے اختیار میں رہتی ہے، دعا کی طرف توجہ نہیں کرتے، دوسری تدبیروں میں، دوسری ترکیبوں میں، دوسرے اسباب

اختیار کرنے میں مشغول رہتے ہیں، اور جب ہر طرح سے کوشش کرنے کے بعد ناکام اور نامُراد ہو جاتے ہیں، پھر اُن کو خدا یاد آتا ہے، اور پھر دعا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، دعا کروانے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اس وقت بھی غنیمت ہے کہ دعا کی توفیق ہوگئی، لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ شروع ہی سے دعا کرنی چاہئے، کام چھوٹا ہو یا بڑا، آسان ہو یا مشکل، اپنے اختیار میں ہو یا اختیار سے باہر، پہلے دعا ہونی چاہئے۔

ہر کام سے پہلے دعا

جو کام بھی سامنے آجائے، آدمی کو چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ یا اللہ! میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں، یا اللہ! یہ میری حاجت ہے، یا اللہ! یہ میری ضرورت ہے، یا اللہ! یہ میری بیماری ہے، یا اللہ! یہ میری پریشانی ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ پریشانی دور ہو جائے، میری یہ بیماری دور ہو جائے، میری یہ تکلیف رفع ہو جائے، میرا یہ مقصد حاصل ہو جائے، یا اللہ! آپ مجھے اس میں کامیابی عطا فرما دیجئے، یا اللہ! اس میں آپ میری مدد فرما دیجئے، یا اللہ! میری رہنمائی فرما دیجئے، اور جس طریقے سے یہ بیماری دور ہوگی، جس دوا اور علاج سے مجھ کو صحت ہوگی، وہ آپ عطا فرما دیجئے، اور اس کی طرف میری رہنمائی فرما دیجئے کہ میری جو خواہش ہے، یا اللہ! آپ اپنے فضل سے پوری کر دیجئے، میری فلاں ضرورت یا اللہ! آپ پوری فرما دیجئے، پہلے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے بعد پھر اس کے لئے جو جائز تدابیر اور اسباب ہیں، انہیں اختیار کرے، اور کوشش کرتا رہے، اور دعا بھی کرتا رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔

تصوف کا خلاصہ دو باتیں ہیں

کامیابی کے دو ہی پہیئے ہیں: ایک کوشش اور دوسری دعا، حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری طریقت اور سارے تصوف کا خلاصہ دو باتیں بیان فرمائی ہیں: ایک ہمت کا استعمال کرنا، دوسرے دعا مانگنا، ہمت کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کام اللہ پاک نے کرنے کے لئے فرمائے ہیں، اپنی ہمت استعمال کر کے اُن کو موقع بہ موقع بجالائے، اور جتنے کام اللہ پاک نے گناہ کے قرار دیے ہیں، ناجائز قرار دیے ہیں، موقع بہ موقع جب وہ سامنے آئیں، تو ہمت کر کے اپنے آپ کو ان سے بچائے، غلطی ہو جائے، تو فوراً توبہ کرلے، اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے۔

ظاہر و باطن کی اصلاح بھی بہت اہم ہے، اور ہم سب پر فرض عین ہے، اس میں بھی ہمت کرنا، اپنی طاقت کو، اپنی قوت کو، اپنے اختیار کو استعمال کرنا ضروری ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے کہ یا اللہ! آپ اپنے فضل سے میرے ظاہر کی بھی اصلاح فرمادیجئے، میرے باطن کی بھی اصلاح فرمادیجئے، میری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھال دیجئے، میری زندگی شریعت کے مطابق بنادیجئے، دین و دنیا میں کامیابی کے لئے ہمت اور دعا دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اور ان دو ہی کاموں پر عمل کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے، اور تربیت ہوتی ہے، اور تزکیہ بھی ہوتا ہے، غرض کہ دعا بہت اہم چیز ہے۔

دعا ایک آسان عمل

پھر آسان ایسی کہ اس سے زیادہ آسان کوئی کام نہیں، اس سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں، اس لئے کہ دعا تو آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگ سکتا ہے، اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، طہارت اور پاکی اس کے لئے شرط نہیں ہے، بیٹھنا اور قبلہ رُو ہونا ضروری نہیں ہے، لیٹے لیٹے بھی، بیٹھے بیٹھے بھی، چلتے چلتے بھی، جلوت میں بھی، خلوت میں بھی، جہاں موقع ملے، آدمی اللہ تعالیٰ سے لو لگالے، اور گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنا شروع کردے، اس لئے دعا کا ہمیں بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے دعا مانگنی چاہئے، پھر اس کام کو شروع کرنا چاہئے، اس کا اتنا بڑا فائدہ ہے کہ جو چاہے کرکے دیکھ لے، ان شاء اللہ اس کے اکثر کام بن جائیں گے، اور اگر نہ بنیں گے، تب بھی دل میں تسلی رہے گی، سکون رہے گا، رضا بالقضاء نصیب ہوگی، اور اس کے دل کو یہ تسلی ہوگی کہ جو کچھ میں مانگ رہا ہوں، یہ اگرچہ ظاہراً نہیں ہو رہا، تو نہ سہی، دعا تو ان شاء اللہ قبول ہو رہی ہے۔

دعا قبول ہونے کا صحیح مطلب

دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں، یا وہی مل جائے، اس کو سب لوگ دعا کی قبولیت سمجھتے ہیں، اور دوسرا یہ کہ ہم جو مانگ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ وہ نہیں دے رہے، کیونکہ وہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ

اس کے بدلے کسی اور مصیبت کو دور فرمادیتے ہیں، کوئی دوسری پریشانی آنے والی تھی، اس کو رفع فرمادیتے ہیں، مانگ رہے تھے کہ یا اللہ! صحت ہو جائے، لیکن معلوم ہوا کہ کینسر ہونے والا تھا، بخار دور ہونے کی دعا مانگنے سے بخار نہیں اُترا، لیکن کینسر سے اللہ پاک نے بچالیا، یہ بھی دعا کی قبولیت ہے۔

صحت کی بجائے مالی نفع ہونا

یا جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کوئی اور حاجت پوری فرمادیں، جو ہم نہیں مانگ رہے، اور اُس کی ہمیں ضرورت ہے، مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! مجھے صحت مل جائے، اور کاروبار میں نفع ہو گیا، جو پہلے نہیں ہورہا تھا، یا ہونے والا نہیں تھا، لیکن صحت کی دعا کی برکت سے اللہ پاک نے وہ نعمت عطا فرمادی، جس کے ہم محتاج ہیں۔

دعا قبول نہ ہونے کی تمنا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ پاک بندہ کی دعا قبول فرماکر جو کچھ وہ مانگ رہا ہے، وہ نہیں دیتے، اُس کی دعا کو قبول کر کے آخرت میں جمع کر دیتے ہیں، جب آخرت میں پہنچے گا، تو اُس نے دنیا میں جتنی دعائیں مانگی ہوں گی، اور اُن دعاؤں میں جو کچھ مانگا ہوگا، اُس کو دنیا میں نہیں ملا ہوگا، اُس کے بدلے آخرت کی نعمتیں مل جائیں گی، تو حدیث میں آتا ہے کہ جب اُس کو وہ نعمتیں ملیں گی، تو وہ حیران ہوگا کہ میں نے اتنے اچھے اچھے اعمال تو نہیں کئے ہیں، جس کے نتیجے میں مجھ کو یہ نعمتیں ملیں، مجھے کیسے مل

گئیں؟ اس کو بتایا جائے گا کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے، اور ظاہراً تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوتی تھیں، یہ وہی دعائیں ہیں، جو اللہ پاک نے یہاں رکھ لی تھیں، اور ان دعاؤں کے طفیل اللہ پاک نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، تو وہ یہ نعمتیں دیکھ کر آرزو کرے گا کہ کاش! دنیا میں میری ایک دعا بھی قبول نہ ہوتی! جس شخص کے دل میں اور جس شخص کے ذہن میں دعاء کا یہ مفہوم ہوگا، جو صحیح مفہوم ہے، وہ ان شاء اللہ دعا مانگنے کے بعد ظاہراً اس کے قبول نہ ہونے سے کبھی مایوس نہیں ہوگا۔

دعا میں عاجزی زیادہ ہے

اور حدیث شریف میں آگے آرہا ہے کہ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"، دعا عبادت کا مغز ہے، کیوں؟ عبادت کا مقصد ہے بندہ کی عاجزی، انکساری، احتیاج، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، یہ عبادت کا لُبِّ لباب ہے، دعا میں یہ پوری طرح پایا جاتا ہے کہ بندہ محتاج بن کر، فقیر بن کر، عاجز بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلاتا ہے، یا اللہ! میری فلاں ضرورت پوری فرما دیجئے، فلاں پریشانی دور فرما دیجئے، تو یہ عاجزی، انکساری اور خاکساری دعا میں خوب پائی جاتی ہے، اس لئے یہ عبادت کا مغز ہے۔

کتاب "نزھة البساتین"

"نزھة البساتین" ایک کتاب ہے، جس میں بزرگوں کی حکایتیں ہیں، یہ کتاب ایسی ہے، جو ہم میں سے ہر ایک کے مطالعہ میں ہونی چاہئے، اس میں جو ہمارے اکابر پہلے گزرے ہیں، اُن کے واقعات ہیں، اُن کی حکایات ہیں، اُن کو پڑھنے سے دل پہ بڑا اثر ہوتا ہے، اور وہ بھی نیک صحبت کے قائم مقام ہے، کسی کو اگر

نیک صحبت نہ ملے، لیکن بزرگوں کے واقعات اور حالاتِ زندگی پڑھتا رہے، تو اس کو بھی باطنی نفع پہنچتا ہے، اور اس سے بھی دل کی کایا پلٹتی ہے، تو یہ کتاب ایسی ہے کہ گھر میں پڑھ کر سنانی چاہئے، اور خود بھی اُن حکایتوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ایک تاجر کی اصلاح کا واقعہ

اس میں ایک حکایت حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہے کہ کسی زمانے میں ایک تاجر تھا، روزانہ اس کا یہ معمول تھا کہ رات کو وہ اور اس کے احباب جمع ہوتے، اور کھاتے پیتے، اور دیر تک مشغول رہتے، شراب نوشی اور گانا بجانا بھی ہوتا تھا، پھر سو جاتے، سویرے اٹھتے، اور پھر اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے، اور وہ زمانہ غلام باندیوں کا تھا، اس لئے اس کا ایک غلام بھی تھا، ایک دن معمول کے مطابق وہ تاجر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھر پر جمع تھا، کھانا تیار ہونے میں دیر تھی، اس نے سوچا کچھ پستے بادام منگوا لیتا ہوں، کچھ دیر یہ کھائیں گے، اتنے میں کھانا تیار ہو جائے گا، پھر سب کھانا کھالیں گے، پھر باتیں کریں گے، اور آرام کریں گے۔

حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس

اس نے اپنے غلام کو چار درہم دیئے، درہم چاندی کا سکہ ہوتا ہے، اور اس سے کہا جلدی جا، اور مارکیٹ سے ان کے عوض بادام پستہ لے کر آجا، تا کہ جلدی سے سب لوگ اس میں مشغول ہو جائیں، غلام لے کر چلا، اس تاجر کے اور مارکیٹ کے درمیان میں حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی تھی، اور وہ اس زمانے کے بزرگ اور اللہ

والے تھے، جب یہ غلام اپنے آقا سے یہ چار درہم لے کر چلا، تو راستے میں ان کی مجلس ہو رہی تھی، تو یہ دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا کہ دیکھیں! حضرت کیا بیان کر رہے ہیں؟ کیا فرما رہے ہیں؟ تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔

مجلس میں چار درہم کا سوال

اس نے دیکھا کہ حضرت کی مجلس میں نہ کوئی بیان ہو رہا ہے، نہ کوئی وعظ ہو رہا ہے، نہ کوئی نصیحت ہو رہی ہے، ایک فقیر کھڑا ہوا ہے، اور وہ چار درہم مانگ رہا ہے کہ حضرت! میں غریب ہوں محتاج ہوں، مسکین ہوں، مجھے کچھ پیسے چاہئیں، آپ میری مدد فرمائیں، حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی! میرے پاس دینے کے لئے کچھ ہے نہیں، البتہ حضرت نے اعلان کیا کہ حاضرین میں سے جو شخص اس کو چار درہم دے، میں اس کو چار دعائیں دوں گا، یعنی اس کے لئے چار دعائیں کر دوں گا، اس غلام کے دل میں آیا کہ اس سے اچھا موقع کیا آئے گا؟ میں چار درھم دے کر حضرت سے چار دعائیں کرالوں، وہ فوراً آگے بڑھا اور چار درہم اس فقیر کے ہاتھ میں رکھ کر حضرت کے سامنے بیٹھ گیا، عرض کیا کہ حضرت! میں نے چار درہم اس کو دے دیئے ہیں، آپ چار دعائیں کر دیجئے۔

غلام کی چار دعائیں

حضرت نے فرمایا کہ بتاؤ کہ پہلی دعا کیا کروں؟ وہ غلام بڑا سمجھدار تھا، اس نے کہا: پہلی دعا یہ کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان چار درہم کا نعم البدل عطا فرمادیں، پھر

انہوں نے پوچھا دوسری دعا بتاؤ! اس نے کہا دوسری دعا یہ کردیں کہ میں غلام ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے آزادی عطا فرمادیں، پوچھا تیسری دعا بتاؤ! کہا تیسری دعا یہ کردیں کہ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو اور اس کے دوستوں کو توبہ کی توفیق دے دیں، کہ وہ رات اپنی گناہوں میں کالی کرتے ہیں، دن اپنا کاروبار میں گزارتے ہیں، آخرت سے اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے دیں، وہ بھی نیک بن جائیں، اور اللہ تعالیٰ کے تابعدار اور فرمانبردار بن جائیں، حضرت نے ہاتھ اٹھائے، اور دعا فرمادی، پھر پوچھا چوتھی دعا کیا ہے؟ اس نے کہا چوتھی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بھی، آپ کی بھی اور حاضرین کی بھی، اور میرے آقا اور گھر والوں کی سب کی بخشش فرمادیں حضرت نے فرمایا: میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

غلام کی خالی ہاتھ واپسی

اس کے بعد وہ غلام وہیں سے خالی ہاتھ اپنے گھر کی طرف لوٹا، کیونکہ اس عمل میں خاصا وقت گزر گیا تھا، اور آقا کو جلدی تھی چنانچہ وہ دروازے میں کھڑا ہوا انتظار کررہا تھا، دور سے دیکھا کہ غلام آرہا ہے، اور خالی ہاتھ آرہا ہے، تو اس کو ذرا غصہ آیا کہ ایک تو اتنی تاخیر سے آرہا ہے، اور اب بھی خالی ہاتھ آرہا ہے، جب غلام نے دیکھا کہ آقا کا مزاج بدلا ہوا ہے، تو وہ دور ہی سے بولا: آپ غصہ نہ فرمائیے، میرے ساتھ کچھ واقعہ پیش آگیا ہے، میں وہ سنادوں، پھر آپ جو چاہیں کریں، پہلے اتنی بات کہنے سے آقا کا

غصہ ٹھنڈا ہو گیا، اور پھر جیسے ہی یہ اس کے قریب پہنچا، اس نے سلام کیا۔ آقا نے پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے؟ اتنی دیر کہاں لگا دی؟ کہا آج معاملہ ہی دوسرا ہو گیا ہے۔

چار دعاؤں کی نقد قبولیت

پھر اس نے اپنا واقعہ بتایا کہ اس اس طریقے سے میں جا رہا تھا، راستے میں حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہو رہی تھی، اور حضرت چار درھم کے عوض چار دعائیں کرنے کا اعلان فرما رہے تھے، میں نے وہ چار درہم اس فقیر کے ہاتھ پر رکھ دیئے، اور چار دعائیں لے کر آ رہا ہوں، چونکہ ان کی دعا قبول ہو چکی تھی، اور آقا کا دل بھی اندر سے بدل چکا تھا، اس لئے بجائے غصہ کرنے کے اس نے کہا کہ جلدی سے بتاؤ کہ تم کون کون سی دعا کروا کر لائے ہو؟ اس نے کہا: پہلی دعا یہ کرائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان چار درہم کا **نعم البدل** عطا فرمائے، آقا نے کہا جا! میرے خزانے میں سے چار ہزار اشرفیاں لے لے، پھر پوچھا دوسری دعا کیا کروائی ہے؟ کہا دوسری دعا یہ کروائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آزادی کی نعمت عطا فرما دے، کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی لئے تجھ کو آزاد کیا، پھر اس سے پوچھا بھئی! تیسری دعا بتاؤ! کہا تیسری دعا یہ کروائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو توبہ کی توفیق دے دے، آقا نے کہا کہ تو گواہ رہ! میں نے توبہ کر لی۔

توبہ کر کے وہ وہیں سے سیدھا اندر گیا، جہاں اس کے یار دوست جمع تھے، اور اس جگہ جا کر کہا کہ یارو! میں نے تو توبہ کر لی ہے، اب تم دیکھ لو اگر تم بھی توبہ کر لو، تو ہماری

تمہاری دوستی باقی رہے گی، ورنہ تم اپنا راستہ لو، میں اپنا راستہ لوں، وہ بھی اس کے مخلص دوست تھے، انہوں نے کہا کہ جب تو نے توبہ کرلی، تو ہم نے بھی توبہ کرلی، لہٰذا سب نے توبہ کرلی، اور اسی وقت گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے، ڈھولک، سارنگی جلادی اور شراب کی بوتلیں بہادیں، اور سچی توبہ کرلی، اس کے بعد آقا نے پوچھا چوتھی دعا کیا کروائی ہے؟ کہا کہ یہ دعا کروائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی، میری، حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی اور حاضرین کی مغفرت فرمادے، آقا نے کہا یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جو میرے اختیار میں تھا، وہ میں نے کرلیا، یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے۔

مغفرت و بخشش کا انعام

اس میں لکھا ہے کہ جب آقا رات کو سویا، تو خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت ہوئی، اور حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ جب تو نے وہ کام کرلیا، جو تیرے اختیار میں تھا، تو کیا ہم وہ کام نہیں کریں گے، جو ہمارے اختیار میں ہے؟ میں نے حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی، ان کے حاضرین کی، تیرے غلام کی بھی، تیرے یار دوستوں کی، سب کی بخشش کردی۔

دیکھو! حضرت عمار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی قبولیت کس طرح ظاہر ہوئی! کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس طرح دکھا دیتے ہیں، اور اگر نہ دکھائیں، تب بھی یہ یقین رکھنا چاہئے کہ آدابِ دعا کے ساتھ جو ہم دعا مانگیں گے، وہ قبول ہوگی، لیکن قبول ہونے کا وہ مطلب

ہوگا، جو ابھی میں نے آپ کے سامنے عرض کیا۔

تمام کاموں کے لئے دعا

حضرت فرماتے ہیں کہ جس چیز کی ضرورت ہو، خواہ وہ دنیا کا کام ہو، یا دین کا، خواہ وہ اپنی کوشش سے حاصل ہو، خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو، سب کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے، یعنی یہ نہیں کہ جو کام ہمارے اختیار میں نہیں، اس کے لئے ہم دعا کریں، اور جو چھوٹے چھوٹے کام یا بڑے بڑے کام ہمارے اختیار میں ہیں، ان کے لئے دعا نہ کریں، ایسا نہیں، ہم ایسے محتاج ہیں، ایسے فقیر ہیں، ایسے مسکین ہیں، اور ایسے کمزور ہیں کہ ہر قسم کے کاموں کے لئے ہمیں دعا کی ضرورت ہے، اس لئے ہر کام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنی چاہئے، البتہ اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ گناہ کا کام نہ ہو، کیونکہ گناہ کے کام کے لئے دعا مانگنا جائز نہیں، خدانخواستہ کوئی گناہ کے کام کے لئے دعا کرنے لگے، تو گناہ تو خود ناجائز ہے، اس لئے اس کی دعا مانگنا بھی ناجائز ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

تدبیر اور دعا دونوں کریں

بہرحال حضرت نے جو فرمایا ہے کہ ہر کام سے پہلے دعا مانگنی چاہئے، اس میں ساری باتیں آگئیں۔

نمبر۱: جیسے کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے۔

نمبر۲: تجارت کرتا ہے، ان کے لئے محنت بھی کرنی چاہئے، اور سامان بھی جمع

کرنا چاہئے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! اس میں برکت عطا فرما، اور نقصان سے بچا۔

نمبر۳: یا کوئی دشمن ستائے، چاہے دین کا دشمن ہو، یا دنیا کا، اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنی چاہئے، چاہے وہ تدبیر اپنے اختیار میں ہو، یا حکومت سے مدد لینی پڑے، وہ کرنی چاہئے، اور تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگے کہ یا اللہ! اس دشمن کو مغلوب فرمادے، یعنی جس کام کے انجام دینے کے لئے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑے، وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرنی چاہئے، اور جو کچھ اپنے اختیار میں ہے، وہ بھی کرنا چاہئے، اور کرنے کے ساتھ ساتھ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہئے۔

نمبر۴: اسی طرح اگر کوئی بیماری لاحق ہو، تو علاج معالجے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتا رہے کہ اے اللہ! اس بیماری کو دور فرمادے، علاج بھی کرتا رہے، دعا بھی کرتا رہے۔

مال کی حفاظت اور مقدمہ کی پیروی

اپنے پاس کچھ مال ہے، روپیہ ہے، پیسہ ہے، دولت ہے، اس کی حفاظت بھی کرنی چاہئے، اور حفاظت کا انتظام بھی کرنا چاہئے، مثلاً کسی محفوظ مکان میں یا الماری میں تالا لگا کر رکھنا چاہئے، یا اپنے گھر والوں اور نوکروں کے ذریعے اس کا پہرا دلوانا چاہئے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! چوروں سے، ڈاکوؤں سے حفاظت فرما، مثلاً کسی پر مقدمہ قائم کر رکھا ہے، یا اس پر کسی نے

مقدمہ کر دیا ہے، تو مقدمہ کی پیروی بھی کرنی چاہیئے، وکیل اور گواہوں کا انتظام بھی کرنا چاہیئے، اس کے ساتھ دعاؤں کا بھی اہتمام ہونا چاہیئے، اے اللہ! مجھے اس مقدمہ میں کامیابی نصیب فرما، ظالم کے شر سے میری حفاظت فرما۔

عبادت کے ساتھ دعا

قرآن کریم کی تعلیم یا دیگر علومِ دینیہ کی تعلیم حاصل کر رہا ہے، اس کے لئے جی لگا کر محنت کرے، اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیئے کہ یا اللہ! اس کو میرے لئے آسان فرما، اور اس کو میرے ذہن میں بٹھادے، یا نماز، روزہ شروع کیا، یا بزرگوں کے بتائے ہوئے وظیفے پڑھنے شروع کیے، نوافل، اذکار اور دیگر عبادتوں میں مصروف ہوا ہے، تو سستی اور نفس کے حیلے بہانوں کا مقابلہ کر کے ہمت کے ساتھ ان کو نبھانا چاہیئے، اور اس کے ساتھ ساتھ دعا کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے، کہ یا اللہ! میری مدد فرما، اور ان عبادتوں کو پابندی سے انجام دینے کی توفیق عطا فرما، اور اپنی رحمت سے ان کو قبول فرما، یہ نمونے کے طور پر چند مثالیں لکھ دی ہیں، ہر کام اور مصیبت میں جو تدبیر اپنے اختیار میں ہے، وہ بھی کرے اور تمام تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ دعا بھی کرتا رہے۔

تدبیر کی جگہ بھی دعا کریں

جس کام کی تدبیر اپنے اختیار میں نہیں ہے، اس کے لئے تمام تر کوشش دعا ہی میں خرچ کرنا چاہیئے، مثلاً بارش نہیں ہو رہی ہے، اب ظاہر ہے کہ بارش برسانا بندہ کے

اختیار میں نہیں ہے، تو بس! اس کے لئے دعا ہی کرتا رہے، اولاد کا زندہ رہنا، کسی کی اولاد زندہ نہیں رہتی، پیدا ہوتی ہے، مر جاتی ہے، بعض لوگوں کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، ہر قسم کا علاج کر لیا، سب کچھ کر لیا، اس کے باوجود بھی اولاد یا تو ہوتی ہی نہیں، یا ہوتی ہے، لیکن زندہ نہیں رہتی یا کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، تو دل چھوٹا نہ کرے، ایسے کاموں کے لئے دعا ہی ہے، دعا ہی کرتا رہے، اور خوب گڑگڑا کر دل سے دعا کرے، اور توجہ سے کرے، اور کرتا ہی رہے۔

نفس وشیطان کے شر سے بچنے کی دعا

جیسے نفس وشیطان کے بہکاوے سے محفوظ رہنا، اب نفس وشیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتے ہیں، ان سے بچنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے، لہٰذا یہ بھی دعا کرتا رہے کہ یا اللہ! نفس وشیطان سے میری حفاظت فرما، یا اللہ! ان کے شر سے میری حفاظت فرما، اسی طرح وباء اور طاعون جیسی بیماریوں سے محفوظ رہنا یا ظالم کے قابو میں آ جانے کے بعد اُن کے شر سے بچنا، اُن کاموں کا بنانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، اس لئے ان کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دعا ہی کرے، کیونکہ کوئی اور تدبیر ہے نہیں، لہٰذا تدبیر کی جگہ بھی دعا، اور دعا کی جگہ بھی دعا، اوّل وآخر دعا ہی دعا، یہ دعا بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی دولت ہے، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، غرض کہ جن کاموں میں تدبیر چل سکتی ہے، ان میں دعا اور تدبیر دونوں کو اختیار کیا جائے، اور جو چیز اپنے اختیار میں نہیں ہے، اس میں زیادہ دعا مانگنی چاہئے،

حتیٰ کہ تدبیر کی جگہ بھی دعا ہی کرتے رہنا چاہئے۔

دعا نہ پڑھیں بلکہ دعا مانگیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ آخر میں تنبیہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! دعا اس چیز کا نام نہیں ہے کہ دو چار دعائیں یاد کرلیں، اور نمازوں کے بعد زبان سے ان کے رٹے رٹائے الفاظ دُہرا لئے، اس کو دعا نہیں کہتے، یہ محض دعا کی نقل ہے۔ دعا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی حاجت پیش کرنے کا نام ہے، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی اہم بات بیان فرمائی ہے، بعض لوگ دعا تو کرتے ہیں، لیکن وہ دعا مانگتے نہیں ہیں، بلکہ وہ دعا پڑھتے ہیں، دعا مانگنا اور ہے، دعا پڑھنا اور ہے۔ دعا پڑھنا تو یہ ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا یاد ہے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا یاد ہے، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا یاد ہے، قرآن شریف کی مختلف دعائیں، مثلاً رَبَّنَا کی چالیس آیتیں کتابی شکل میں چھپی ہوئی ہیں، بعض لوگ ان کو رَٹ لیتے ہیں اور ازبر کرلیتے ہیں، یا ازبر ہو ہی جاتی ہیں، کیونکہ یہ دعائیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگوں کو ازبر ہو جاتی ہیں۔ اور جیسے رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ الخ عام طور پر قعدۂ اخیرہ کی یہ دعا بڑی مشہور و معروف ہے، اور بچپن سے رٹی ہوئی ہے، تو جس وقت دعا مانگتے ہیں، تو یہ دعا پڑھ لیتے ہیں، حضرت فرما رہے ہیں کہ دعا پڑھنا دعا نہیں ہے، یہ دعا کی نقل ہے، اور دعا کی نقل اتارنے سے دعا نہیں ہوگی، جیسے کوئی نماز کی نقل اتارے، تو نماز نہیں ہوگی، ایسے ہی دعا کی نقل دعا نہیں ہے، ہمارے اندر یہ کوتاہی کچھ زیادہ پائی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ کہ جب اصل میں دعا ہی نہیں ہوگی، بلکہ دعا کی نقل ہوگی، تو ظاہر ہے کہ وہ قبول نہیں ہوگی۔ اس پر یہ گلہ کہ ہماری دعا قبول نہیں

ہوتی تو یہ اپنا قصور ہے۔

ارے بھئی! تم نے دعا مانگی کب؟ دعا مانگنا یہ ہے کہ دل سے توجہ کے ساتھ محتاج بن کر فقیر بن کر اور دعا کی قبولیت کا یقین کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائیں، اور جب ہاتھ پھیلائیں، تو دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، دھیان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف لگا ہوا ہو، اپنے آپ کو فقیر اور محتاج سمجھ رہا ہو، اور پھر یہ دعا کر رہا ہو کہ یا اللہ! آپ کے سوا کوئی بھی میری اس دعا کو قبول کرنے والا نہیں ہے، آپ اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول فرمائیے، یہ ہے دعا، اس طرح سے اگر کوئی دعا مانگی جائے گی، تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قبول ہوگی۔

شیطان کا دعا مانگنا

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں کہ مسلمان تو مسلمان کافر کی دعا بھی قبول فرما لیتے ہیں، اور جو کافروں کا سردار ہے شیطان! اللہ پاک نے اس کی دعا بھی قبول کر لی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں، اور ہمارے حضرت رحمۃ اللہ بھی فرماتے تھے کہ شیطان بہت بڑا عابد تھا، بہت بڑا عالم تھا، اور بہت بڑا عارف تھا، اور اس کے عارف ہونے کی علامت یہ ہے کہ جس وقت اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اور اس کی وجہ سے وہ کافر اور مردود ہوا، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بنا، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دربار سے نکالا، تو اس وقت جب اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں، اور زندگی بھر کی عبادت مٹی

ہو رہی ہے، مردود ہو رہا ہے، ملعون ہو رہا ہے، اس حالت میں بھی وہ دعا مانگ رہا ہے۔

جس کو اللہ پاک نے قرآن شریف میں ذکر فرمایا کہ:

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ O (سورۃ الحجر : آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ

کہنے لگا: یارب! پھر مجھے اس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دیدیجئے۔ جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

دعا بھی کیسی زبردست مانگ رہا ہے! قیامت تک آپ مجھے زندہ رہنے کی اجازت دے دیجئے۔

قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ O اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ O

(الحجر: آیت نمبر ۳۷، ۳۸)

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "جا پھر تجھے مہلت (تو) دے دی گئی۔ (مگر) ایسی میعاد کے دن تک جو ہمیں معلوم ہے۔"

(آسان ترجمۂ قرآن)

اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کی دعا بھی قبول فرمارہے ہیں، اور فرمارہے ہیں کہ جا! قیامت تک زندہ رہنے کی اجازت دے دی، فرمایا دیکھو! شیطان کتنا بڑا عارف تھا کہ وہ جانتا تھا اس وقت اگرچہ اللہ تعالیٰ سخت غصہ میں ہیں، اور بے شک مجھ سے ناراض ہو رہے ہیں، اور میری عبادت کو کالعدم فرمارہے ہیں، لیکن اس وقت بھی اگر میں دعا

مانگوں گا، تو قبول فرمالیں گے، اس درجہ کا وہ عارف تھا، چنانچہ دعا بھی مانگی اور اللہ تعالیٰ نے دعا قبول بھی فرمالی، بہر حال اللہ تعالیٰ نے شیطان کی دعا بھی قبول فرمالی، تو پھر وہ اپنے مسلمان بندوں کی دعا کیوں نہ قبول فرمائیں گے، یقیناً قبول فرمائیں گے۔

عشق ومحبت کی کمی رہ گئی

شیطان کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بے شک شیطان عابد تھا، عالم بھی تھا، عارف بھی تھا، لیکن عاشق نہیں تھا، اگر عاشق ہوتا، تو اللہ تعالیٰ کا حکم فوراً بجالاتا، جیسے ملائکہ بجالائے، لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی کمی تھی، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا عاشق نہ تھا، اس وجہ سے وہ مردود ہوگیا، اور ملائکہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت تھی، اس لئے وہ بے چون وچرا سجدے میں گر گئے، اور یہ محبت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے، اور ان کے فیضانِ عشق سے اللہ تعالیٰ کا عشق حاصل ہوتا ہے، جو شخص بزرگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے، اور ان کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، تو رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنی محبت پیدا فرمادیتے ہیں، تو بھئی! دعا بہت بڑا عمل ہے، اور ہماری ساری پریشانیوں کے دور ہونے کا یہ بہترین نسخہ ہے، اس لئے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی عادت ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

دعا مانگنے کے آداب

(۱۴)

شرحِ مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام :	جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
تاریخ :	۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء
دن:	منگل
وقت:	بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لہٗ وأشھد أن لَّا الٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن: آیت نمبر ۶۰)

ترجمہ

''مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا،''

ہم محتاج اور فقیر ہیں

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیمُ الامت، مجدّدُ الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاتُ المسلمین'' کی چھٹی روح میں اللہ جلّ شانہ سے دعا مانگنے کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے،

اوراس کی فضیلت بیان فرمائی ہے، آج ان شاء اللہ دعا کے آداب بیان ہوں گے، دعا بہت بڑی نعمت ہے، اور بندہ اس کا سخت محتاج ہے، کیونکہ ہم سب مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں محتاج اور فقیر ہیں، مسکین ہیں، جو کچھ ہے، وہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اوراس کا فضل ہے، اس لئے ہم ہر وقت دعا کے محتاج ہیں۔

خاص اوقات کے علاوہ دعا

اور اللہ جل شانہ نے دعا کے لئے نہ کوئی خاص طریقہ ضروری قرار دیا ہے، نہ کوئی وقت، دعا کے بعض اوقات خاص ہیں، ان اوقات میں دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے، جیسے فرض نمازوں کے بعد دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے، تہجد کے وقت، رات کے آخری حصہ میں دعا کے قبول ہونے کی امید زیادہ ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی سال میں بہت سے خاص ایام، اوقات ایسے ہیں کہ جن میں دعا کی قبولیت زیادہ ہوتی ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ انہی اوقات میں دعا مانگی جائے، تو دعا قبول ہوگی، یا انہی اوقات میں دعا مانگنی چاہیے، کسی اور وقت میں دعا نہیں مانگ سکتے، یہ بات صحیح نہیں ہے۔

اٹھتے بیٹھتے دعا کا معمول

اس کے لئے کوئی خاص طریقہ بھی ضروری نہیں، البتہ دعا مانگنے کے کچھ آداب ہیں، جن کا اہتمام کرنا چاہیے، اوران کا کرنا اچھا ہے، لیکن دعا اس کے بغیر بھی ہوسکتی ہے، ان مخصوص اوقات کے بغیر بھی دعا ہوسکتی ہے، اوران شاء اللہ تعالیٰ دعا قبول

ہوگی، بس! دعا تو دل سے اپنی حاجت اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں پیش کرنے اور مانگنے کا نام ہے، لہٰذا اگر چلتے چلتے کوئی حاجت یاد آجائے، چلتے چلتے ہی مانگ لے، لیٹے لیٹے یاد آجائے، تو لیٹے لیٹے مانگ لے، کہیں آتے جاتے یاد آجائے، تو آتے جاتے ہی مانگ لے، جب اپنی کوئی حاجت اور ضرورت یاد آجائے، مانگ لینی چاہئے۔

ایسے ہی کوئی پریشانی ہے، کوئی غم ہے، کوئی صدمہ پیش آیا ہوا ہے، تو جس وقت یہ غم اور صدمہ پیش آئے، اس وقت دعا مانگنا شروع کردے کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس کو دور فرما دیجئے، یا اللہ! اس نقصان کو دور فرما دیجئے، یا مثلاً کوئی بیماری ہے، تو دعا مانگتے ہی رہنا چاہئے کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس بیماری کو دور فرما دیجئے، اس تکلیف کو دور فرما دیجئے، یا اللہ! اس کمزوری کو دور فرما دیجئے، اس خامی کو دور فرما دیجئے، اس کوتاہی کو دور کردیجئے، یا خطرہ ہے، اندیشہ ہے کسی حادثے کا، کسی سانحے کا، کسی واقعے کا، کسی پریشانی کی بات کا، تو دعا مانگنا شروع کردینا چاہئے، یا اللہ! فلاں حادثے کا اندیشہ ہے، فلاں واقعے کا خطرہ ہے، فلاں دشمن سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے، یا اللہ! میری حفاظت فرمائیے، میری مدد فرمائیے، میری اعانت فرمائیے، میری نصرت فرمائیے، کاروبار نہیں چل رہا، تو دعا کرنی چاہئے، کہ یا اللہ! اس میں برکت ڈال دیجئے، یا اللہ! اس میں خیر ڈال دیجئے، اس کو چلا دیجئے، اور اس میں غیر معمولی نفع عطا فرما دیجئے۔

حاصل یہ ہے کہ بندہ ہر وقت محتاج ہی ہے، اور محتاج کا کام ہے مانگنا، اور کریم کا کام ہے عطا کرنا، اللہ تعالیٰ کریم ہیں، اور مہربان ہیں، وہ بن مانگے بہت عطا فرماتے ہیں، اور جو کچھ عطا فرمایا ہوا ہے، اس میں بہت سا بلا مانگے عطا فرمایا ہوا ہے، تو مانگنے پر

کیوں عطا نہیں فرمائیں گے؟ ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ '' ان کا وعدہ ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں دعا قبول کروں گا، یہ ان کا وعدہ ہے، اس لئے ہمیں دعا کی سخت ضرورت ہے۔

دعا پڑھنے سے دعا قبول نہیں ہوتی

البتہ دعا کے بارے میں ایک ضروری بات گذشتہ منگل کو بیان کی گئی تھی، جو اس کتاب ہی میں موجود ہے، کہ دعا مانگنے کا نام ہے، پڑھنے کا نام نہیں ہے، دعا مانگنی چاہئے، پڑھنی نہیں چاہئے، پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ چند دعائیں رٹ لی ہیں جیسے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا، وَ عَافِنَا وَ اعْفُ عَنَّا،

اور بھی بہت سی دعائیں ہیں ''چالیس ربّنا'' نام کی کتاب چھپی ہوئی ہیں، اس میں چالیس دعائیں ہیں ربنا کے لفظ سے ہوتی ہیں، اب وہ کسی کو اَزبَر ہوں، اور وہ ان کا حافظ ہو، اور وہ ہاتھ اٹھا کر ان کو پڑھنا شروع کردے، جیسے حافظ اپنا پارہ پڑھتا ہے، ایسے ہی کوئی ان دعاؤں کا پارہ پڑھنا شروع کردے، تو پھر دعا قبول نہیں ہوگی۔

فرض نماز کے بعد کی دعا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا نہیں ہے، یہ دعا کی نقل ہے،

اور نقلِ دعا، دعا نہیں ہے، یہ دعا کی نقل اتارنا ہو گیا، ہماری دعا کے قبول نہ ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے اکثر ہم دعا مانگتے نہیں ہیں، دعا پڑھتے ہیں، خاص طور سے نمازوں کے بعد جو دعا ہوتی ہے، وہ عموماً دعا پڑھنا معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت دھیان کہیں ہوتا ہے، اور توجہ کہیں ہوتی ہے، خیال کہیں ہوتا ہے، اور دعا کہیں ہوتی ہے، دعا تو توجہ کے ساتھ ہونی چاہئے، دل سے ہونی چاہئے، گڑگڑا کر ہونی چاہئے، ایسی دعا بہت کم ہوتی ہے۔

گِڑ گِڑا کر مانگی جانے والی دعا عموماً قبول ہوتی ہے

آپ نے اس کا تجربہ کیا ہو گا کہ جب کبھی دعا دل سے مانگی، وہ دعا قبول ہوتی ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کے ساتھ عموماً یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی اس نے گڑگڑا کر توجہ اور دھیان سے دعا مانگی، عام طور پر اس کی قبولیت نظر آتی ہے، تو اصل دعا وہی ہے، جو دل سے مانگی جائے، توجہ کے ساتھ مانگی جائے، دھیان سے مانگی جائے، گڑگڑا کر مانگی جائے، عاجزی کے ساتھ مانگی جائے، قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگی جائے، اور مسلسل مانگی جائے، ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصہ دعا مانگنے کے بعد جب قبولیت ظاہر نہ ہوئی، تو دعا مانگنا ہی چھوڑ دی، ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتی، کیونکہ یہ دعا مانگنا بذاتِ خود ایک عبادت اور نعمت ہے، ہمارا کام مانگتے رہنا ہے۔

یہ مانگنا بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، کچھ ملے یا نہ ملے، ان کی بارگاہ میں بندہ کو حضوری نصیب ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے، اور کوئی غم، کوئی صدمہ، کوئی

پریشانی، کوئی حاجت، کوئی ضرورت اس کا ذریعہ بن جائے، نعمت ہے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اور ان کی بارگاہِ اقدس میں ہاتھ پھیلانے کا اور اپنی حاجت پیش کرنے کا اور توجہ کرنے کا، اس کے نتیجے میں اللہ جلّ شانہ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ ہے اصل دولت، لہٰذا کوشش اس بات کی کی جائے کہ دعاء اگرچہ مختصر مانگی جائے، تھوڑی دیر کے لئے مانگی جائے، مگر دل سے مانگی جائے، بے خیالی میں، بے دھیانی میں، بے توجہی میں، دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے، توجہ کہیں ہے، اس طرح جو دعا کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے، یہ دعا کی نقل ہے، دعا نہیں ہے۔

آدابِ دعا کی مثال

حضرت تھانویؒ دعا کے آداب کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں، فرمایا: اگر دربارِ الٰہی کے پورے آداب کا لحاظ نہ ہوسکے، تو کم از کم دعا اس طرح تو مانگنی چاہئے کہ جس طرح حاکم کے یہاں درخواست دیتے ہیں، جیسے حاکم کے یہاں درخواست دیتے ہیں کہ درخواست دیتے وقت آنکھیں بھی اس کی طرف لگی رہتی ہیں، دل بھی اس کی طرف لگا رہتا ہے، صورت بھی عاجزوں کی سی بناتے ہیں، اگر زبانی کچھ عرض کرنا ہوتا ہے، تو کیسے ادب سے عرض کرتے ہیں، اور اپنی درخواست منظور ہونے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں، اور اس کا یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم آپ سے پوری امید رکھتے ہیں کہ ہماری درخواست پر توجہ دی جائے گی۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ یہی باتیں کم از کم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے وقت ہونی چاہئیں، جب ان آداب کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی دعا کی جائے گی، توان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی، حاصل اس مثال کا یہی ہے کہ دعا بڑی توجہ اور دھیان سے مانگنی چاہئے، اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ جب دعا مانگیں، تو پوری توجہ اور دھیان سے مانگیں، جب توجہ اور دھیان سے بندہ دعا مانگے گا، توان شاء اللہ تعالیٰ دعا قبول ہوگی۔

درخواست منظور نہ ہونے پر طرزِ عمل

اس سلسلے میں حضرتؒ مزید فرماتے ہیں کہ پھر اگر کسی وجہ سے درخواست نامنظور ہوگئی، اور حاکم نے کہہ دیا کہ بھئی! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی درخواست کے مطابق فیصلہ نہ کرسکا، اور آپ کی درخواست منظور نہ کرسکا، تو بھی حضرتؒ عجیب بات ارشاد فرماتے ہیں، پھر درخواست قبول نہ ہو، اور حاکم درخواست دینے والے سے کہہ دے کہ افسوس! تمہاری مرضی کے مطابق فیصلہ نہ ہوسکا! تو یہ شخص کوئی شکوہ نہیں کرتا، بلکہ یہ کہتا ہے کہ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے، شاید قانون میں اس کی گنجائش نہیں، یا میری پیروی کرنے میں کوئی کمی رہ گئی، بہر حال! مجھے آپ سے ناامیدی نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مجھے جناب کی مہربانی چاہئے، کام سے زیادہ آپ کی مہربانی اور توجہ عزیز ہے، کیونکہ کام تو ایک وقت اور ایک خاص مدت کے لئے ہے، اور آپ کی مہربانی تو عمر بھر کے لئے چاہئے، جو میرے لئے بہت بڑی دولت اور بہت بڑی نعمت ہے، اسی طرح یہاں پر بھی ہونا چاہئے کہ جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کررہے ہیں، اور کرتے آرہے ہیں، اور ان شاء اللہ کرتے ہی رہیں گے، اگر وہ ظاہراً قبول

ہوتی نظر نہ آئے، تب بھی دعا مانگنا نہ چھوڑیں، یہ سمجھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہے، میرے حق میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے، اسی لئے اللہ پاک اسے قبول نہیں فرمارہے، ورنہ اگر میرے حق میں مفید ہوتی، تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمالیتے، اس کی مثال بھی حضرتؒ آگے بیان فرمائیں گے۔

ہر چیز اولاد کو نہ دینا

اس کی مثال ایسی ہے جیسے بعض مرتبہ اولاد ماں باپ سے پیسے مانگتی ہے، اور ماں باپ کے پاس پیسے ہوتے بھی ہیں، لیکن وہ کسی مصلحت کی وجہ سے اسے پیسے دینا مناسب نہیں سمجھتے، تو باوجود اس کے ضد کرنے کے، باوجود اولاد کے اصرار کرنے کے، اور رونے دھونے کے، ماں باپ اسے پیسے نہیں دیتے، یا جیسے بعض بزرگوں نے ہمارے سمجھانے کے لئے اس کی ایک اور مثال دی ہے، کسی کی اولاد ماں باپ سے سانپ مانگے، بچھو مانگے کہ یہ تو بہت خوبصورت ہے، بڑا تیز بھاگ رہا ہے، یہ تو چابی والے کھلونے سے بھی تیز ہے، مجھے یہ دے دو، مجھے سانپ دے دو، مجھے سانپ چاہئے، کبھی بھی ماں باپ اس کو بچھو اور سانپ نہیں دیں گے، یا بعض نے مثال دی ہے انگارے کی کہ انگارہ ماں باپ کے سامنے رکھا ہوا ہے، اور بچہ بے قابو ہو رہا ہے کہ کچھ بھی ہو، کسی طرح بھی ہو، میں تو یہ لوں گا، لیکن ماں باپ جانتے ہیں کہ یہ انگارہ ہے، ہاتھ میں لے گا، تو ہاتھ جل جائے گا، کپڑوں پر گرے گا، تو کپڑے جل جائیں گے، سانپ بچھو لے گا، تو اس کو ڈس لے گا، لہذا وہ کسی قیمت پر بھی نہیں دیں گے، چاہے کتنا ہی چیخے اور چلاّ لے، کتنا ہی روئے، کتنا ہی ہائے ہائے کرے، کیوں؟ جانتے

ہیں کہ یہ اس کے حق میں مضر ہے، مفید نہیں ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لیں کہ اللہ پاک بعض مرتبہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں، وہ نہیں دیتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بندے کے حق میں وہ مضر ہے، اور نقصان دہ ہے، فرماتے ہیں: ارے مسلمانو! ذرا سوچو، ہماری دعا کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ کیا ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کی رعایت کرکے دعا مانگتے ہیں، یعنی وہ باتیں جو ابھی اوپر بیان ہوئی ہیں، دعا میں ان کا لحاظ کرتے ہیں؟ دعا مانگنے کے بعد اگر قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہوں، تو کیا برتاؤ کرتے ہیں؟ اتنی عاجزی اور انکساری کے ساتھ نہ دعا مانگتے ہیں، اور نہ قبولیت نہ ظاہر ہونے کی صورت میں پرامید ہوکر دعا مانگتے ہیں۔

یہ ہماری کوتاہی ہے

یعنی جو کچھ مانگ رہے تھے، اگر وہ نہ ملے، تو پھر عاجزی بھی ختم، انکساری بھی ختم، گڑگڑانا بھی ختم، توجہ بھی ختم، پھر دعا مانگتے ہیں بڑی بے دلی سے، تو یہ ہماری کوتاہی ہے، یہ سراسر ہماری کمزوری ہے، یہ سراسر ہماری خامی ہے، اور ہم ہی نے اپنی دعا کے غیر مقبول ہونے کا ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے، بھئی! اللہ جلّ شانہ جس طرح قادرِ مطلق ہیں، اسی طرح حاکمِ مطلق بھی ہیں، وہ خالق بھی ہیں، اور وہ حکیم بھی ہیں، لہٰذا وہ جو کچھ عطا فرماتے ہیں، عین حکمت کے مطابق عطا فرماتے ہیں، نہیں عطا فرماتے، تو عین اپنی حکمت کے مطابق عطا نہیں فرماتے، ہمیں ہر حال میں عاجزی کرتے رہنا چاہئے، اور ہر حال میں دعا کرتے رہنا چاہئے، اور ذرّہ برابر بھی دل چھوٹا نہیں کرنا چاہئے۔

ایک مسلمان اور ایک کافر مچھیرے کا واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ ایک دریا کے کنارے سے گزر رہے تھے، آپ نے عجیب وغریب ماجرا دیکھا، کہ دو مچھیرے دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے مچھلیاں پکڑ رہے تھے، ان میں سے ایک مسلمان تھا، اور ایک کافر، مسلمان مچھلی پکڑنے کے لئے بسم اللہ پڑھ کر اپنا جال پانی میں ڈالتا ہے، اور جب نکالتا، تو نہ مچھلی اور نہ مچھلی کا بچہ، بالکل خالی جال واپس آجاتا، اور اس کا ٹوکرا بھی خالی، اور اس کی ٹوکری بھی خالی، ایک مچھلی بھی اس کے پاس نہیں، اور ہر مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر وہ اپنا جال ڈالتا تھا۔

اس کے برابر میں کافر بیٹھا ہوا تھا، اور اپنے بتوں کا نام لے کر جال ڈالتا، تو اس کا جال مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا تھا، جب وہ جال ڈالے، مچھلیاں ہی مچھلیاں، بعض مرتبہ اس کو دوسروں سے مدد لینی پڑے کہ بھئی! ذرا جال کھینچو، مچھلیاں زیادہ آگئیں، مجھ اکیلے سے نہیں کھچ رہا، دوسرے اس کی مدد کرتے ہیں، اور کھینچتے ہیں، اس کے مچھلیوں کے ٹوکرے بھرے ہوئے ہیں۔

حکمت دکھانے کی درخواست

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ صورتِ حال دیکھ کر تعجب ہوا، اور آپ سوچنے لگے کہ معاملہ تو اُلٹا ہونا چاہئے تھا کہ مچھلیوں سے جال بھرا ہوا مسلمان کا ہونا چاہئے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیوا ہے، اور بسم اللہ پڑھ کر جال ڈال رہا ہے، اور کافر کا جال خالی نکلنا

چاہئے، کیونکہ وہ کافر ہے، وہ اپنے بتوں کا نام لے کر جال ڈالتا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، یا اللہ! جو کچھ آپ کر رہے ہیں، وہ عین حکمت کے مطابق کر رہے ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے، بالکل درست ہو رہا ہے، اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا ، لیکن اگر آپ اپنی حکمت ظاہر فرما دیں، تو میرے ایمان میں اور اضافہ ہو جائے، تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! ذرا اپنی نظر اوپر اٹھاؤ!۔

جنت اور جہنم کا نظر آنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اوپر دیکھا، تو ساتویں آسمان پر جنت نظر آئی، اور جنت میں اس مسلمان مچھیرے کا ایک محل نظر آیا، اور اس محل کے صحن میں ایک تالاب نظر آیا، جو مچھلیوں سے بھر رہا تھا، اور اس میں مچھلیاں ہی مچھلیاں تیر رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بھئی! دنیا میں گو اس کا جال خالی آ رہا ہے، لیکن ہم اس کے صبر کی وجہ سے اس کی مچھلیاں یہاں جمع کر رہے ہیں، جب یہ آخرت میں جنت میں جائے گا، تو اپنی مچھلیاں لے لے گا، پھر فرمایا کہ اچھا اب نیچے دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیچے دیکھا، تو تحت الثریٰ میں جہنم نظر آئی، اور جہنم زمین کے نیچے ہے، اور جہنم میں اس کافر کا، جس کا جال مچھلیوں سے بھر بھر کر آ رہا تھا، اس کا ٹھکانہ نظر آیا، جہاں آگ ہی آگ، اور سانپ، بچھو اس کا انتظار کر رہے تھے، فرمایا: کہ یہ اس کا انجام ہے، اور اس نے دنیا میں جو اچھے کام کئے تھے، اس کا بدلہ دنیا ہی میں مچھلیوں کی شکل میں دے رہے ہیں، تا کہ آخرت میں ہمارے ذمہ اس کی کسی نیکی کا بدلہ نہ رہے، کافر بھی اچھا کام

کرتا ہے، تو ہم اس کا بھی بدلہ دیتے ہیں، لیکن!

وَ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلٰقٍ (البقرہ: آیت نمبر ۲۰۰)

آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے ہم دنیا ہی میں دے رہے ہیں، اور آخرت میں اس کا یہ انجام ہے۔ کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

آج مچھلیاں نہیں ملیں، تو کیا ہوا؟

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ آپ جا کر اس مسلمان سے پوچھ لیں، اگر وہ کہے، تو ہم اس کی مچھلیاں دنیا میں بھیج دیں، اور اس کا بھی جال بھر دیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مسلمان سے ملے، اور اس سے بات چیت کی، اور ساری صورتِ حال اس کو بتائی، اس نے کہا کہ حضرت! میں آج تک کبھی بھوکا نہیں مرا، روزانہ بھوکا اٹھتا ہوں، شام کو میرا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے، مچھلیاں آج نہیں آ رہیں، تو کل آ جائیں گی، وہ تو آتی رہتی ہیں، اور کبھی نہیں بھی آتیں، جال کبھی بھرا ہوا ہوتا ہے، اور کبھی خالی ہوتا ہے، لہٰذا میری مچھلیاں وہیں رہنے دیں، میں وہیں جا کر لے لوں گا، اللہ کی حکمت دیکھو۔

دربار میں حاضری کی دولت

بس! یہی حکمت دعا میں سمجھ لو کہ بعض مرتبہ آدمی دعا کرتا رہتا ہے، جو کچھ مانگتا ہے، وہ ملتا نہیں ہے، تو کوئی اپنا دل چھوٹا نہ کرے، اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے، کوئی نہ کوئی مصلحت ہے، بس! مانگتا رہے، ان کا دربار دنیا جیسا دربار نہیں ہے کہ دنیا کے

دربار میں آدمی ایک مرتبہ مقدمہ کردے، اور مقدمہ خارج ہو جائے، اور فیصلہ ہو جائے، پھر دوبارہ درخواست نہیں دے سکتا، وہاں سو بار بھی درخواست دو، تو سو بار بھی مقبول ہے، مانگتا رہے، گڑگڑاتا رہے، اور اس مانگنے اور گڑگڑانے کو سب کچھ سمجھے کہ جو کچھ میں مانگ رہا ہوں، وہ ملے نہ ملے، ان کے دربار میں اس کی وجہ سے حاضری ہو جانا، بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے اگر ظاہری طور پر کسی چیز کے مانگنے میں دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو، تب بھی گڑگڑانے میں کمی نہ کرے، اور دعا مانگے، اور ہر مرتبہ پوری امید کے ساتھ دعا مانگے، اور مانگتا رہے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب اس طرح دعا مانگی جائے، تو ان شاء اللہ قبول ہوگی، ورنہ پھر دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ ہماری دعا اس کی مستحق ہے کہ اس دعا کو "دعا" اور "درخواست" کہا جائے، ہرگز نہیں۔

جب چاہیں، دعا مانگ لیں

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ دعا کے لئے کوئی خاص وقت مخصوص نہیں، انسان کو غور کرنا چاہئے کہ دعا کے مانگنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی رعایت ہے کہ دعا کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ فلاں وقت کرو گے، تو دعا قبول ہوگی، ورنہ نہیں ہوگی، جس وقت جی میں آئے، دعا مانگی جا سکتی ہے، اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ نمازوں کے بعد ہی دعا مانگی جائے، اگرچہ اس وقت دعا کی دوسرے اوقات کے مقابلے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے، تاہم کوئی دعا یاد آئے، تو اس کا انتظار نہ کیا جائے

کہ نماز کے وقت دعا کروں گا، بلکہ جس وقت بھی کوئی حاجت یاد آئے، فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر مانگ لی جائے، مذکورہ باتوں کو مدِ نظر رکھ کر دعا کی جائے گی، توان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

دعا کی قبولیت کا مطلب

اس کے بعد قبولیتِ دعا کا مطلب وہی ہے، جو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بعض مرتبہ آدمی جو کچھ مانگتا ہے، وہی مل جاتا ہے، اور بعض مرتبہ جو کچھ مانگتا ہے، وہ نہیں ملتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کے بدلے کوئی اور نعمت عطا فرمادیتے ہیں، یا کوئی مصیبت دور فرمادیتے ہیں، اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ اس کی وہ دعا آخرت میں ذخیرہ فرمادیتے ہیں، تو دعا قبول ہی ہوتی ہے، اس لئے پورے یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے، فرماتے ہیں کہ قبولیتِ دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے، فوراً مل جائے، عام طور پر لوگ دعا کی قبولیت کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں، اِدھر ہاتھ اٹھائیں، اور اُدھر مل جائے۔

آخرت کی دعا قبول ہے

اگر دعا آخرت کی کسی چیز سے متعلق ہو، تو وہ ضرور قبول ہوگی، جیسے کوئی شخص آخرت کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے، کیونکہ وہ بندہ کے حق میں بھلائی ہی بھلائی ہے، یعنی آخرت کے بارے میں جو کچھ دعا مانگے گا کہ یا اللہ! دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے! یا اللہ! قبر کے عذاب سے بچا لیجئے! یا اللہ! جنۃ الفردوس عطا فرمادیجئے! تو وہ

بھلائی ہی بھلائی ہے، بندہ کے حق میں خیر ہی خیر ہے، لہذا وہ ضرور قبول ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ اس کے لئے ایمان اور اطاعت شرط ہے، کیونکہ وہاں کی کوئی چیز قانوناً مؤمن ہی کو مل سکتی ہے، اور کسی کو نہیں مل سکتی۔

دنیا کی دعا میں بندہ کی مصلحت ملحوظ

اگر دعا دنیا کی چیز سے متعلق ہو، تو اس میں دونوں احتمال ہیں کہ وہ چیز بندہ کے حق میں بہتر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ وہ بندہ کے حق میں بہتر نہ ہو، کیونکہ دنیا کی چیزیں بندوں کے لئے اچھی بھی ہوتی ہیں، بری بھی ہوتی ہیں، اب مانگی ہوئی چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بندہ کے حق میں بہتر ہو تو مل جائے گی، ورنہ نہیں ملے گی، جیسے بیٹا اپنے ماں باپ سے پیسے مانگتا ہے، باپ مناسب سمجھتا ہے، تو دے دیتا ہے، اور نقصان دہ سمجھتا ہے، تو منع کر دیتا ہے، لہٰذا دعا قبول ہونے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ مانگی ہوئی چیز ضرور ہی مل جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی توجہ بندہ کی طرف ہو جاتی ہے، یہ ہے اصل چیز، اسی کو حضرتؒ آگے بیان فرماتے ہیں۔

دل میں تسلی اور قوت

اصل چیز یہ ہے کہ دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی توجہ بندہ کی طرف ہو جاتی ہے، اگر مانگی ہوئی چیز کسی مصلحت سے نہ بھی ملے، تب بھی بندہ کے دل میں تسلی اور قوت پیدا ہو جاتی ہے، پریشانی اور کم ہمتی ختم ہو جاتی ہے، یہ ہے اصل قبولیت، اس لئے خوب گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہئے، دعا مانگنے کے نتیجے میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مذکورہ نعمت تو

ہر مانگنے والے کو حاصل ہو ہی جاتی ہے، حق تعالیٰ کی یہی توجہ دعا کی قبولیت کا یقینی درجہ ہے، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعا گو بندہ کے لئے ہوا ہے۔

توجہ کے سامنے سب ہیچ ہے

اور حاجت کو قبول فرمالینا، یہ قبولیت کا دوسرا درجہ ہے، جس کا وعدہ مشروط ہے بندہ کی مصلحت کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی توجہ کا حاصل ہونا، یہ وہ دولت ہے، جس کے سامنے دنیا کی دولت ہیچ ہے، یہی خاص توجہ بندہ کے لئے عظیم پونجی ہے، جس سے دنیا میں بھی اس کو حقیقی اور دائمی راحت نصیب ہوتی ہے، اور آخرت میں بھی لامحدود اور ابدی نعمت وحلاوت نصیب ہوگی، جب دعا کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کا حاصل ہونا ہے، اس کے حاصل ہوتے ہوئے بھلا دعا کرنے والے کو خسارہ اور محرومی کا اندیشہ کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کے ساتھ دعا کرتے رہنا چاہئے۔

اب دعا فرمالیں! اللہ تعالیٰ ہم سب کو دل وجان سے دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔ آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

دعا مؤثر ہتھیار ہے

(۱۵)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۴۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۹ مارچ ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدُہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَ إِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ ط أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَO

(البقرۃ: آیت نمبر ۱۸۶)

ترجمہ

اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

فقیر اور محتاج کا کام ''مانگنا''

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی چھٹی روح کا بیان چل رہا ہے، جس میں حکیمُ الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ جلّ شانہ سے دعا مانگنے کی اہمیت، فضیلت اور ضرورت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائی ہے، دعا جہاں ایک عبادت، بلکہ عبادت کا مغز ہے، وہاں ہماری ایک بنیادی ضرورت بھی ہے، ہم سب دعا کے بے حد محتاج ہیں، اس لئے دعا کو بھی اپنے معمولاتِ زندگی میں شامل کرنا چاہئے، اور مرتے دم تک شامل رکھنا چاہئے، کیونکہ ہم فقیر ہیں محتاج ہیں، مسکین ہیں، اور مسکین کا کام مانگنا ہوتا ہے، اور پھر یہ مانگنا اللہ رب العلمین سے ہے، جس سے مانگنا عبادت بھی ہے، باعثِ ثواب بھی ہے، اور امید برآنے کا ذریعہ بھی ہے۔

اکبر بادشاہ کی عجیب حکایت

ایک مرتبہ اکبر بادشاہ شکار کھیلنے کے لئے نکلا، اور اس نے اپنا گھوڑا ایک ہرن کے پیچھے دوڑایا، گرمی کا زمانہ تھا، اور دوپہر کا وقت تھا، دوڑاتے دوڑاتے ہرن ہاتھ سے نکل گیا، جب شکار ہاتھ سے نکل گیا، تو اس کو ہوش آیا، سخت گرمی لگی ہوئی ہے، پسینے میں شرابور ہے، حلق میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں، پیاس لگی ہوئی ہے، تو اب پانی کی تلاش ہوئی، جنگل میں پانی کہاں؟ تلاش کرتے کرتے ایک باغ میں پہنچا، جس میں باغبان موجود تھا، مالی موجود تھا، اس سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ، تو اس نے ایک مٹکے میں سے مٹی

کا پیالہ پانی سے بھر کر پیش کیا، جو بہت ہی ٹھنڈا اور شیریں تھا۔

اس گرمی اور پیاس میں وہ ٹھنڈا پانی بہت ہی اچھا معلوم ہوا، اور اکبر بادشاہ کا دل باغ باغ ہوگیا، اس نے ایک چھوٹا سا پرچہ لکھ کر دیا کہ جب کبھی تمہارا دہلی آنا ہو، تو ہم سے ملنا اور اپنا تعارف کرا کے چلا گیا کہ میں یہاں کا بادشاہ ہوں، شکار کرنے کے لئے آیا تھا، شکار تو نہ ملا، پانی مل گیا، اور میں تم سے بہت خوش ہوں، تم آنا، پھر ہم سے ملنا، تمہاری کچھ خدمت کردی جائے گی، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

باغبان کی محل میں حاضری

اس باغبان نے پرچی سنبھال کر رکھ لی، جب اس کا دہلی جانا ہوا، تو اس نے اس کے قلعہ کے دروازے پر پرچہ دکھایا، انہوں نے اندر بلا لیا، اور اندر در اندر لے جا کر خاص بادشاہ کے رہنے کی جگہ پر اس کو پہنچا دیا، اور کہا: ابھی بادشاہ سلامت نماز پڑھ رہے ہیں، جب فارغ ہوں گے، تو آپ کو بلا لیں گے، اور آپ سے مل لیں گے، جہاں اس کو بٹھایا، بادشاہ وہیں پردے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، اس زمانے میں اُسے آبِ رواں کا پردہ کہتے تھے جو بہت باریک کپڑے کا ہوتا تھا، جیسا کہ آج بھی بعض کپڑے باریک ہوتے ہیں، بعض پردے موٹے ہوتے ہیں، تو باریک پردہ درمیان میں پڑا ہوا تھا، جس میں سے بادشاہ سلامت نظر بھی آرہے تھے اور نہیں بھی۔

کیا بادشاہ بھی مانگتا ہے؟

یہ بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا کہ کب بادشاہ سلامت مجھے بلائیں، تو میں ان سے جا کر

ملوں اس نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت دعا مانگ رہے ہیں، یہ سوچنے لگا کہ اتنا بڑا بادشاہ، سارے ہندوستان پر حاکم، بڑے بڑے خزانے اس کے، دولت کی ریل پیل، کسی چیز کی اس کے یہاں کمی نہیں، پھر یہ کیوں مانگ رہا ہے؟ کس سے مانگ رہا تھا؟ اس کو کیا ضرورت ہے مانگنے کی؟ تو اس نے دربار میں کام کرنے والوں سے پوچھا کہ یہ کس سے مانگ رہا ہے؟ اور کیوں مانگ رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ اپنے پروردگار سے مانگ رہا ہے، اس نے کہا کہ کیا یہ بھی محتاج ہے؟ کہا ہاں بھئی! یہ بھی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے تو سارے ہی محتاج ہیں، بڑے سے بڑا بادشاہ بھی فقیر ہے، وہ بھی مسکین اور محتاج ہے، غریب تو غریب ہے ہی، ان کے سامنے امیر بھی غریب ہے، اس نے کہا کہ اچھا! یہ تو مجھے آج ہی پتہ چلا، اتنا بڑا بادشاہ ہوکر بھی یہ فقیر اور محتاج ہے، اور اپنے پروردگار سے مانگ رہا ہے۔

محتاج کسی کو کیا دے گا؟

جب یہ خود ہی محتاج ہے، فقیر ہے، تو یہ مجھے کیا دے گا؟ میں بے کار اس کے پاس آیا، میں بھی اسی سے کیوں نہ مانگوں، جس سے یہ مانگ رہا ہے؟ جس نے اس کو اتنا دیا ہے، وہ مجھے کتنا دے گا! اور پرچی لے کر وہیں سے واپس ہوگیا اور کہا مجھے اس سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ تو فقیر آدمی ہے، یہ تو محتاج آدمی ہے، اس سے ملنے سے کیا فائدہ؟ اس سے ملو، جس نے اس کو اتنا دیا ہے، یعنی اللہ جل شانہ سے مانگنا چاہئے، اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانا چاہئے، وہ سب کچھ دینے والا ہے، سب

کو دینے والا ہے، ذرا سی دیر میں اس کا یقین اتنا بڑھ گیا کہ پھر اس نے اس سے ملنے کی ضرورت محسوس نہ کی، بغیر ملے وہاں سے واپس چلا آیا۔

نافرمانی کے باوجود عطاءِ ربانی

حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کے پاس اتنے خزانے ہیں کہ وہ ساری مخلوق کو آج سے نہیں، ہزاروں سال سے کھلا بھی رہے ہیں، پلا بھی رہے ہیں، پہنا بھی رہے ہیں، اور رہنے کے لئے جگہ بھی دے رہے ہیں اور تمام انسانوں کی ساری ضروریات پوری کر رہے ہیں، جانوروں کی پوری کر رہے ہیں، حیوانات کی ضرورتیں پوری کر رہے ہیں، ملائکہ کی ضرورتیں پوری کر رہے ہیں، لیکن ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی، اور نہ کمی آئے گی، اور ان کی عطا کا تو یہ عالم ہے کہ جتنے کافر ہیں، مشرک ہیں، ملحد ہیں، دہریے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، ان کو بھی خوب دے رہے ہیں، ان کی عطا کا یہ عالم ہے کہ کافر بھی موج کر رہے ہیں، حالانکہ وہ کافر ہیں، ان کو تو کچھ بھی نہیں ملنا چاہئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کا یہ عالم ہے کہ تمام کفر کرنے والوں کو بھی، شرک کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کو بھی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ بے تحاشہ دے رہے ہیں، اور اپنے ماننے والوں کو بھی عطا فرما رہے ہیں، سب کو عطا فرما رہے ہیں، اور ہمیشہ سے عطا کرتے چلے آرہے ہیں، اور عطا کرتے رہیں گے، دنیا میں بھی عطا فرمائیں گے، اور آخرت میں بھی عطا فرمائیں گے، لیکن ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ کلامِ پاک

میں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**عطاءً غیر مجذوذ**'' اللہ تعالیٰ کی عطا نہ ختم ہونے والی ہے۔

ایک حدیث قدسی

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ تمام اولین اور آخرین ایک میدان میں جمع ہوجائیں، یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے آچکے اور موجود ہیں اور آج سے لے کر قیامت تک جتنے انسان آئیں گے، سارے انسان کسی میدان میں جمع ہوجائیں، اور وہ سارے کے سارے مل کر اپنی ساری حاجتیں اور ساری ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں، دنیا کی ضرورتیں بھی مانگیں، اور آخرت کی ضرورتیں بھی مانگیں، اور اللہ تعالیٰ اسی لمحہ سب کو عطا فرمادیں، اسی لمحہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے ان کی ساری حاجتیں، جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں پوری فرمادیں، تب بھی ان کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے سوراخ میں پانی آنے سے کمی آتی ہے، کہاں سمندر اور کہاں سوئی، اور اس کا چھوٹا سا سوراخ؟ سمندر میں سوئی ڈالو، اور پھر اس سوئی کو نکالو، تو اس کے سوراخ میں تھوڑا سا پانی آئے گا، سمندر میں اتنا سا تو پانی کم ہوگیا نہ، مگر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ کے ایسے نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں۔

مانگنے میں کمی نہ کریں

اس لئے بندے کو چاہئے کہ مانگنے میں کنجوسی نہ کرے، جب وہ سخی، اتنا بڑا سخی

ہے، اور وہ داتا اتنا بڑا داتا ہے، وہ دینے والا اتنا بڑا ہے، اتنا دینے والا ہے، تو پھر مانگنے میں کمی کیوں کر رہے ہو؟ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی ہر حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگے، بڑی سے بڑی ضرورت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے، چھوٹی سے چھوٹی ضرورت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے، اور مانگنے کی عادت ڈالے، اور جب کوئی چیز یاد آئے، جب کوئی حاجت یاد آئے، جب کوئی ضرورت یاد آجائے، اور جس وقت یاد آجائے، اسی وقت ہی مانگ لے، چاہے بیٹھے بیٹھے مانگ لے، چاہے کھڑے کھڑے مانگ لے، چاہے لیٹے لیٹے مانگ لے، چاہے چلتے چلتے مانگ لے، جس وقت کوئی حاجت یاد آجائے، اسی وقت مانگنا شروع کردے، کیونکہ مانگنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے، نہ پاک ہونا شرط ہے، نہ قبلہ رو ہونا شرط ہے، نہ کوئی خاص ہیئت شرط ہے، صرف ایک ہی چیز ہے کہ مانگو، اور مانگو۔

نہ مانگنے پر ناراضگی

اللہ پاک کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی اس سے نہ مانگے، تو وہ ناراض ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ

جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے، اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ! وہ تو نہ مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں، اور مانگنے سے خوش ہوتے ہیں، اور دنیا والوں اور اللہ کی مخلوق کا حال یہ ہے کہ مانگو تو ناراض ہوتے ہیں، نہ مانگو تو

خوش رہتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مرتبہ ماں باپ بھی تنگ ہوجاتے ہیں، مثلاً کسی کی اولاد، ماں باپ سے زیادہ مانگے تو وہ کہتے ہیں کہ کم بخت! کرتا کراتا کچھ بھی نہیں ہے ہر وقت مانگتا ہی رہتا ہے، کہاں تک دیں؟ کیا کیا دیں؟ لو صاحب! ماں باپ بھی تنگ ہوجاتے ہیں۔

فقیروں کو دینے کا مسئلہ

راستوں میں فقیر ملتے ہیں، ان سے لوگ تنگ ہوتے رہتے ہیں، لیکن بھئی! ان کو بھی جتنی ہمت ہو، طاقت ہو، دے دینا چاہئے، جھڑکنا نہیں چاہئے، وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ، مانگنے والے کو دھتکارو نہیں، ڈانٹو نہیں، یعنی جھڑکنا نہیں چاہئے، جو کچھ اللہ تعالیٰ توفیق دیں، اس کے مطابق دے دے، دینے کی عادت ڈالیں، دینے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے، دینے کا اتنا فائدہ ہے کہ جو کرے، وہ دیکھے، بتانے سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے، کرنے کی چیز ہے، لہٰذا فقیروں کو مسکینوں کو محتاجوں کو جتنی بھی ہمت ہو طاقت ہو، دیتا رہے۔ اور حتی الامکان کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دے، اگر نہ دے، تو خوش اسلوبی سے معذرت کرلے، اور خود اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں کمی نہ کرے، جتنا مانگ سکتا ہے، مانگے، جتنا مانگے اتنا ہی کم ہے۔

تین جگہ سے پناہ مانگو

حضرتؒ نے دعا مانگنے کے کچھ فضائل بھی بیان فرمائے ہیں، مانگنے سے جس طرح انسان کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اسی طرح مصیبتیں دور ہوتی ہیں،

پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بیماریاں دور ہوتی ہیں، آفات وبلیات سے اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتے ہیں، مصیبتوں تکلیفوں اور پریشانیوں سے اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتے ہیں، حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہ تین چیزوں سے بطورِ خاص پناہ مانگنے کی دعا فرماتے رہتے تھے کہ تین چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، یا اللہ! تھانوں اور جیلوں سے اپنی پناہ عطا فرما، تھانہ شروع اور ابتداء ہے، جیل انتہاء ہے، اللہ بچائے! اس میں کوئی آدمی پھنس جائے، تو مصیبت ہے! اس سے اللہ کی پناہ مانگو!

یہ فرماتے تھے کہ جب ان کے پاس سے گزرو، تو پناہ مانگتے ہوئے گزرو۔ دوسری عدالتوں سے، کہ عدالتوں کے کیس دادا کرے، اور پوتا بھی نجات نہ پائے، جو پھنس جائے، تو پھنس ہی جائے، اللہ بچائے! عدالت کے کیس ایسے ہی ہوتے ہیں، اللہ بچائے! تیسرے ہسپتالوں سے اللہ تعالیٰ دور رکھیں، صحت بہت بڑی نعمت ہے، صحت کی حفاظت کرے، اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر صحت بھی مانگتا رہے، اور جب بیمار ہو جائے، تو علاج کرے، ہسپتال پہنچ گیا، تو بعض مرتبہ عملہ کی غفلت سے جان بھی گئی، اور مال بھی بے کار میں خرچ ہوا، اور پھر بھی آدمی صحت کو ترستا ہے، اللہ بچائے!۔

حضرت عارفی قدس سرّہ کی دعائیں

یہ تین جگہیں ایسی ہیں کہ یہ بہت ہی تکلیف کی جگہیں ہیں۔ جیل، تھانہ/عدالت اور ہسپتال۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے دور رکھے۔ نفلی صدقہ پابندی سے دینا ان تینوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور گڑگڑا کر دعا کرنا ان سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے،

اوراس کے علاوہ بھی حضرت کی دعائیں بڑی والہانہ ہوا کرتی تھیں۔ جو حضرت کی ''مجالسِ عارفی'' میں چھپی ہوئی ہیں، اس کے آخر میں حضرت کی دعائیں موجود ہیں، وہ پڑھ کر دیکھیں، تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مانگنا چاہئے بڑے والہانہ انداز میں حضرت کی دعائیں ہوتی تھیں، ہرقسم کے حادثات سے، سانحات سے، واقعات سے، بلیات سے حفاظت کی حضرت بڑی دعا فرماتے تھے، اس لئے دعا مانگنے کا معمول رکھیں۔

موجودہ اور آئندہ کل یقینی حفاظت

حضرتؒ دعا کی ایک فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دعا آئی ہوئی آفات اور حادثات کو دور کرتی ہے: اور آنے والے مصائب سے بچاتی ہے، اس لئے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑو!

یعنی دعا کے اندر اللہ پاک نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ فی الحال جو مصیبت آگئی ہے، فی الحال جو پریشانی آگئی ہے، مثلاً بیمار ہوگیا ہے، یا کوئی حادثہ پیش آگیا ہے، خدانخواستہ ایکسیڈنٹ ہوگیا، تکلیف ہوگئی، کوئی نقصان ہوگیا، یا کوئی اور پریشانی لاحق ہوگئی، اور جو مصیبت، جو تکلیف، جو پریشانی فی الحال موجود ہے، دعا اس میں بھی نافع اور مفید ہے، کیونکہ دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ پریشانی دور ہوجائے گی، بیماری دور ہوجائے گی، نقصان ختم ہوجائے گا، رکاوٹ دور ہوجائے گی، کتنا بڑا فائدہ ہے؟ ایک تو دعا کا یہ فائدہ ہوا۔

دوسرے جو آنے والی تکلیفیں ہیں، اور آئندہ آنے والی مصیبتیں ہیں، اور آئندہ آنے والے حادثات، سانحات اور واقعات ہیں، دعا کی بدولت ان سے بھی حفاظت رہے گی۔

حفاظت کا بہترین ذریعہ

یہ تو ہم سب کے لئے بہترین حل ہے، بھئی! دنیا اس وقت مصیبتوں کا گڑھ بنی ہوئی ہے، نہ جان محفوظ ہے نہ مال محفوظ ہے، نہ آبرو محفوظ ہے، نہ گھر محفوظ ہے، نہ گاڑی محفوظ ہے، نہ کام محفوظ ہے، ہر جگہ جان، مال، عزت آبرو خطرے ہی خطرے میں ہے، ہر آدمی بدامنی کا شکار ہے، بے اطمینانی کا شکار ہے، بے سکونی کا شکار ہے، تو بھئی! اس کا بہترین ذریعہ دعا بھی ہے، جہاں اور تدبیریں ہیں۔ اپنی حفاظت کے لئے اور حادثات اور سانحات سے بچنے کے لئے، وہاں ایک بہترین ذریعہ دعا بھی ہے۔

حضرت ملاّ جیون رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

اَلدُّعَاءُ سِلاحُ الْمُؤْمِنِ دعا مومن کا ہتھیار ہے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا، ہندوستان میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں، مُلاّ جیون رحمۃ اللہ علیہ، صاحبِ نورُ الانوار، جن کی نورُ الانوار ہمارے مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ اور ان کی ایک تفسیر ہے "تفسیر احمدی" وہ بھی بڑی مستند اور معتبر تفسیر ہے، یہ مغلیہ بادشاہوں کے دور میں ہوئے ہیں: "شاہ جہاں" جو مشہور بادشاہ گزرا ہے، اس کے

زمانے میں تھے، اور اس کے لڑکوں بالخصوص اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، شاہ جہاں نے ان کو ان کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا، تو شہزادے ان کے پاس پڑھتے تھے، بہت ہی سیدھے سادھے، بھولے بھالے، لیکن وہ سیدھے سادھے اور بھولے بھالے دنیا کے اعتبار سے تھے، دین کے اعتبار سے انتہائی عقلمند، انتہائی ہوشیار تھے، دین کی پوری پوری سمجھ رکھنے والے تھے، آخرت کی پوری پوری فکر رکھنے والے تھے، اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنے والے تھے۔

علماء کی دو قسمیں

اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ ہر زمانے میں بالخصوص بادشاہوں کے درباروں میں دو قسم کے علماء رہے ہیں، ایک علماءِ ربانی، اور ایک علماءِ سوء۔ یہ علمائے ربانیین میں سے تھے، سچے اور مخلص اللہ والے علماء میں سے تھے۔ اور کچھ ہوتے ہیں علماءِ سوء، جو بادشاہوں کی چاپلوسی اور ان کی خوشامدیں کرتے رہتے تھے، اور خوشامدیں کرکے جو کچھ ان کے پاس سے مال و دولت ملتا، اس سے اپنا کام چلاتے تھے، ان کے ناحق کو بھی حق بتانے کی کوشش کرتے تھے، یہ علماءِ سوء کہلاتے ہیں، تو شاہ جہاں کے دربار میں کچھ علماءِ سو تھے، اور ان کا گزارا بادشاہ کے انعام واکرام پر ہوتا تھا، وہ کچھ نہ کچھ باتیں ایسی کرتے رہتے تھے، جس سے بادشاہ کا دل خوش ہو، اور پھر بادشاہ کی طرف سے ان کو انعام ملتا تھا، جس پر اپنا گزارا کرتے تھے، مطلب یہ کہ دنیا دار قسم کے لوگ تھے۔

اصلی اور مصنوعی ریشم

ان علماءِ سو نے سوچا کہ بادشاہ سے کوئی بڑا انعام لینے کے لئے ایسا کرنا چاہئے کہ کسی طریقے سے بادشاہ سلامت کے لئے ریشم پہننے کی گنجائش نکالی جائے جبکہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے، اورعورتوں کے لئے حلال ہے، مراد اصلی ریشم ہے، نقلی ریشم تو مردوں اورعورتوں سب کے لئے جائز ہے، لیکن اصلی ریشم جو کیڑے کا ریشم ہوتا ہے، وہ مردوں کے لئے حرام ہے، عورتوں کے لئے حلال ہے۔ وہ بڑا نفیس، اور بڑا لطیف، بڑا آرام دہ، بڑا چمکدار، اور بڑا نرم ہوتا ہے۔ تو ان علماءِ سوء نے سوچا کہ کوئی ایسی ترکیب نکالو، کہ بادشاہ کے لئے ریشم حلال ہو، اور پھر بادشاہ سلامت کے لئے جب حلال ہوجائے گا، وہ پہنیں گے، تو خوش ہوں گے، اور خوش ہوں گے، تو ہمیں نوازیں گے، اللہ بچائے!۔

بادشاہ کے لئے ریشم حلال کرنے کا حیلہ

انہوں نے ایک سوال تیار کیا، بادشاہ کی طرف سے ایک سوال تیار کر کے اس کا جواب لکھا، اس میں ضعیف، کمزور اور مرجوح اقوال جمع کر کے کسی نہ کسی طریقے سے کھینچ کھانچ کر بادشاہ سلامت کے لئے گنجائش نکال دی، وہ بڑے خوش ہوئے کہ لو بھئی! منصوبہ کامیاب ہوگیا، اور اب ہم جاتے ہی بادشاہ کو دکھائیں گے، بادشاہ سلامت خوش ہو جائیں گے، اور ہمارے مزے آجائیں گے۔ اور شاہ جہاں بادشاہ خود عالم تھا، اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کو ہدایہ کی چاروں جلدیں زبانی یاد تھیں،

جو ہمارے یہاں تین سال میں پڑھائی جاتی ہیں، موٹی موٹی چار جلدیں ہیں، اس کو زبانی یاد تھیں، اس نے ان کا سوال پڑھا، اور جواب پڑھا، تو حیران رہ گیا کہ انہوں نے بھی کیا کوشش کی ہے!۔

حضرت مُلّاَ جیون رحمۃ اللہ علیہ سے تصدیق کراؤ

لیکن جانتا تھا کہ یہ سارے کے سارے اقوال ایسے ہیں کہ جن میں سے کسی پر بھی فتویٰ نہیں ہے، سارے اقوال غیر معتبر ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے اس پر بڑی محنت کی تھی، وہ بادشاہ تھا، لہٰذا اس نے صاف صاف منع کرنے کی بجائے حکمت سے منع کیا، کہ سانپ بھی مر جائے، اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اور یہ کہا کہ بھئی! ایسا ہے کہ میں تو عالم نہیں ہوں، اور یہ فتویٰ بڑی علمی چیز ہے، ہمارے یہاں مُلّاَ جیون رحمۃ اللہ علیہ ہیں، لہٰذا تم ایسا کرو کہ حضرت سے اس کی تصدیق کروا دو، اگر حضرت یہ فتویٰ پاس کرتے ہیں، اور اس کے اوپر تصدیق کرتے ہیں، تو مجھے کیا عذر ہے اس پر عمل کرنے میں؟ میرے لئے عمل کرنے کی گنجائش ہو جائے گی۔

کھانے پینے کا دھندا

یہ بہت خوش ہوئے کہ چلو بھئی! کام بن گیا، یہ سمجھتے تھے کہ حضرت بڑے سیدھے سادھے آدمی ہیں، ابھی جائیں گے، اور ذرا دو چار باتیں حضرت سے عرض کریں گے، اور حضرت دستخط کر دیں گے۔ لہٰذا جا کر کہا کہ حضرت! ایسا ہے اور ویسا ہے، اور بادشاہ سلامت کو گرمی بہت لگتی ہے، خارش بھی ہے، ایسی صورت میں ریشم پہننے کی گنجائش

ہے، ہم نے یہ تحریر لکھی ہے، حضرت! ذرا اس پر دستخط فرمادیں، حضرت نے پہلے سوال پڑھا، اور پھر جواب پڑھا، وہ سب کچھ سمجھ گئے کہ چکر کیا ہے؟ یہ سب کھانے پینے کا دھندا ہے، یہاں پر وہ بھولے بھالے کہاں تھے؟ یہاں تو وہ پوری عقل اور سمجھ رکھنے والے تھے۔

حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت نے فرمایا کہ یہ مجھے دے جاؤ، میں بعد میں پڑھوں گا، اور میں اس کا جواب دہلی کی جامع مسجد میں، جمعہ کے دن منبر پر دوں گا، جمعہ حضرت پڑھاتے تھے، اور خود شاہ جہاں بھی جمعہ پڑھنے کے لئے وہاں آتا تھا، لال قلعے سے دہلی کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے آتا تھا، اب حضرت نے وہ پرچہ رکھ لیا، اور ان کو رخصت کردیا، جب جمعہ کا دن آیا، تو حضرت وہ فتویٰ لے کر مسجد میں پہنچے، اور تمام نمازیوں سے مسجد بھری ہوئی تھی، شاہ جہاں سامنے بیٹھا ہوا تھا، حضرت نے وہاں بیٹھ کر فرمایا کہ بھئی! میرے پاس ایک سوال آیا ہے، اور اس کا جواب بھی لکھا ہوا ہے، میں سوال و جواب دونوں پڑھتا ہوں، مجھے اس کا جواب دینا ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور سوال پڑھا، اس کے بعد جواب پڑھا، پھر حضرت کو اللہ کے لئے غصہ آ گیا، کہتے ہیں کہ یہ غلط فتویٰ ہے، جس نے سوال کیا، وہ سوال چونکہ انہوں نے بادشاہ کی طرف سے بنایا تھا، لہٰذا جس نے سوال کیا، اور جس نے جواب دیا، دونوں کافر، حضرت نے کہہ دیا، وجہ ظاہر ہے کہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے، اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہے نہیں، اس کو حلال کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے

حضرت نے غصہ میں صاف صاف کہہ دیا، اور ان علماء سوء کی کرکری ہوگئی، ساری محنت پر پانی پھر گیا، اب انہیں اور تو کچھ سمجھ نہیں آیا، انہوں نے نماز کے بعد جب شاہ جہاں اپنے محل میں پہنچے، تو اس کے کان بھر دیئے، اور کہا کہ ایسا ہے، اور ویسا ہے کہ جناب انہوں نے آپ کا بھی خیال نہیں کیا، ہم جیسے بھی تھے، نکمے تھے، نالائق تھے، جو کچھ تھا، ہمیں کچھ بھی کہہ لیتے، لیکن جناب! انہوں نے آپ کو بھی کافر کہہ دیا، اور بھرے مجمع میں رسوا کر دیا، بادشاہ کا احترام تو کم از کم ہونا چاہئے تھا، اب بادشاہ تو بادشاہ ہی ہوتے ہیں۔

تین آدمیوں کی ضد

تین آدمیوں کی ضد مشہور ہے: بادشاہ کی ضد، عورت کی ضد، اور بچے کی ضد۔ کوئی ان تینوں کی ضد پوری نہیں کر سکتا، اللہ بچائے! جب بادشاہ کو ضد آ جائے، تو اس کی ضد کون پوری کرے؟ انہوں نے جب ایسی باتیں کیں، تو بادشاہ کو بھی غصہ آ گیا، اس نے فوراً گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے، اور یہ سب کچھ کارروائی ان کے دربار میں اور محل میں ہو رہی تھی۔

اورنگزیب عالمگیرؒ کی ہمدردی

وہاں اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، انہوں نے دیکھا کہ استاذ جی کے خلاف والد صاحب نے گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے ہیں۔ تو لاؤ، میں پہلے سے

جا کر حضرت کو مطلع کردوں۔ اچانک گرفتاری ہوگی، تو حضرت کو تکلیف ہوگی۔ یہ بھاگے بھاگے حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوئے، اور عرض کیا: کہ حضرت! ایسے ایسے آپ کے خلاف کارروائی ہورہی ہے، اور گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوگئے ہیں، اور میں آپ کو بتانے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا: کیوں؟ میری گرفتاری کے وارنٹ کیوں جاری ہوئے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ میں نے جو کچھ کیا ہے، اللہ کے لئے کیا ہے، جو مسئلہ بتایا ہے، وہ بھی اللہ کے لئے بتایا ہے، اگر شاہ جہاں کو لڑنے کا شوق ہے، تو اس سے کہو کہ لڑنے کے لئے تیار ہوجائے، میں بھی تیاری کررتا ہوں۔

کہیں بددعاء نہ لگ جائے

اور فرمایا: جلدی سے میرا مصلّٰی بچھاؤ! اور پانی کا لوٹا بھرو! میں وضو کرکے دو نفل پڑھ کر دعا کرتا ہوں، حدیث میں آتا ہے کہ ''اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ'' دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں، وہ بھی آجائے، اور اپنی فوج لے آئے، دیکھ لے اور دودو ہاتھ کرلے، اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ یہ بڑے متقی ہیں، پرہیزگار اور اللہ والے ہیں، اور ان کو یہ ڈر لگا کہ حضرت نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھادیئے، تو ہماری تو نسلیں بھی ہندوستان کو بھول جائیں گی، ہماری حکومت گول ہوجائے گی، تو حضرت کا یہ انداز دیکھ کر وہ اور زیادہ گھبراگئے، کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑجائیں۔

شاہ جہاں کی شرمندگی اور معافی

وہ یہاں سے بھاگے بھاگے اپنے ابا شاہ جہاں کے پاس گئے، اور کہا کہ ابا! تمہاری عقل ٹھکانے ہے یا نہیں؟ یہ کیا کر رہے ہو؟ حضرت بد دعا کر رہے ہیں، تو شاہ جہاں بھی جانتا تھا کہ حضرت بڑے اللہ والے ہیں، سب کچھ جانتے تھے، جب یہ سنا، تو وہ بھی ڈر گیا، شاہ جہاں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈر ڈال دیا، اور شاہ جہاں کو بھی ڈر لگا اس نے بیٹے سے پوچھا پھر میں کیا کروں؟ جلدی بتاؤ! بیٹے نے جواب دیا ابا آپ فوراً اپنے وارنٹ واپس لو، اور جلدی سے مجھے ایک شاہی جوڑا دو، میں لے کر آپ کی طرف سے جاتا ہوں، اور حضرت کے پاؤں پکڑتا ہوں، حضرت سے معافی مانگتا ہوں کہ حضرت! آپ بد دعا نہ فرمانا، ورنہ تو ہمارا کوئی حال نہ رہے گا۔

یہ جلدی جلدی پہنچے اور جا کر کہا کہ حضرت! والد صاحب اپنے کئے پر بہت شرمندہ ہیں، اور نادم ہیں، اور انہوں نے آپ کی گرفتاری کے وارنٹ واپس لے لئے ہیں، ان کے خلاف اب بد دعا نہ فرمائیں، اللہ والے تو اللہ والے ہی ہوتے ہیں، انہیں کسی سے ضد تھوڑا ہی ہوتی ہے، لڑائی تھوڑی ہی ہوتی ہے، فرمایا کہ بھئی! اسی کو شوق ہو رہا تھا لڑنے کا، ہمیں تو شوق نہیں ہے لڑنے کا، جب وہ باز آیا، تو ہم بھی باز آئے کہ چلو چھوڑو! بات یہ ہے کہ دل سے دعا مانگو، تو دعا ضرور ہی قبول ہوتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

دعا کا تقدیر پر اثر

بہر حال آنے والی مصیبت سے بھی آدمی دعا کے طفیل بچ جاتا ہے، جتنی مصیبتیں ہیں، جتنی آفات ہیں، جتنے حادثات ہیں، جتنے سانحات ہیں، جتنے واقعات ہیں، جس جس چیز کا اندیشہ یا خطرہ ہو، آپ دعا مانگنا شروع کردیں، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ حفاظت ہوجائے گی، جس کی تقدیر میں تکلیف لکھی ہوگی، ہوجائے گی، اور جو دعا کرنے والا ہوگا، وہ ان شاء اللّٰہ محفوظ ہوجائے گا، اس لئے میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ دعا تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے، اگر کسی کی تقدیر میں آفتیں لکھی ہوئی ہوں، مصیبتیں لکھی ہوئی ہوں، پریشانیاں لکھی ہوئی ہوں، حادثات اور سانحات لکھے ہوئے ہوں، تو دعا کرنے سے وہ بھی بدل جائیں گے۔

تقدیر بھی اللہ پاک نے لکھی ہے اور خیر! اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عاجز بے بس نہیں ہیں، حضرت یہ فرمارہے ہیں کہ دعا، آئی ہوئی مصیبت کے لئے بھی مفید ہے، وہ بھی اس سے دور ہوجاتی ہے، اور جو مصیبتیں اور تکلیفیں آئندہ آنے والی ہیں، ان میں بھی دعا مفید ہے۔

ذکر میں مشغولیت اور دعا

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر غصہ فرماتے ہیں۔ یعنی اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

ذکر وتلاوت میں مشغول اس حکم میں نہیں حضرت ایک بات اور فرماتے ہیں کہ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہر وقت متوجہ رہے، ذکر وتلاوت میں ایسا مشغول ہو کہ اس کو دعا کی فرصت نہ ملے، وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

یعنی جو آدمی ہر وقت تلاوت میں مشغول رہے، یا تسبیح پڑھتا رہے، سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہِ، اللّٰہُ اکبرُ، لا الہ الا اللّٰہُ اور ذکر میں اتنا مشغول رہتا ہے کہ اس کو دعا مانگنے کا موقع نہیں ملتا، دعا مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، تو ظاہراً یہ بھی دعا نہیں مانگ رہا، لیکن اس کے دعا نہ مانگنے سے اللہ پاک ناراض نہیں ہوتے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، ہاں! جو ذکر میں مشغول نہ ہو، اور محتاج ہو، ضرورت مند ہو، اور اس کو دعا کی حاجت ہو، اور پھر بھی وہ دعا نہ مانگے، تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ قبولیت کا مکمل یقین رکھو۔ جان لو! اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے، یقین سے مانگو، اور توجہ کے ساتھ مانگو۔ معلوم ہوا کہ خوب دعا، توجہ اور یقین کے ساتھ کرنی چاہئے، یعنی یہ یقین کرنا چاہئے کہ دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص، جس کا وعدہ ہے، وہ ضرور اور یقیناً حاصل ہوگی۔

مطلوبہ چیز ملنے کی امید

اس کے علاوہ خاص مطلوب چیز کے ملنے کی بھی امید ہے، اور قبولیت کا ایک درجہ اور بھی ہے، جس کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے، یعنی دعا خوب یقین سے مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اس کو ضرور حاصل ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا حاصل ہوجانا کتنی بڑی نعمت ہے! کتنی بڑی دولت ہے! اس لئے یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے، اور پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ آدمی مانگ رہا ہے، وہ مل جاتا ہے، اور کبھی اس کے بدلے کوئی دوسری نعمت اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتے ہیں، یا مصیبت دور فرمادیتے ہیں، اور کچھ نہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں ذخیرہ فرمادیتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

خوب کثرت سے دعا کریں

(۱۶)

شرح مقدمہ درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۵۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۵ اپریل ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمِنُ به ونتوكّل عليه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا مَن يّهدِهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن يُضللهُ فلا هَادِيَ لَهٗ وأشهد أن لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدهٗ لاشريك لهٗ وأشهد أنّ سيّدنا ونَبِيّنَا ومولانَا محمداً عبدهٗ ورسولهٗ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وعلٰى آلِهٖ وأَصحَابِهٖ و بارك وسلَّم تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرّحيم

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِيْبٌ ط أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ O (البقرۃ: آیت نمبر ۱۸۶)

ترجمہ

اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

دعا بہت مانگا کریں

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی چھٹی روح کا بیان چل رہا ہے، اور اس میں حکیمُ الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ جل شانہ سے دعا مانگنے کی فضیلت، اہمیت اور ضرورت بیان فرمائی ہے، آج امید ہے ان شاء اللّٰہ تعالیٰ اس روح کا بیان پورا ہوجائے گا، اس میں حضرتؒ نے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے، جس سے ان شاء اللّٰہ تعالیٰ دو باتیں معلوم ہوں گی: ایک کثرت سے دعا کرنا، یعنی ہمیں چاہئے کہ کثرت سے دعا کرتے رہیں، صبح شام، فرض نمازوں کے بعد اور جب بھی چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، کسی وقت بھی اپنی کوئی حاجت یاد آئے، مانگنے میں تاخیر نہ کریں، بلا تاخیر مانگتے رہیں، اور خوب مانگنے کی عادت ڈالیں۔

جو چیز مانگی، وہی مل گئی

دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوگی کہ دعا کی قبولیت کا کیا مطلب ہے؟ اور دعا کی قبولیت کے بارے میں اس حدیث کی روشنی میں وہی تفصیل ہے، جو پہلے بیان کی جاچکی ہے، اور اکثر دعا کے سلسلے میں بیان کی جاتی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے، تو کبھی اللہ تعالیٰ وہی چیز عطا فرمادیتے ہیں، جو وہ مانگ رہا ہے، مثلاً بیمار ہے، صحت مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ صحت دے دیتے ہیں۔ تنگدست ہے، وہ اپنی تنگدستی دور ہونے کی دعا مانگ رہا ہے، اس کی تنگدستی دور فرمادیتے ہیں۔ کوئی اور غم

اور فکر لاحق ہے، اور اس کے دور ہونے کی دعا مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا غم اور فکر دور فرما دیتے ہیں۔

ورنہ دوسری مصیبت دور ہوگی

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ مانگ رہا ہے، وہ نہیں ملتا، لیکن اللہ تعالیٰ کسی اور مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں، جو اس کے اوپر آنے والی تھی، دعا تو مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! میری بیماری دور فرما دیجئے، میری تنگدستی، دور فرما دے، یا فلاں پریشانی دور فرما دے، وہ بدستور باقی ہے، لیکن ان کے اوپر کوئی اور مصیبت آنے والی تھی، کوئی اور پریشانی مسلّط ہونے والی تھی، کوئی اور حادثہ اور سانحہ ہونے والا تھا، اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو دور کر دیتے ہیں، کیونکہ وہ حکیم ہیں، اور ہمیشہ سے حکیم ہیں، اور ہمیشہ حکیم رہیں گے، وہ ہمارے حق میں وہ کریں گے، جو ان کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوگا۔

دعا کے بدلے ذخیرۂ آخرت

لہٰذا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ مانگ رہے ہیں، وہ نہیں مل رہا، لیکن دوسری مصیبتیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، یا کوئی اور مصیبت بھی دور نہیں فرماتے، اور جو کچھ مانگ رہے ہیں، وہ بھی نہیں ملتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو آخرت میں ذخیرہ فرما دیتے ہیں، اور پھر اس کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ آخرت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے، معلوم ہوا کہ مؤمن کا دعا مانگنا کسی حال میں نفع سے خالی نہیں ہے، جب یہ ایسی نفع کی چیز ہے، اور ایسی کارآمد چیز ہے، تو پھر خوب ہی دعا مانگنی چاہئے۔

بے انتہاء عطاء و بخشش کرنے والا

چنانچہ اس حدیث میں آرہا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے دعا کی یہ فضیلت سنی، تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم پھر خوب دعا مانگا کریں گے، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا کرنے پر قادر ہیں، کیونکہ ان کی عطا بھی لامتناہی ہے، ان کی عطاء و بخشش کی کوئی انتہاء نہیں ہے، ہمارا مانگنا محدود ہے، اور ان کی عطا لامحدود ہے، تو ہمارا مانگنا کیا ہے؟ ان کی عطا کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے، اور ان کی بخشش کے سامنے، اور ان کے دینے کے سامنے ہمارا مانگنا کچھ بھی نہیں ہے۔

خزانۂ غیب کی کوئی انتہاء نہیں

گذشتہ منگل کو میں نے ایک حدیث قدسی کا خلاصہ بیان کیا تھا، جس میں ایک بات دعا سے متعلق تھی کہ اگر سارے اولین و آخرین جمع ہو جائیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان ہیں، اور پھر قیامت تک جتنے آئیں گے، کتنے بے شمار انسان ہوں گے! اربوں کھربوں ہوں گے، سب ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں، اور وہاں اکٹھے ہو کر سب اپنے اپنے مَن کی دعائیں کریں، ہر ایک اپنی دنیا و آخرت کی تمام حاجتیں اور تمام ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگے، اور اللہ جل شانہ اپنے فضل سے ان سب کو اسی لمحے ان کی مانگی ہوئی دعائیں قبول فرما کر ان کو عطا فرما دیں، تب بھی اللہ جل شانہ کے خزانۂ غیب میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی، جتنی سمندر کے سوئی ڈبونے سے اس کے سوراخ میں پانی آنے سے سمندر میں کمی آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی

عطاء اور بخشش اتنی عظیم ہے! اور لامحدود ہے۔

آخری جنتی کا اور حق تعالیٰ کی عطا کا واقعہ

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جہنم میں سے سب سے آخر میں جو شخص نکلے گا، یعنی جو مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لئے دوزخ میں جائے گا، پھر وہاں سے سب سے آخر میں نکلے گا، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کا حدیث میں تفصیل سے واقعہ آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جائے گا، تو اس کو جنت ہر جگہ بھری ہوئی نظر آئے گی۔ وہ کہے گا کہ یا اللہ! مجھے یہاں کوئی خالی جگہ رہنے کی نظر نہیں آرہی لیکن وہ اللہ کے فضل سے اندر جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جو جگہ عطا فرمائیں گے، وہ ساری دنیا کے برابر ہوگی، اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مانگ! کیا مانگ رہا ہے؟ وہ مانگے گا کہ یا اللہ! یہ نعمت دے دیجئے! وہ نعمت دے دیجئے! نعمتوں کو دیکھے گا، اور سوچے گا، سوچ سوچ کر مانگتا جائے گا، دیکھ دیکھ کر مانگتا جائے گا، اللہ تعالیٰ عطا فرماتے جائیں گے، یہاں تک وہ کہے گا کہ یا اللہ! اب میں نے بہت مانگ لیا، جو کچھ میں نے مانگ لیا، یہی میرے لئے کافی وشافی ہے، مگر اللہ پاک فرمائیں کہ نہیں بھئی! اور مانگ، پھر وہ کچھ سوچے گا، اور پھر کچھ اور سمجھ میں آئے گا، پھر وہ مانگے گا، اور اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں گے۔

عطاء و بخشش کا حال

اس طرح بار بار اللہ تعالیٰ اس سے پوچھتے جائیں گے، اس کے بعد جب اس کی

سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو یاد دلائیں گے، کہ بھئی! تم نے فلاں چیز تو مانگی نہیں؟ وہ بھی تمہاری ضرورت کی ہے، وہ کہے گا کہ ہاں! پروردگار! یہ تو بڑی ضرورت کی چیز تھی، یہ اگر نہ ملتی، تو میں کہیں کا نہیں رہتا، لہذا یہ بھی دے دیجئے، اب اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلاتے جائیں گے، وہ سب پر ہاں! ہاں! کرتا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا یاد دلانا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہوگا، کتنا اللہ پاک اس کو یاد دلائیں، اور کتنا اس کو عطا فرمائیں گے! جو کچھ اس نے مانگا، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے یاد دلایا، اس نے مانگا، اور اللہ پاک نے عطا فرمایا، پھر اللہ پاک یہ فرمائیں گے جتنا تو نے مانگا، اور میں نے تجھ کو دیا، یہ بھی تجھ کو دیا، اور اس سے دس گنا زیادہ اور دیا، وہ اتنی بخشش فرمانے والے ہیں۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

بہر حال صحابہ کرامؓ کا اس حدیثِ بالا کو سن کر یہ عرض کرنا کہ اب ہم خوب کثرت سے دعا مانگیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے پر قادر ہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسے سورۂ اخلاص کے فضائل میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص دس مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھے گا، یعنی دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی عطا اور بخشش ہے کہ دس مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھنا نہایت ہی مختصر سا عمل ہے، نہایت ہی آسان ہے ہر شخص، ہر نماز کے بعد "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" دس مرتبہ با آسانی پڑھ سکتا ہے، اور چاہے

نماز سے پہلے پڑھ لے، یا نماز سے فارغ ہو کر پڑھ لے، اور چاہے بیٹھ کر پڑھ لے، اور چاہے چلتے چلتے پڑھ لے، کچھ مشکل نہیں ہے۔ لیکن ہر مرتبہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بن جائے گا۔

پھر اگر کوئی شخص روزانہ ہر نماز کے بعد دس دفعہ یہ سورت پڑھے گا، تو روزانہ پانچ محل ہو جائیں گے، بیس بیس مرتبہ پڑھے گا، تو دس محل بن جائیں گے، اور دس دس مرتبہ پڑھنا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، بیس بیس مرتبہ پڑھنا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، تو جب آپ نے یہ فضیلت ارشاد فرمائی، دس مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھنے پر جنت میں ایک محل بن جاتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! پھر ہم جنت میں بہت محل بنالیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر قادر ہیں، یعنی ہم سورۂ اخلاص پڑھ پڑھ کر تھک سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا نہ ختم ہونے والی ہے، ہم ختم ہونے والے ہیں، ہمارے عمل ختم ہونے والے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا ختم ہونے والی نہیں، اس کی کوئی حد و انتہاء ہی نہیں ہے، اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خوب دعا مانگنی چاہئے۔

جائز اور مباح دعا

اب اگلی حدیث پڑھ لیتے ہیں،

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مومن بندہ دعا کرتا ہے، جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، نہ قطع رحمی کی دعا ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں میں سے اس کو کوئی چیز

ضرور عطا ہوتی ہے، (اس سے معلوم ہوا کہ دعا مانگیں یا تو وہ دعا نیک کام سے متعلق ہو، یا کم از کم جائز اور مباح ہو، کسی گناہ کے کرنے کی دعا نہ کرے، کسی ناجائز کام کی دعا نہ کرے، اور ناجائز کاموں میں سے قطع رحمی اور قطع تعلقی بھی ہے، قطع تعلقی اور قطع رحمی کی بھی دعا نہ کرے، غرض یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے گناہ کی دعا نہ مانگے، یہ ناجائز ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں میں سے ایک چیز اس کو ضرور عطا ہوتی ہے:

نمبر ایک: اس نے جو چیز مانگی ہے، وہی چیز اس کو ہاتھ در ہاتھ عطا فرما دی جاتی ہے، یعنی اِدھر اس نے دعا کی، اور اُدھر وہ چیز مل گئی، ایسا بھی ہوتا ہے، تقریباً ہر ایک کے ساتھ ایسا ہوتا ہے، لیکن عام طور پر یہ اس وقت ہوتا ہے، جب دل سے دعا مانگتے ہیں، یعنی جب دل سے دعا مانگتے ہیں، تو عام طور اللہ پاک سے جو چیز مانگتے ہیں، اللہ پاک وہی عطا فرما دیتے ہیں۔

نمبر دو: دعا کے نتیجے میں اس پر آنے والی بلا اور مصیبت کو روک دیا جاتا ہے، یعنی اگر اس کی تقدیر میں کوئی مصیبت لکھی ہوئی ہے، کوئی حادثہ لکھا ہوا ہے، کوئی سانحہ ہونے والا ہے، کوئی آفت آنے والی ہے، کوئی پریشانی یا بیماری لگنے والی ہے، اور یہ دعا کسی اور چیز کی مانگ رہا ہے، تو اللہ پاک اس کے نتیجے میں وہ بلا اور مصیبت و پریشانی دور فرما دیتے ہیں۔

نمبر تین: اس دعا کو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے، اور پھر اس دعا کی بدولت آخرت میں اس کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

آخرت میں دعاؤں کا اجر

چنانچہ بعض روایات میں یہ ہے کہ جب بندہ آخرت میں پہنچے گا، تو وہاں وہ بہت ساری نعمتیں دیکھے گا، اور جنت کی نعمتیں، اس کو اپنے لئے بہت سی نظر آئیں گی، تو وہ یہ سوچے گا کہ میں نے اتنے نیک اعمال تو کئے نہیں تھے، پھر یہ نعمتیں کیسے مجھ کو مل گئیں؟ یہ نعمتیں میرے نیک اعمال کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں، اتنی زیادہ مجھ کو کیسے مل گئیں؟ تو اس کو بتایا جائے گا کہ یہ نعمتیں ان دعاؤں کے نتیجے میں ہیں، جو تم مانگا کرتے تھے، اور وہ بظاہر قبول ہوتی ہوئی معلوم نہیں ہوتی تھیں، تم خوب مانگتے تھے، خوب گڑگڑاتے تھے، خوب روتے تھے، اور جو کچھ مانگتے تھے، وہ دنیا میں ملتا نہیں تھا، تم جو دعا کرتے تھے، وہ کام ہوتا نہیں تھا، تم صبر کرتے تھے، ہم نے اپنی حکمت سے ان دعاؤں کو آخرت میں اپنی نعمتیں کو دینے کے لئے رکھ لیا تھا، یہ ان دعاؤں کے نتیجے میں تمہیں ملا ہے، تو حدیث میں ہے کہ وہ ان نعمتوں کو دیکھ کر تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں میری ایک دعا بھی قبول نہ ہوتی!۔

دنیا کی فانی نعمتیں

کیونکہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اصل نعمتیں آخرت کی نعمتیں ہیں، دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے، یہاں کی ساری نعمتیں عارضی اور فانی ہیں، یہ سب ختم ہی ہونے والی ہیں، بچپن سے اب تک کتنے کپڑے ہمارے بنے، اور ختم ہو گئے! کتنے کھانے ہم نے کھائے اور وہ ختم ہو گئے! اور کتنا پانی پیا، وہ ختم ہو گیا! کتنے مشروبات

پڑے، وہ ختم ہو گئے! کتنے ہی حالات آئے، اور گزر گئے، یہاں کی ہر چیز فانی ہے، اور وہاں کی ساری کی ساری نعمتیں باقی رہیں گی، اور دنیا کے مقابلے میں دنیا سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور افضل ہوں گی، جس کا ہم سو میں سے ایک فیصد کا بھی تصور نہیں کر سکتے۔

مانگنے کو خوب اختیار کریں

اس لئے ان نعمتوں کو دیکھ کر جو حقیقی نعمتیں ہوں گی، اور دائمی نعمتیں ہوں گی، اس دعا مانگنے والے کو حیرت ہوگی، اور قدر ہوگی، اور اتنی قدر ہوگی کہ وہ یہ آرزو کرنے لگے گا کہ کاش! میری دنیا میں ایک دعا بھی قبول نہ کی جاتی، ساری دعائیں آخرت کی ان نعمتوں کے لئے رکھ دی جاتیں، جب وہاں یہ آرزو کرے گا، تو بہتر ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہو جائے، اور دعا مانگنے کو خوب اختیار کرے، بڑی سے بڑی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے، چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے، مانگتا ہی رہے اور جتنا مانگ سکتا۔ پھر دعاؤں کی دو قسمیں ہیں: ایک دعا وہ ہے، جو بندے کی حاجت ہے، اور ضرورت ہے، اور بندہ اپنی اس حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، اور گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

قرآن وحدیث کی دعائیں

ایک وہ دعائیں ہیں، جو اللہ پاک نے قرآن کریم میں نازل فرمائی ہیں، اور وہ دعائیں ہیں، جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں وہ دعائیں بھی ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بہ

موقع ارشاد فرمائی ہیں، جیسے کھانا کھانے کے بعد کی دعا، پانی پینے کے بعد کی دعا، سفر میں جانے کے لئے دعائیں، کسی مسلمان سے ملنے کے وقت کی دعا، کسی کی تعزیت کے وقت دعائیں۔ یہ دعائیں بھی بڑی نافع اور بڑی کارآمد ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اتنا بڑا احسان فرمایا ہے کہ ازخود ہمارے لئے دعائیں مانگ دیں، ورنہ ہم تو مانگ بھی نہیں سکتے تھے۔

دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اور نیک لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی دعائیں مانگی ہیں کہ وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان جیسی کوئی اور دعا مانگ نہیں سکتا، جہاں ہم اپنی حاجت کے لئے دعا مانگیں گے، وہاں یہ دعائیں بھی مانگنے کا معمول بنائیں، جو دعائیں موقع بہ موقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منقول ہیں، ان کو یاد کرلیں، اور پھر جب موقع ہو، تو ان کو پڑھتے رہیں، گھر سے نکلنے کی دعا، مسجد میں جانے کی دعا، مسجد سے نکلنے کی دعا، بیت الخلاء میں جانے سے پہلے کی دعا، اور نکلنے کے بعد کی دعا، وضو سے پہلے کی دعا، اور وضو کے درمیان کی دعا، وضو کے بعد کی دعا، نمازوں کے بعد کی دعائیں وغیرہ یاد کرلیں، اور پھر ان کا معمول بنالیں، ان کی بھی بڑی برکتیں ہیں۔ ایک رسالہ مسنون دعائیں ہیں وہ لے لیں اس میں روزانہ کی خاص خاص دعائیں ہیں۔

مناجاتِ مقبول کا معمول بنائیں

ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعاؤں کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناجاتِ مقبول'' کے نام سے کتابی شکل میں جمع فرمادیا ہے، اور بھی بڑے بڑے علماء نے ان دعاؤں کے مجموعے تیار کئے ہیں، فی الحال ہمارے لئے سب

سے زیادہ آسان اور دستیاب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مناجاتِ مقبول'' ہے، ہمارے اکابر کے معمولات میں سے ہے، ہمارے اکابر کا عام معمول یہ ہے کہ وہ روزانہ قرآن شریف کی تلاوت سے فارغ ہوکر مناجاتِ مقبول کی ایک منزل پڑھتے ہیں لہٰذا جب آپ پڑھیں تو اس میں مانگنے کی نیت کرلیں۔

دعا میں درود شریف کی اہمیت

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں، پھر درود شریف پڑھیں، اس کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ''مناجاتِ مقبول'' کے شروع میں جو مقدمہ ہے، وہ بھی کافی ہے، جو ایک صفحہ کا ہے، چند سطریں ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھی ہے، اور دعا کی قبولیت میں سے ہے کہ دعا کے شروع میں درود شریف ہو، آخر میں بھی درود شریف ہو، تو دعا قبول ہوجاتی ہے، ورنہ دعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے، اور جب دعا کرنے والا اول وآخر درود شریف پڑھ لیتا ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ بیچ میں بھی ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لے، تو درود شریف ایسا عمل ہے جو ہر حال میں مقبول ہے، لہٰذا جس دعا کے اول وآخر درود شریف ہوگا، وہ دعا بھی ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے کریم ہیں، کریم الکرماء، اور رحیمُ الرحماء ہیں ان کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ اول وآخر کو، قبول فرمالیں اور بیچ کی دعا کو مقبول نہ فرماویں۔

آدھی منزل ہی پڑھ لیں

مناجاتِ مقبول کی روزانہ ایک منزل دعا اور مانگنے کی نیت سے پڑھ لیا کریں،

اگر زیادہ مشغولیت ہو، زیادہ مصروفیت ہو، تو روزانہ آدھی منزل بھی پڑھ سکتے ہیں، ایک منزل روزانہ پڑھیں گے، تو اس سے ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ہفتے میں ایک مرتبہ مناجاتِ مقبول مکمل ہو جائے گی، اور آدھی آدھی منزل پڑھیں گے، تو دو ہفتوں میں مکمل ہوگی، لیکن ان دعاؤں کی عجیب وغریب برکات ہیں، اور ایسی ایسی خیر کی باتیں، بھلائی کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک سے مانگی ہیں کہ ہمارا خیال وگمان بھی وہاں نہیں جا سکتا، اس طرح سے جب وہ بھی مانگیں گے تو نعمتیں بھی ملیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس طرح دنیا کی نعمتیں بھی ملیں گی، آخرت کی نعمتیں بھی ملیں گی، اس طرح سے دونوں قسم کی دعاؤں کا معمول ہونا چاہئے۔ بہر حال! صحابہ کرامؓ نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا: جب ایسی بات ہے، تو ہم خوب کثرت سے دعا کریں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا کرنے والے ہیں، حاصل یہ ہے کہ کوئی بھی دعا خالی نہیں جاتی، بلکہ ضرور کوئی نہ کوئی ثمرہ دعا کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے، جب دعا ایسی کارآمد چیز ہے، تو خوب مانگنے کا معمول بنانا چاہئے۔

گنہگار کی دعا قبول ہوتی ہے

عام طور پر بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑے خطا کار ہیں، بڑے سیاہ کار ہیں، ہم تو بڑے گنہگار ہیں، ہماری دعا کیسے قبول ہوگی؟ اس لئے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے لئے بھی دعا کرنا، تو بعض دفعہ لوگ صاف کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! ہم بڑے گنہگار آدمی ہیں، ہماری دعا کیا اور کیسی؟ یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے، ہر مسلمان کی

دعا قبول ہوتی ہے، چاہے وہ نیک ہو یا بد، دعا سب کی قبول ہوتی ہے، اس کی دعا گناہ سے متعلق نہ ہو، اور دعا کے آداب کے ساتھ ہو، توجہ اور دھیان کے ساتھ ہو، یقین اور وثوق کے ساتھ ہو، دعا تو کافر کی بھی قبول ہو جاتی ہے، اور کافروں کا سردار شیطان ہے، شیطان سے بڑا کوئی کافر نہیں، لیکن اس نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی، جب اس کی دعا قبول فرمالی، تو اب کون ہے، جو کہے کہ میری دعا کیسے قبول ہوگی؟ اس لئے دعا مانگنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں

اس کے بعد حضرت نے ایک اور حدیث بیان فرمائی ہے، جس کا عنوان ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے، یعنی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے، بڑی سے بڑی چیز بھی، اور چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی، اہم سے اہم چیز بھی، اور معمولی سے معمولی چیز بھی، بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھکاری بن جائے، فقیر بنا رہے، اور مانگنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے، اس لئے کہ مانگنا خود عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز ہے، اور ہر دعا مانگنے والے کو جبکہ وہ توجہ اور دھیان سے دعا مانگے، اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ نصیب ہوتی ہے۔

دعا کرنے والے پر خصوصی توجہ

خصوصی توجہ بہت بڑی دولت ہے، اور یہ بہت بڑی نعمت ہے، جو دعا کے نتیجے میں بندہ کو حاصل ہوتی ہے، اور ہر حال میں یہ تو حاصل ہو ہی جاتی ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم

مانگ رہے ہیں، اس کا ملنا ضروری نہیں، بلکہ یہ جو دعا مانگے گا، اور توجہ اور دھیان سے مانگے گا، تو اللہ تعالیٰ کی توجہ اس کو نصیب ہو جائے گی، یہ توجہ معمولی سے معمولی چیز مانگنے پر بھی حاصل ہوگی، اور اہم سے اہم چیز، اور بڑی سے بڑی چیز مانگنے پر بھی ملے گی، اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

تلاوت پر خاص توجہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے، اور قرآن شریف پڑھنے کی بہت بڑی فضیلت ہے، تو جیسے تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ بندہ کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح دعا بھی اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ بندہ پر ہوتی ہے، کوئی کام ہو یا نہ ہو، جو مانگ رہے ہیں، وہ ملے یا نہ ملے، یہ بہت بڑی دولت مل گئی، یہ بہت بڑی نعمت ہے، جب یہ نعمت ہے، تو پھر دعا زیادہ سے زیادہ مانگنی چاہئے۔

معمولی چیزیں بھی مانگو

اب وہ روایت سنئے! حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگنی چاہئیں، اور حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو، مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے یہ خیال نہ کرے کہ یہ ایسی حقیر چیز ہے، میں اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ذات سے کس طرح مانگوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی سے بڑی چیز بھی

چھوٹی ہے، کسی چیز کا چھوٹا بڑا، حقیر اور اہم ہونا یہ ہمارے لحاظ سے ہے کہ ہم کسی چیز کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں، جیسے تھوڑا سا نمک، تھوڑی سی چینی، ذرا سا کپڑا، جوتے کا تسمہ، اگر ان چیزوں کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

وہ نہ چاہیں، تو کچھ نہیں ملے گا

پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگو، پھر اس کو حاصل کرنے کے جو جائز اسباب ہیں، انھیں اختیار کرو، کیونکہ اگر اللہ پاک نہ چاہیں، تو وقت پر نمک بھی نہیں ملتا، پانی کا ایک گلاس بھی نہیں ملتا، کھانے کا ایک لقمہ بھی نہیں ملتا، معمولی سا کپڑا بھی دستیاب نہیں ہوتا، آدمی پریشان ہو کر رہ جاتا ہے، اور وہ عطا فرمانا چاہیں، تو بڑی بڑی چیزیں وافر مقدار میں عطا فرمادیں۔

دنیا کی اصل حقیقت

چیزوں کا بڑا ہونا یا چھوٹا ہونا، اہم ہونا یا معمولی ہونا، یہ ہمارے لحاظ سے ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ساری چیزیں معمولی ہیں، یہاں تک کہ ساری دنیا کی بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مکھی کے پر کے برابر حیثیت نہیں ہے، چنانچہ دنیا میں کتنی دولت ہے؟ کتنا سونا ہے؟ کتنی چاندی ہے؟ کتنا پلاٹینیم ہے؟ کتنے باغات ہیں؟ کتنے املاک ہیں؟ لیکن وہ ساری چیزیں اور ساری دنیا، سب ملا کر اللہ تعالیٰ کے یہاں مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ دنیا میں کافروں کو خوب عطا فرماتے ہیں، اور نافرمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہوا ہے، اپنے فرمانبردار بندوں کو بھی عطا فرماتے ہیں۔

کفّار زیادہ عیش میں کیوں ہیں؟

عام طور پر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگ زیادہ عیش میں ہیں، زیادہ آرام وراحت میں ہیں، ان کے پاس مال ودولت زیادہ ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مال ودولت کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا دے رکھا ہے، لیکن آخرت میں ان کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ آخرت اور اس کی نعمتیں بڑی قیمتی ہیں، دنیا کی ساری نعمتیں مل کر بھی آخرت کی ایک نعمت کے برابر نہیں ہوسکتیں، اس لئے کسی کافر کو آخرت کی نعمتیں نہ ملیں گی، اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس کا حصہ دنیا میں ہے، جو کچھ یہاں اچھا کریں گے، دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے گا، آخرت میں وہاں کی نعمتیں نہیں ملیں گی۔

آسانی کے لئے دعا

اس لئے اس حدیث میں ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ جو چیز ہماری نظر میں اہم ہو، وہ بھی، اور جو معمولی ہو، وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اور مانگنے کی عادت ڈالیں، چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ! اس کو آپ میرے لئے آسان فرمادیجئے، اس بارے میں حدیث میں کیسی پیاری دعا آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ لاَ سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلاً وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلاً اِذَا شِئْتَ

ترجمہ

یا اللہ! آسان بھی آسان نہیں، جب تک آپ اس کو آسان نہ کریں، اور یا اللہ!

آپ ہی غم اور فکر کو آسان اور دور فرما سکتے ہیں، جب آ چاہیں۔

غرضکہ چھوٹے سے چھوٹا غم، چھوٹی سے چھوٹی مصیبت، چھوٹی سے چھوٹی حاجت اور ضرورت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اور مانگتے ہی رہیں، ایسے ہی ہر اہم اور بڑی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اور مانگتے ہی رہیں، دنیا کی نعمتیں بھی مانگیں، آخرت کی نعمتیں بھی مانگیں۔

عافیت ایک جامع دعا ہے

اور مانگنے کی چیزوں میں ایک نعمت سب سے بڑی ہے، اور سب سے آسان بھی ہے، اس کو خوب مانگیں، اور وہ ہے "عافیت کی دعا"، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں، محشر کی بھی عافیت مانگیں، اور آخرت کی بھی عافیت مانگیں، اس کا خوب معمول بنالیں، ہر نماز کے وقت مانگیں، اور مانگتے ہی رہیں، کیونکہ جس کو عافیت مل گئی، اس کو دنیا و آخرت کی ہر خیر مل گئی، اور جس کو عافیت نہ ملی، اس کو کچھ نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے، اپنے کرم سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں عافیت نصیب فرمائیں، اور کثرت سے دعا مانگنے کے معمول کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

صحبت کے اثرات

(۱۷)

شرح مقدمہ درس حیات المسلمین

بیان نمبر (۵۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۱ اپریل ۲۰۱۱ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمِنُ به ونتوكّل عليه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا مَن يّهدهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن يُضللهٗ فلا هَادِىَ لَهٗ وأشهد أن لّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدَهٗ لاشريک لهٗ وأشهد أنّ سيّدنا ونَبِيّنَا ومولانَا محمداً عبدُهٗ ورسولهٗ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وعلىٰ آلهٖ و أَصحَابِهٖ و بارک و سلَّمَ تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرّحيم

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا اتَّـقُـوا اللّٰـهَ وَكُوْنُـوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (التوبہ: آیت نمبر ۱۱۹)

صدق اللّٰه العظيم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی ساتویں روح ہے ''نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا''، اس روح میں حکیمُ الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نیک لوگوں کے پاس

بیٹھنے کے فائدے اور نیک لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، اور نیک صحبت کے فضائل اور اس کی عظمت کو بیان فرمایا ہے، اور قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں ان باتوں کو ثابت فرمایا ہے، اور نیک صحبت اختیار کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بلاشبہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا نہایت ضروری اور نہایت مفید ہے۔

عمل کے لئے صحبت کی اہمیت

اس کے بغیر عام طور پر علم پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح علم، اہلِ علم کی صحبت سے آتا ہے، جس کو عام طور پر طلباء مدارس میں اختیار کرتے ہیں، روزانہ پانچ سے چھ گھنٹے اپنے اساتذہ کرام کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، پڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس صحبت کی برکت سے انہیں عالم اور فاضل بنا دیتے ہیں، تخصص میں بھی اہلِ علم کی صحبت اختیار کرتے ہیں، اسی طرح قضاء کے کورس میں شریک ہونے والے قاضی، حدیث کا تخصص کرنے والے حدیث میں خصوصیت، اور افتاء کا کورس کرنے والے افتاء میں خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں، اگر علماء کی صحبت میں نہ بیٹھتے، اپنے گھر میں رہتے، تو کبھی بھی عالم فاضل نہ بنتے، کبھی بھی مفتی اور محدث نہ بنتے، قاضی نہ بنتے، علماءِ کرام کی صحبت اختیار کی۔ تو جس مقصد کے لئے صحبت اختیار کی، اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عام طور پر کامیابی ہو جاتی ہے، اسی طرح عمل حاصل کرنے کے لئے اہلِ عمل کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے، اللہ والوں کی صحبت میں رہنا ضروری

ہے، آج کل اس کی بے حد کمی ہے، یعنی علم حاصل کرنے کے لئے علماء کی صحبت اختیار کرنے کا تو عام معمول ہے، اور مدارس اس کا بہترین نمونہ ہیں۔

مدارس میں عمل سیکھنے کی کمی

لیکن وہ علم جس کا مقصودِ اصلی عمل ہے، وہ علمِ دین جس کا مقصودِ اصلی اتباعِ شریعت ہے، علمِ شریعت اس کا ذریعہ ہے، اس کو اختیار کرنے کی طرف رجحان بہت ہی کم ہے، ہمارے اَسلاف کے زمانے میں ان مدارس میں دونوں باتیں جمع تھیں، ایک طرف اساتذۂ کرام سے علم حاصل کیا جاتا تھا، دوسری طرف ان سے عمل سیکھا جاتا تھا، لیکن بقول ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اب کچھ عرصے سے ہمارے مدرسے بانجھ ہوگئے کہ اب علم سیکھنے سکھانے کا کچھ ماحول ہے، لیکن اس علم کو عمل میں لانے کی طرف توجہ نہ رہی، اس کی طرف دھیان نہ رہا، اور بڑے بڑے مدرسے اس سے خالی ہیں، کسی کسی مدرسے میں ایسی مجلسیں ہیں، ایسی محفلیں ہیں، اور ایسا سلسلہ ہے کہ وہاں طلبہ علم بھی حاصل کرتے ہیں، اور عمل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں، اور اپنے اکابر سے، اپنے بزرگوں سے، اپنے اساتذہ سے عمل سیکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، اور اس کی طرف ان کی کچھ توجہ ہے، لیکن ایسے مدرسے بہت کم ہیں، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

علم اور عمل کا حاصل

حالانکہ علمی طور پر سب جانتے ہیں کہ علم کا مقصد عمل ہے، حضرت عبد اللہ بن

مسعودؓ کا ارشاد ہے: لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَاتِ اِنَّمَا الْعِلْمُ الْخَشْيَةُ ، بہت ساری حدیثیں از بر کر لینے کا نام علم نہیں ہے، علم تو خشیتِ الٰہی کا نام ہے، اور خشیت پیدا ہوتی ہے عمل سے، اور اہل اللہ کی صحبت سے، خدا ترس علماء کی خدمت میں رہنے سے، اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے سے۔ اس لئے اس طرف ہم سب کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، جس طرح بغیر صحبت کے علم نہیں آ سکتا، اسی طرح بغیر صحبت کے عمل بھی نہیں آ سکتا، جبکہ قرآن و حدیث تقویٰ کی اہمیت سے بھرا ہوا ہے، اور تقوی کے اتنے فضائل ہیں، اور اتنے فوائد ہیں کہ بیان سے باہر ہیں، وہ تقویٰ بھی کتابوں سے نہیں آ تا، اہلِ تقویٰ کی صحبت سے آتا ہے، اور اسی صحبت کو اختیار کرنے کی طرف اللہ پاک نے متوجہ فرمایا ہے، ابھی جو میں نے آیت تلاوت کی تھی، اس میں اسی کا ذکر ہے کہ:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○

(التوبہ: آیت نمبر ۱۱۹)

ترجمہ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ (آسان ترجمۂ قرآن بتصرف)

یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ، جو دین پر صحیح صحیح عمل کرنے والے ہیں، ان کے ہمراہ رہو، تو تمہارے اندر بھی تقویٰ آ جائے گا۔

کتاب اللہ اور رجال اللہ

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے صرف چار بڑی کتابیں نازل فرمائی ہیں، توریت، زبور، انجیل اور قرآنِ کریم، اور سترہ یا انیس یا اکیس صحیفے نازل فرمائے ہیں، صحیفہ کہتے ہیں چھوٹی کتاب کو، جس کو ہم کتابچہ کہتے ہیں، پوری دنیا کی تاریخ میں آسمان سے صرف چار کتابیں، اور اکیس صحیفے نازل ہوئے ہیں، ان چار کتابوں اور اکیس صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، جن کو شریعت کہتے ہیں، اور کچھ واقعات بھی ہیں، اور ان کتابوں کی تعلیمات پر عمل سکھانے کے لئے اللہ پاک نے پیغمبر ایک لاکھ چوبیس ہزار مبعوث فرمائے ہیں، اس طرح اللہ پاک نے دنیا میں دو سلسلے نازل فرمائے ہیں: ایک کتاب اللہ، اور ایک رجال اللہ۔ کتابیں گنی جا چکی ہیں، اور رجال اللہ، یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، پھر ان کے جانشین علماء، صلحاء، اولیاء اللہ ہیں۔

نیک صحبت کا عظیم انتظام

اس طرح اللہ پاک نے علم کم اتارا اور صحبت والے حضرات زیادہ بھیجے، اس سے معلوم ہوا علم کی اتنی ضرورت نہیں ہے، جتنی صحبت کی ضرورت ہے، اس سے بھی صحبت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اور اس کی عظمت معلوم ہوتی ہے، کہ علم سے زیادہ صحبت کی ضرورت ہے، یعنی صحبت اختیار کرنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور باقی ان کے جانشین بھیجے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی تقریباً ایک لاکھ چوبیس

ہزار ہیں، اس کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، اولیائے امت بے حد و بے شمار ہیں۔ اللہ پاک نے صحبت کا اتنا عظیم انتظام فرمایا ہے۔ نیک مجلس اختیار کرنے کا انتظام زیادہ فرمایا ہے، اس کی طرف زیادہ متوجہ فرمایا ہے، جس سے ہم سب کے ذہن میں یہ بات آجانی چاہئے کہ نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔

نیک صحبت کے بغیر عمل نہیں آتا

کیونکہ علم سے مقصودِ اصلی عمل ہے، علم اس کا ذریعہ ہے، جس کسی کو بھی کچھ توفیقِ عمل ہوئی ہے، وہ کسی نہ کسی اللہ والے کی صحبت سے ہوئی ہے، ویسے اللہ پاک قادر ہیں، جس کو چاہیں، جتنا چاہیں، عمل کی توفیق عطا فرمادیں، لیکن اللہ پاک کا یہ معمول ہے، اور اللہ جلّ شانہ کا یہ دستور ہے کہ اگر کوئی با عمل بننا چاہتا ہے، کوئی نیک بننا چاہتا ہے، کوئی اللہ والا بننا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو وہ کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے۔

پاس بیٹھنے کے اثرات

نیک مجلس میں، نیک صحبت میں اللہ پاک نے نیک ہونے کا اثر رکھا ہے، بری صحبت میں برا اثر رکھا ہے، برا آدمی نیک صحبت میں بیٹھے گا، نیک ہونا شروع ہو جائے گا، نیک آدمی بری صحبت میں بیٹھنے لگے گا، تو برا ہونا شروع ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے انسان میں کچھ ایسی خاصیت رکھی ہے کہ یہ جس کے پاس بیٹھتا ہے، اسی کا اثر لیتا ہے، دوسرا کچھ کہے، یا نہ کہے، بولے، یا نہ بولے، پاس بیٹھنے کے بعد یہ اثر لینا شروع کر دیتا

ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چقماق، چقماق میں لوہے کو کھینچنے کی صلاحیت ہوتی ہے، جب کوئی لوہا اس کے پاس ہوگا، چھوٹا ہو یا بڑا، باریک ہو، یا پتلا، تو وہ لوہے کو اپنی طرف کھینچے گا، یا خود ہی کھنچ جائے گا، تو جیسے چقماق میں یہ اثر ہے کہ وہ لوہے کو کھینچتا ہے، ایسے ہی اللہ پاک نے انسان کی طبیعت میں ایسا اثر رکھا ہے کہ یہ جہاں بیٹھتا ہے، اس کو اثر اپنی طرف کھینچتا ہے۔

آدمی برا کیوں ہوتا ہے؟

آدمی ارادہ کرے، نہ کرے، اس کو پتہ ہو، یا نہ ہو، اس میں اثر ضرور آتا ہے، آپ بری صحبت میں بیٹھیں گے، تو برے اثرات اندر آئیں گے، عام طور پر جتنے برے لوگ ہوتے ہیں، وہ بری صحبت کی وجہ سے برے ہوتے ہیں، اور عام طور پر جتنے اچھے لوگ ہوتے ہیں، وہ اچھی صحبت کی وجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔

سو برس کی عبادت سے بہتر

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مواعظ میں اکثر نیک لوگوں کی صحبت کی اہمیت کے سلسلے میں یہ شعر بہت پیارا ہے ؂

یک زمانہ صحبتِ باولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی دیر کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرنا، سو سال کی بغیر ریا کی عبادت سے بہتر ہے۔

یعنی ایک آدمی تھوڑی دیر کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے، اور دوسرا سو برس تک اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، تب بھی وہ تھوڑی دیر اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا بہتر ہے، کسی نے کہا کہ اس میں بڑا مبالغہ ہے کہ ایک گھنٹہ کسی کی صحبت میں بیٹھنا، بہتر ہے سو سال تک بغیر ریا کاری کے اخلاص سے عبادت کرنے سے، اس کا تو کوئی جوڑ ہی نہیں، انہوں نے کہا: نہیں، اس میں کوئی مبالغہ نہیں؛ بلکہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ تھوڑی دیر کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا ایک ہزار سال کی بے ریا عبادت سے بھی بہتر ہے، تب بھی مبالغہ نہیں ہے۔ پھر اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ جو آدمی سو سال تک عبادت میں لگا ہوا ہے، اس کے بارے میں ہر وقت خطرہ ہے کہ کسی وقت بھی وہ بہک جائے، بھٹک جائے، نفس و شیطان کے چکر میں آ کر وہ پٹڑی سے اتر جائے، اور راہِ حق سے بھٹک جائے، لہٰذا وہ ہر وقت خطرہ میں ہے، اور جو اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے والا ہے، وہ بہکنے سے، بھٹکنے سے محفوظ ہے، نیز بعض مرتبہ کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے سے دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایسا دروازہ کھل جاتا ہے، جو سو سال کی عبادت سے بھی نصیب نہیں ہوتا، جو ہزار سال کی عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا، وہ آنِ واحد میں وہاں ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات سچ ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ تھوڑی دیر کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

ایمان کی سلامتی کا ذریعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں کہ ایمان کا بچانا فرض

ہے، کیونکہ ایمان فرض ہے، اللہ تعالیٰ پر، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر، اور آخرت پر ایمان لانا فرض ہے، تو اس کی حفاظت بھی فرض ہے، اور حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی حفاظت اللہ والوں کی صحبت کے بغیر نہیں ہو سکتی، لہٰذا صحبتِ اہل اللہ بھی فرض ہے، اللہ والوں کی صحبت میں رہنا بھی فرض ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کو فرضِ عین فرماتے ہیں؛ کیونکہ ایمان فرضِ عین ہے، تو اس کی حفاظت بھی فرضِ عین ہے، اور جس کے ذریعے یہ حفاظت ہوگی، وہ بھی فرضِ عین ہوگا، اور وہ نیک صحبت ہے اور اللہ والوں کی صحبت اور ہم نشینی ہے۔

شیخ سلیمان دارنیؒ کی اصلاح کا واقعہ

ایک بزرگ ہیں حضرت شیخ سلیمان دارنیؒ، جو اولیاء اللہ کے سردار کہلاتے ہیں، ان کی شروع کی زندگی دین سے بہت دور تھی، اور بہت آزادانہ انداز کی تھی، وہ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کسی بزرگ کا وعظ سنا، تو میرے دل پر بڑا اثر ہوا، لیکن جب میں وعظ کی مجلس سے اٹھ کر چلا، تو سب اثر ختم ہو گیا، لیکن مجھے سننے کا شوق ہو گیا، کہتے ہیں میں پھر دوبارہ ان کی صحبت میں گیا، اور ان کا وعظ سنا، کہتے ہیں کہ اب اتنا اثر ہوا کہ مجلس میں بھی اثر ہوا، اور مجلس سے جانے کے بعد بھی اثر ہوا، راستے میں بھی اثر رہا، گھر جا کر اثر ختم ہو گیا، لیکن مجلس میں جانے کا اشتیاق باقی رہا، کہتے ہیں کہ تیسری مرتبہ میں پھر ان کا بیان سننے گیا، پھر میں نے ان کا وعظ سنا، تو اتنا اثر ہوا کہ مجلس میں بھی اثر ہوا، مجلس سے اٹھنے کے بعد بھی اثر رہا، گھر جا کر بھی اثر رہا، اور اس اثر کے

نتیجے میں، میں نے سارے گناہوں سے توبہ کرلی، ناچ گانے کے سارے آلات توڑ دیئے، شراب کی بوتلیں توڑ دیں، سچ مچ سچی توبہ کرکے اللہ والوں کے راستے پہ چل پڑا،...اور پھر ایسے چلے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولیاء اللہ کا سردار بنادیا۔

صحبت کا حیرت ناک اثر

دیکھا آپ نے صحبت کا اثر! جن کی زندگی دین سے بالکل دور تھی، جو دین سے بالکل آزاد تھے، شرابی کبابی تھے، ناچ گانا ہوتا تھا، دین سے کوئی تعلق نہ تھا، نماز سے کوئی جوڑ نہ تھا، دین کی طرف کوئی رجحان نہیں تھا، صرف مسلمان تھے، لیکن پہلی مرتبہ صحبت میں بیٹھے، تو کچھ اثر ہوا، دوبارہ بیٹھے، تو اور اثر ہوا، تیسری مرتبہ بیٹھے، تو زیادہ اثر ہوا، یہاں تک کہ توبہ کی توفیق ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی صحبت کی برکت سے ان کی اصلاح ہوئی۔

صحبت کی زیادہ ضرورت

دیکھو! یہ ہے صحبت کا اثر، اور ایسا اثر کہ توبہ بھی کرلی، اور سارے گناہ بھی چھوڑ دیئے، اور پھر احکامِ شرع پر حسبِ موقع عمل شروع کردیا، اور آدمی شریعت کے مطابق جیسے جیسے چلتا ہے، اس کی اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا نصیب ہوتی ہے، اس طرح آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے۔

نیک صحبت میں اللہ پاک نے بہت اثر رکھا ہے، اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں روح ''نیک صحبت'' میں بیٹھنے کے بارے میں قائم فرمائی ہے، یہ بہت اہم اور بہت ضروری ہے، اور اس کو جتنا بھی اختیار کیا جائے، کم ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کے غیر مسلم معالج کا واقعہ

حضرت گنگوہیؒ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ حضرتؒ بہت بیمار ہوئے، اور ہر قسم کا علاج کیا، لیکن فائدہ نہ ہوا، تو مریدین اور متعلقین نے عرض کیا کہ ایک جوگی ہے، ایک ہندو ہے، وہ علاج کرتا ہے، اور اس کے علاج سے ہر قسم کی بیماری میں فائدہ ہوتا ہے، اس کو سلبِ امراض کا ملکہ حاصل ہے، یعنی اس کا طریقۂ علاج یہ ہے کہ مریض پر توجہ دیتا ہے، اور اس میں جو بیماری ہوتی ہے، اس کو کھینچ لیتا ہے، اور بیمار صحت مند ہو جاتا ہے، تو حضرت ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا اس سے علاج کروا دیں، فرمایا غیر مسلم ہے، میرا علاج کرانے کو جی نہیں چاہتا، اس سے علاج کرواتے ہوئے مجھے غیرت آتی ہے، متعلقین خاموش ہو گئے۔

حضرتؒ پر پھر اُس بیماری کا دورہ پڑا، اور حضرت بے ہوش ہو گئے، جب انہوں نے دیکھا کہ تکلیف بہت زیادہ سخت ہے، تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ چلو! اس جوگی سے علاج کروا ہی لیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے جوگی کو بلایا، جوگی نے آ کر حضرتؒ پر توجہ دی، تو تھوڑی دیر میں حضرتؒ کو ہوش آ گیا، اور بیٹھ گئے، اور کوئی تکلیف باقی نہ رہی، حضرتؒ نے فرمایا کہ بھئی! کیا ہوا؟ تم نے کیا کروایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ

حضرت! آپ کی تکلیف دیکھ کر ہم سے رہا نہیں گیا، بوجہ مجبوری ہم نے اس جوگی سے آپ کا علاج کروایا، فرمایا کہ مجھے اس سے ملواؤ کون ہے؟

معالج مسلمان کیسے ہوا؟

انہوں نے ملوایا کہ یہ صاحب ہیں، حضرت نے اس سے پوچھا بھئی! تم کو یہ ملکہ کیسے حاصل ہوا؟ تم کو یہ بیماری نکالنے کا طریقہ کیسے حاصل ہوا؟ اس نے کہا: میرے گرو نے کہا تھا کہ نفس کی مخالفت کرو، نفس کی مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ جو نفس کہے، اس کے خلاف کرو، تو تجھ کو یہ ملکہ حاصل ہو جائے گا، جب سے میرے گرو نے یہ گُر بتایا ہے، میں اس پر عمل پیرا ہوں، گرمی میں ٹھنڈے پانی کو جی چاہتا ہے، تو گرم پانی پیتا ہوں، سائے میں بیٹھنے کو جی چاہتا ہے، تو دھوپ میں بیٹھتا ہوں، دھوپ میں بیٹھنے کو جی چاہتا ہے، تو سائے میں بیٹھتا ہوں، جو میرا نفس کہتا ہے، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں، یہ مخالفت کرتے کرتے مجھ کو یہ ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ سلبِ امراض با آسانی کر لیتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ تیرا مسلمان ہونے کو جی چاہتا ہے، اس نے کہا کہ نہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ تُو مسلمان ہو جا، ورنہ تیرا یہ ملکہ جاتا رہے گا، کیونکہ یہ بھی نفس کی مخالفت میں ضروری ہے، تیرا دل نہیں چاہتا مسلمان ہونے کو، اب اگر تو مسلمان نہیں ہوگا، یہ ہنر چلا جائے گا، مسلمان ہو جائے گا، تو نفس کی مخالفت ہو جائے گی، اور سلبِ امراض کا ملکہ باقی رہے گا، وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔

حضرت کی صحبت کا اثر دیکھو کہ ساری زندگی جوگی بن کر رہنے والا بھی ذرا سی دیر

میں مسلمان ہوگیا، اس نے حضرت کا جسمانی علاج کیا، حضرت نے اس کا روحانی علاج کردیا، تو بھئی! اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کے ایسے ایسے فائدے ہیں، یہ جب ہی ہوں گے جب ان کے پاس بیٹھیں گے، ورنہ فائدہ نہیں ہوگا۔

حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

ایک اور قصہ یاد آگیا، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا؟ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبِ مثنوی، ان کے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ تبریز میں رہتے تھے، اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ قونیہ میں مقیم تھے، دونوں الگ الگ شہر ہیں، حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! آپ نے میرے دل میں جو اپنے عشق ومحبت کی شمع روشن فرمائی ہے، اور آپ نے جو مجھ کو باطنی علوم عطا فرمائے ہیں، اب میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، اور میری زبان میں وہ صلاحیت نہیں ہے کہ میں ان کو لوگوں کے سامنے بیان کروں، اور دوسروں تک پہنچاؤں۔

آپ مجھے کوئی زبان عطا فرمادیجئے کہ میں اپنے علوم اس کے سینے میں منتقل کروں، اور پھر وہ اپنی زبان سے لوگوں میں ان کو پھیلائے، اور یہ امانت جو آپ نے میرے سپرد فرمائی ہے، وہ دوسروں تک پہنچ جائے، تو اللہ جلّ شانہ نے حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول فرمالی، اور ان کو الہام فرمایا کہ قونیہ میں جاؤ، اور وہاں مولانا جلال الدین رومی ہیں، ان سے ملو، اور یہ امانت ان کے حوالے کرو، اور

یہ دولت ان کے سپرد کرو، وہ تمہارے لئے زبان بنیں گے، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ، اور تمہارے علوم کو اور جو تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اس کو دوسروں پر آشکارا کریں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

اب یہ قونیہ میں آئے، اور نام پوچھتے پوچھتے ان کے پاس پہنچے، تو وہ طلباء کو سبق پڑھا رہے تھے، یہ بھی بیٹھ گئے، مولانا کا سبق بھی سنا، اور آدمی جب قریب رہتا ہے، تو ظاہر ہے کہ میل ملاقات ہو جاتی ہے اور شناسائی ہو جاتی ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، فاضل تھے، دوردور سے لوگ ان کے پاس پڑھنے کے لئے آتے تھے، جب نکلتے تھے، تو باقاعدہ ایک سواری کی شکل میں نکلتے تھے، اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، بادشاہ کے نواسے تھے، دین کے اعتبار سے، اور دنیا کے اعتبار سے بہت مالدار تھے، مکان بھی ماشاء اللّٰہ بڑا عالی شان تھا، اور ان کا کتب خانہ بھی اپنی مثال آپ تھا، خدّام کے ساتھ ساتھ طلبہ بھی ہر وقت ساتھ رہتے تھے، اور ان کے مکان کے باہر ایک چبوترہ تھا، وہاں آکر مولانا بیٹھا کرتے تھے، عام لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔

حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں بیٹھتے تھے، وہاں بھی ان سے ملتے رہتے تھے، اس طرح سے ایک دوسرے سے شناسائی ہوگئی، جان پہچان ہوگئی، بے تکلفی ہوگئی۔

آپ یہ علم نہیں جانتے!

ایک دن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اپنے گھر پر دعوت کی کہ حضرت! آج ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے، مولانا مکان پر تشریف لے گئے، خادم نے اندر بلایا، جس کمرے میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری تھی، اور وہ مطالعہ کیا کرتے تھے، وہاں انہوں نے پہنچادیا، وہاں حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف بیٹھ گئے، اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مطالعے میں منہمک تھے، مطالعہ کی چاشنی ایسی ہوتی ہے کہ اس میں آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے، مولانا رومیؒ مطالعہ میں ایسے مشغول ہوئے کہ یاد ہی نہ رہا کہ مہمان آئے ہوئے ہیں، انہیں کھانا بھی کھلانا ہے، تو حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ہوشیار کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ کیا پڑھ رہے ہو؟ کس چیز کا مطالعہ کر رہے ہو؟ جو اس قدر منہمک ہو، اور اتنے مستغرق ہو، مولانا نے فرمایا کہ ایں علم است کہ تو نمی دانی، یہ ایسا علم ہے، جو آپ نہیں جانتے، میں آپ کو کیا بتاؤں؟ یہ میری لائبریری کا ایک بہت ہی نادر مخطوطہ ہے، اور اس کے مطالعے کا مجھے آج ہی موقع ملا ہے، اس میں بہت ہی عجیب عجیب باتیں ہیں، جس کی وجہ سے میں اس میں مشغول ہو گیا کہ آپ کی طرف توجہ نہ دے سکا۔

نادر مخطوطہ غائب

اس کے بعد درمیان میں مولانا رومیؒ کو کوئی کام یاد آ گیا، کوئی بات یاد آئی، کتاب رکھ کر وہاں سے نکلے، اور باہر تشریف لے گئے، اور حضرت اندر بیٹھے ہوئے ہیں، جیسے

ہی مولانا رومیؒ اٹھ کر باہر گئے، حضرت بھی اپنی جگہ سے اٹھے، اور وہ مخطوطہ ان کی میز پر سے اٹھایا، صحن کے بیچوں بیچ پانی سے بھرا ہوا ایک تالاب تھا، اس میں جا کر وہ نسخہ ڈال دیا، تھوڑی دیر میں مولانا رومیؒ واپس آئے، دیکھا کہ میز پر کتاب موجود نہیں ہے، نسخہ غائب ہے، جو آدمی زیادہ مصروف ہوتا ہے، اس کو یاد نہیں رہتا کہ کتاب کہاں ہے؟ کہاں نہیں ہے؟ وہ سمجھے ہوسکتا ہے میں ساتھ ہی لے گیا ہوں، لہٰذا جب کتاب وہاں نہیں دیکھی، تو جہاں گئے، وہاں جا کر دیکھا، وہاں بھی نہ ملی، تو پھر کہیں اور خیال گیا، وہاں گئے، پھر آ کر الماری کھول کر دیکھی، اب پریشان ہیں کہ وہ کتاب کہاں چلی گئی؟ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ یہ صورتحال دیکھ رہے ہیں۔

حضرت شمس تبریزؒ کی کرامت

جب خوب پریشان ہوگئے، تو حضرت شمس تبریزؒ نے پوچھا کہ بھئی! کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہو؟ کہا حضرت! میں یہاں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، ایک نسخہ کا مطالعہ کر رہا تھا، وہ نسخہ میری لائبریری کا نایاب نسخہ تھا، اس کا دوسرا نسخہ دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے، ابھی وہ یہیں تھا، اب پتہ نہیں کہاں چلا گیا؟ فرمایا کہ وہ تو پانی کے حوض میں ہے، کہا کہ ارے حضرت! یہ کیا کر دیا؟ وہ کچی روشنائی سے لکھا ہوا تھا، وہ سب دھل کر برابر ہوگیا ہوگا، کیا آپ نے ڈالا ہے؟ کہا کہ ہاں بھئی! میں نے ڈالا ہے، کہا کہ ارے حضرت! یہ آپ نے کیا غضب کر دیا، اب وہ بھاگے بھاگے حوض کے پاس گئے، حضرت بھی گئے، واقعی حوض کی تہہ میں وہ نسخہ رکھا ہوا تھا، اور پانی میں

ڈوبا ہوا تھا، تو حضرت شمس الدین تبریزیؒ نے اپنا ہاتھ نیچے بڑھایا، ...محلات کے جو حوض ہوتے ہیں، وہ زیادہ گہرے نہیں ہوتے، خوبصورتی کے لئے ہوتے ہیں، اور ماحول کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں، ...تو حضرت نے وہ نسخہ نکالا، تو اس پر ویسے ہی خاک موجود تھی، جیسی میز پر رکھے ہونے کی حالت میں موجود تھی۔

یہ وہ راز ہے، جو تم نہیں جانتے!

اس کو ذراسا ہاتھ مارا، اور کہا کہ لو بھئی! یہ تمہارا نسخہ، تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اور حضرت نے فرمایا: ایں سرّ است کہ تو نمی دانی، کہ یہ وہ راز ہے، جو تم نہیں جانتے، ان کے جواب کا بدلہ دے دیا، **سبحان اللہ**! آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ ہکّابکّا رہ گئے، کہ بھئی! یہ بھی واقعی کوئی علم ہے؟ ہمیں کتابوں سے تو اس کا کچھ پتہ نہ چلا، اور ہمیں اس کی ہوا ہی نہیں لگی، فوراً قدموں میں گر گئے، اور معافی چاہی کہ حضرت! میں نے آپ کی بہت گستاخی کی، آپ کو بہت تکلیف دی، اس کے بعد شاندار دعوت کھلائی، اور پھر حضرت کے مرید ہو گئے، اور پھر کیا ہوا وہ ٹھاٹ باٹھ رخصت ہوا، اور اب وہ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے ان کا بوریا بستر کندھے پر رکھ کر چلتے، اس کے نتیجے میں اللہ پاک نے حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں جو عشق ومحبت کی شمع روشن تھی، وہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں منتقل فرمادی، اور اللہ تعالیٰ نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے علوم کی زبان بنادیا۔

پیغمبرانہ علوم کا مشاہدہ

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے تقریباً ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار جاری ہوئے، جس سے مثنوی شریف مرتب ہوئی، اور مثنوی شریف کا خلاصہ صرف اللہ تعالیٰ کا عشق اور حق تعالیٰ کی محبت ہے، یہ اس کا خلاصہ ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہے

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید او ستا

کہ تم اپنے دل پیغمبرانہ علوم کا مشاہدہ کروگے، بغیر کسی مددگار کے، اور بغیر کسی تکرار کرانے والے کے، اور بغیر کسی استاذ کے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اب اسکا اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہوگیا، جب اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہو جائیگا، تو براہِ راست وہاں سے علوم کا فیضان ہوگا، اور وہاں سے علوم القاء ہوں گے۔

دیکھو! نیک صحبت کا یہ اثر ہے! اسی کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اسی کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

غم اور خوف سے نجات

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ایک ہے دین، اور ایک ہے علمِ دین، دونوں میں فرق ہے، علمِ دین تو کتابوں

سے اور استادوں سے آتا ہے، دین نام ہے دین پر چلنے کا، دین پر چلنا، دین پر عمل کرنا، دین کے مطابق زندگی گزارنا، یہ آتا ہے اللہ والوں کی صحبت سے، اور جتنا جتنا دین ہمارے اندر آتا جائے گا، اتنی ہی دنیا کی مصیبتیں بھی دور اور آخرت کی پریشانیاں بھی دور ہوتی جائیں گی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O (یونس: آیت نمبر ۶۲)

آخرت میں اولیاء اللہ کے لئے یہ اعلان ہے ہی، کہ انھیں کوئی غم اور کوئی خوف نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی ایسا سکون عطا فرماتے ہیں، ایسا چین عطا فرماتے ہیں، ایسی راحت عطا فرماتے ہے کہ ان کی دنیا کی زندگی بھی جنت کا نمونہ ہوتی ہے۔

صحبت کا اثر حاصل کریں

اس لئے ہم سب کو اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہم نیک صحبت اختیار کریں، اور نیک صحبت کا مطلب یہ ہے کہ نیک صحبت میں بیٹھ کر اثر لینے کی کوشش کریں، جو باتیں سنیں، ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور نیک صحبتوں میں اللہ پاک نے جو اثر رکھا ہے، اس اثر سے فائدہ اٹھائیں، جو فائدہ اٹھائے گا، اسے فائدہ ہوگا، اس کے اندر استحکام پیدا ہوگا، ان شاء اللہ تعالی، ورنہ نیک صحبت کا اثر ایسا ہے جیسے گرم بھٹی کہ سردیوں میں اگر اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، تو گرم ہیں، اٹھے پھر سردی ہی سردی، ایسے ہی یہاں بھی ہے کہ جو اس گرمائی کو محفوظ کر لیتا ہے، سردی میں بھی گرم

رہتا ہے، محفوظ رہنے کے طریقے بھی اللہ والوں کی صحبت سے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل سے نیک صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دیگر مطبوعات